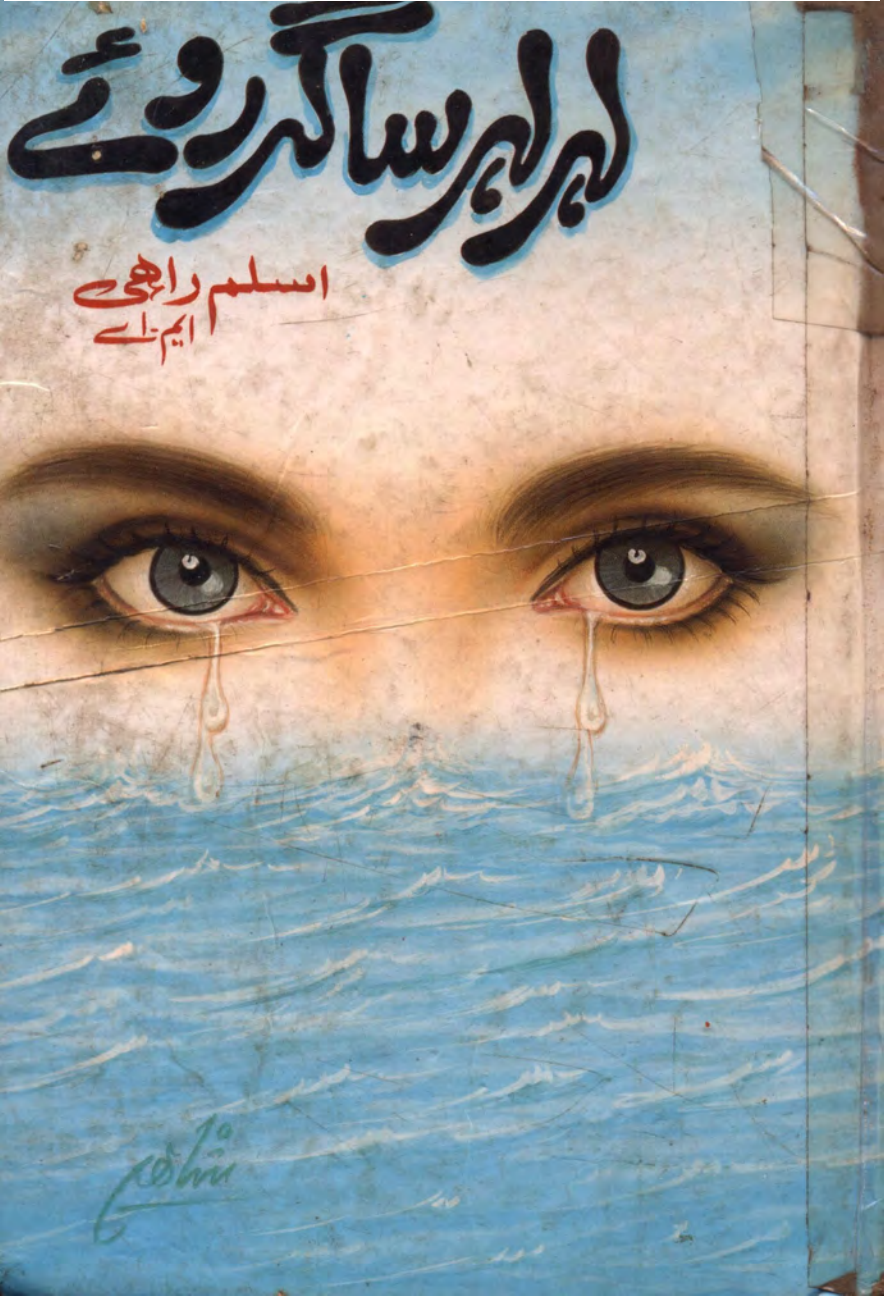

لہر لہر ساگر روئے
اسلم راہی
ایم اے

۱

ڈسٹرکٹ جیل گجرات کا آہنی دروازہ ایک سمع خراش چرچراہٹ کے ساتھ کھلا اور دو قیدی رہا ہو کر باہر نکلے۔ ان میں سے ایک چالیس کے پھیرے میں ہوگا اور اس کی کنپٹیوں کے بال کچھ کچھ سفید ہونا شروع ہو گئے تھے۔

دوسرا پچیس چھبیس برس کا قدآور اور دہرے جسم کا ایک مضبوط جوان تھا۔ اس کے چہرے پر گو اداسی ہی اداسی اور ویرانی ہی ویرانی تھی ——— مگر اس کی بھیڑیے جیسی آنکھوں میں بے پناہ وحشت، درندگی اور انتقام کی چبھن تھی۔ اس کی آنکھوں میں سُرخ رنگ کی چمک اسے عام انسانوں سے علیحدہ کئے ہوتے تھی۔

جیل سے نکل کر دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوتے باہر ہسپتال روڈ پر آئے اور دائیں طرف مُڑ گئے۔ سامنے پولیس پریڈ گراؤنڈ کے ساتھ اور صدر تھانہ کے سامنے چھجے دار بڑ کے بوڑھے درختوں کے نیچے قیدیوں سے ملاقات کرنیوالے

بے شمار مرد اور عورتیں بیٹھے ہوتے تھے اور کچھ تو کھانا بھی وہیں پکا رہے تھے۔

دونوں جب ان لوگوں کے پاس آتے تو ایک بوڑھی عورت تیزی سے اُٹھی اور جس کی کنپٹیوں کے بال کچھ کچھ سفید ہو رہے تھے اسے گلے لگا لیا۔ دوسرے مرد اور عورتیں شور کرنے لگیں۔

افضل آگیا افضل

اور سب باری باری اُٹھ کر اسے ملنے لگے۔

بھیڑیے کی آنکھوں والا سر جھکائے خاموش کھڑا تھا۔ بوڑھی عورت جو سب سے پہلے اُٹھی تھی اُس کی نظر شاید اب اس پر پڑی اسی لیے اس نے مدھم سی آواز میں اپنے بیٹے سے پُوچھا۔

افضل! یہ تمہارے ساتھ کون ہے۔

فی الفور ہی کوئی جواب دینے کی بجائے اس نے پہلے بھیڑیئے کی آنکھوں والے کو غور سے دیکھا پھر اپنی ماں سے کہنے لگا۔

اس کا نام مرید ہے یہ میرے ساتھ ہی سات برس کی سزا کاٹ کر آج رہا ہوا ہے۔ بڑا مخلص دوست ہے ماں!

بچّہ ہی تھا تو کہیں سزا ہو گئی تھی؟

اٹھارہ برس کا تھا جب اسے سزا ہوئی تھی۔

کس جرم میں؟

اس سے ایک قتل ہو گیا تھا۔

بڑھیا نے اور زیادہ حیرت سے پُوچھا۔

اسے لینے بھی کوئی نہیں آیا؟

افضل پریشان اور افسردہ ہو گیا۔

تم سچ کہتی ہو ماں۔ اسے کوئی لینے نہیں آیا۔ اس سات برس کے طویل عرصہ میں اس سے اس کا کوئی رشتہ دار ملاقات کرنے بھی نہیں آیا۔ اور نہ ہی کسی نے اس کے مقدمے کی پیروی کی ہے۔

پر کیوں؟

ایک درد بھری کہانی ہے۔

تم کہو تو سہی۔

افضل نے ایک بار مرید کی طرف دیکھا اس کا سر جھکا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں سُرخ چمک کے ساتھ اب اداسی اور نمی بھی دیکھی جا سکتی تھی افضل نے کہنا شروع کیا۔

یہ نورنگ آباد کے ذیل دار اشرف کا چھوٹا بھائی ہے۔

بڑھیا پھر بیچ میں بول پڑی۔

اس کا ایک اور بھائی بھی ہے۔ بھلا سا نام ہے اس کا مجھے یاد نہیں آرہا

افضل ہنس دیا۔

سرور؟

ہاں ہاں سرور۔ اس سے یہ چھوٹا ہے یا بڑا؟ ۔ دونوں سے چھوٹا ہے۔

اچھا پھر کیا ہوا؟

یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہ زمیندار کالج میں پڑھتا تھا۔ اور کالج کے نزدیک ہی ایک گاؤں میں اپنے ماموں کے پاس رہتا تھا ـــ کیونکہ نورنگ آباد تو یہاں سے پچیس میل دور ہے۔ اور وہاں سے روز کالج نہیں آیا جا سکتا تھا۔ لہذا یہ اپنے ماموں کے ہاں رہتا تھا۔

اس کی ماں، دونوں بھائی اور چھوٹی بہن اس سے بے پناہ محبت کرتے تھے کیونکہ پورے خاندان میں یہی ایک تھا جو اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا تھا۔

پھر ہوا کیا؟ بڑھیا کچھ بیتاب نظر آ رہی تھی۔

اس کا ماموں کوئی اچھا انسان نہ تھا۔ ہر وقت گاؤں کی بہو بیٹیوں پر بری نظر رکھتا تھا۔ اس نے اپنے ماموں کو بہت منع کیا مگر وہ باز نہ آیا اور ـــــــــــــــ

اور پھر ـــ

وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ ایک روز جب کہ اس کا ماموں ایک یتیم اور غریب لڑکی سے اپنی حویلی کے اندر منہ کالا کر رہا تھا تو اس نے اپنے ماموں کو گولی مار دی۔

بڑھیا خوش ہو گئی۔

بہت اچھا کیا اس نے

بس اسی جرم میں اسے سات برس کی قید ہوئی۔

بڑھیا نے مرید کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔

کوئی بات نہیں۔ جیل مردوں ہی کے لیے ہے۔ لیکن حیرت تو اس بات کی ہے تمہاری ماں اور بھائی تمہیں کیوں ملنے نہ آئے۔

افضل پھر بول پڑا۔

اس کی ماں اس سے اس بات پر ناراض ہو گئی ہے کہ اس نے اس کے بھائی کو کیوں قتل کر دیا۔

بڑھیا نے دانت پیس لیے۔

بہت ہی بدبخت ہے وہ ماں جو اپنے اس جیسے بیٹے سے ناراض ہو۔

اب چلنا چاہیئے ماں!! افضل نے کہا۔

نہیں بیٹے تمہارے رہا ہونے کی خوشی میں دیگیں چڑھائی ہوئی ہیں۔ یہیں بانٹ کر جائیں گے۔ ہو سکتا ہے رات بھی یہیں رہنا پڑے۔

افضل نے مرید کی طرف دیکھا۔

تم بھی ہمارے ساتھ ہی رہو مرید! کل اکٹھے ہی چلیں گے۔

مرید نے جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا۔

نہیں میں ابھی جاؤں گا۔

افضل پھر ماں سے مخاطب ہوا۔

ماں کچھ پیسے دو مرید کے پاس کرایہ بھی نہیں ہے۔

بڑھیا نے اپنے دوپٹے کی ایک گانٹھ کھولی اور پانچ کا نوٹ نکال کر مرید کو دے دیا۔ یہ تو بیٹا اور جاؤ گھر۔ کبھی موقع ملا تو تمہاری ماں سے اس سلسلہ

میں ضرور بات کروں گی۔ کیسی سنگدل ماں ہے تمہاری۔

مرید نے سر جھکا لیا اور آگے بڑھ گیا۔ کچہری میں سے ہوتا ہوا وہ جلالپور جٹاں کے ٹانگہ سٹینڈ پہ آکھڑا ہوا۔ یکہ بان زور زور سے چلا رہے تھے۔

جلالپور جٹاں، کرڑیانوالہ، ٹانڈہ موٹا، لکھنوال۔

اڈے کے ایک ہوٹل سے اس نے کھانا کھایا اور پھر دھوپ میں آکھڑا ہوا۔ جنوری کا مہینہ تھا اور سردی جوبن پر تھی۔ اتنی دیر میں ایک ٹانگہ تیار ہوتا دکھائی دیا اس میں دو سکھ اور ایک ہندو بیٹھ چکے تھے۔ اب صرف دو سواریوں کی کمی رہ گئی تھی۔ مرید آہستہ آہستہ چلتا ہوا پیچھے بیٹھے ہوئے اکیلے سکھ کے ساتھ جا بیٹھا۔ اب صرف ایک سواری کی کمی تھی۔

اچانک اس کے پاس بیٹھے ہوتے ہٹے کٹے سکھ نے پوچھا۔

کہاں جاؤ گے بھائی۔

مرید نے جھکا ہوا سر اُوپر اُٹھایا۔

اس کی آنکھیں

اف —— ان میں پھر وہی درندگی اور خوفناک چمک عود کر آئی تھی۔ سکھ اسے بڑی حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔ مرید بھی خاموشی سے اسے گھورے جا رہا تھا۔ سکھ اس کی شخصیت سے بہت متاثر دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے پھر اپنا سوال دہرایا——

تم نے بتایا نہیں کہاں جاؤ گے۔

ایک سنجیدہ مگر پُراثر آواز سنائی دی۔

نورنگ آباد۔

کس کے ہاں جاؤ گے۔

اپنے گھر۔ مختصر سا جواب تھا۔

نورنگ آباد پہلے کبھی تمہیں میں نے نہیں دیکھا۔

مرید نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا۔ سکھ کو یوں محسوس ہوا جیسے آگ کی طرح جلتی ہوئی یہ سُرخ آنکھیں اسے جلا کر راکھ کر دیں گی۔

تمہارا نام کیا ہے۔ مرید کی بھاری بھرکم آواز نے اسے چونکا دیا۔

مادھو سنگھ

مرید نے پھر اپنی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔ مادھو سنگھ کو پھر اپنا چہرہ جلتا ہوا محسوس ہوا۔

کس گاؤں کے ہو

پریم پور

تمہارے باپ کا نام بلونت سنگھ ہے نا

تم نے کیسے جانا

نورنگ آباد اور پریم پور میں فاصلہ ہی کتنا ہے۔ میں وہاں کے ہر شخص کو جانتا ہوں لیکن میں نے اس سے قبل تمہیں وہاں کبھی نہیں دیکھا۔

مرید مسکرا دیا۔

تو پھر اس میں میرا کیا قصور

اچھا ذرا اپنے باپ کا نام تو بتا دو۔

میرا باپ مر چکا ہے۔

کوئی بھائی ہے۔

ہاں

کون ؟

اشرف

ذیلدار ؟

ہوں

مادھو سنگھ شاید اس سے آگے بھی بڑھتا مگر اچانک۔ ایک نوجوان جس کی شخصیت شیشے کی طرح چمکدار تھی اور جو انگریزی سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ تانگے کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ مادھو سنگھ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اپنے دونوں ساتھیوں کے کندھے ہلا کر کہنے لگا۔

ارے ادچونی! اور سنتو سنگھ! دیکھو ڈاکٹر صاحب آگئے۔ تینوں خوا تانگے سے نیچے پھلانگ گئے اور بڑی عقیدت کے ساتھ نئے آنے والے ڈا سے سامان لے کر تانگے میں رکھ دیا۔ نیا آنے والا مرید اور مادھو کے درمیان گیا اور تانگہ چل پڑا۔ مادھو نے آنے والے سے پوچھا۔

ڈاکٹر صاحب بڑی جلدی آگئے دوائیاں لے کر لاہور سے

نوجوان بڑی خوش نما ہنسی ہنس دیا۔

ہاں پیچھے مریض جو ہیں ان کا کون خیال رکھیگا۔

بڑے ہمدرد اور خدا ترس ہیں آپ

وہ شرمندہ سا ہو گیا

بس

مادھو نے اس بار موضوع بدلا اور مرید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

مرید! یہ پریم پور کے ڈاکٹر نصیر ہیں

ڈاکٹر خود ہی مرید سے مخاطب ہو گیا۔

کہاں جاؤ گے بھائی!

مرید نے آنکھیں اُٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے پھوٹتی ہوئی سُرخ چمک سے ڈاکٹر بھی کچھ ہراساں سا ہو گیا۔ مگر مادھو نے بیچ میں بول کر یہ سلسلہ ختم کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب یہ نورنگ آباد کا ذیلدار اشرف ہے نا اس کا چھوٹا بھائی ہے

کون مرید ؟

جی ہاں

مگر وہ تو جیل چلا گیا تھا۔ اور پھر یہ بھی سنا گیا تھا کہ وہ جیل میں مر گیا ہے۔

یونہی کسی نے اڑا دی ہوگی۔

ڈاکٹر نے مرید کی طرف دیکھا

تم نے میرے بھائی اپنے ماموں کو قتل کیا تھا نا ؟

منہ سے کچھ کہنے کے بجائے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

تمہارے مقدمے کی تو پیروی بھی کسی نے نہ کی تھی۔ کتنی سزا ہوئی تھی تمہیں سات سال جیل میں رہ کر آیا ہوں۔

سنا ہے تمہاری ماں تم پر سخت ناراض تھی۔

مرید اور سنجیدہ ہو گیا۔

گنہگاروں کا یہیں حشر ہوتا ہے۔

مگر تم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ تم نے تو ایک معصوم لڑکی کی عزت لٹ جانے سے بچائی تھی اور مجھ سے اگر کوئی پوچھے تو اس سے بڑھ کر اچھا کام اور کوئی ہے ہی نہیں تو پھر یہ سات برس کی سزا کس جرم میں ملی ؟

اس بار اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے چونی لال نے دانت پیس کر غصّے سے کہا۔

یہ انگریز کا قانون ہے میرے بھائی۔ اندھا اور بہرا قانون۔

اس کے پاس بیٹھے ہوئے سنتو سنگھ نے بھی بے پناہ غصّے کا اظہار کیا۔

میرے بھائیو! اس سات سمندر اور تیرہ ندی پار سے آنے والی۔ انگریز قوم نے ہمیں غلام بنا کر رکھ دیا ہے۔ لیکن آخر کب تک۔ مسلمان، ہندو اور سکھ سب اب سنبھلنے لگے ہیں اور قسم مجھے گرو کی ہر سو آزادی کی شمعیں روشن ہو جائے گی اور پھر اس قوم کو بھاگنے کی راہیں بھی نہ ملیں گی۔

مرید کا چہرہ بھی سُرخ ہو گیا اور اس کی بھیڑیے جیسی آنکھیں آگ برسا گئیں۔

انشاءاللہ وہ وقت دُور نہیں جب ہم اس سفید قوم کی پیٹھ میں آزادی کا خنجر گھونپ دیں گے اور یہ چالاک قوم اپنے چھوٹے سے جزیرے میں ہونے پر مجبور ہو جائے گی۔

مادھو نے چونی کے کان میں بڑے رازدار انداز میں کہا۔

ہے تو یہ بھی اپنا ہم خیال۔ کیا ارادہ ہے۔

چونی مسکرا دیا۔

ذیلدار کا بھائی ہوتے ہوتے اس سے ایسی امید تو نہ تھی۔ کیونکہ ہمارے ملک میں ذیلدار طبقہ تو انگریزوں کا پٹھو بن کر رہ گیا ہے اور عوام کا خون ان ہی کے ذریعے چوسا جاتا ہے۔

مادھو پھر بولا

بھائی جیل کی زندگی نے بدل دیا ہوگا۔ ویسے بھی پڑھا لکھا جوان ہے۔

چونی سنجیدہ ہو گیا۔

پھر کیا خیال ہے۔

میرا تو ارادہ ہے کچھ دن ٹھہر کر اسے بھی اپنے گروہ میں شامل کر لیں گے۔ اس کی آنکھیں تم نے دیکھیں کس قدر خوفناک اور وحشت انگریز ہیں۔ یوں ہی محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی بھوکا اور وحشی بھیڑیا جنگل میں کسی مسافر کا راستہ روک کر کھڑا ہو جائے

چونی نے تائید کی۔

تم درست کہتے ہو۔ ایسے خوفناک شخص کا ہمارے گروہ میں شامل ہونا بیحد

ضروری ہے۔ اس سے ہماری تحریک میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔ مگر اس سلسلے میں اس سے بات کون کریگا۔

سنتو نے چھاتی پر ہاتھ مارا۔

یہ کام میرے ذمّے رہا۔

ڈاکٹر نصیر بھی ان کی بات سن رہا تھا۔ اسی لیے اس نے مرید کو باتوں میں مشغول کر رکھا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مادھو، چونی، سنتو اور نصیر ایک ہی گروہ کے فرد ہوں۔

باتوں ہی باتوں میں جلالپور جٹاں آگیا تھا۔ ہر گھر سے کھڈیاں چلنے کی کھٹا کھٹ کی آواز آرہی تھی۔ ٹانگہ تھوڑی دیر کے لیے رُکا اور کوچوان گھوڑے کو پانی پلانے لگا۔ سنتو نے اپنے قریب رکھی ہوئی سفید کپڑے کی پوٹلی کھولی اور دو نارنگیاں نکال کر مرید کی طرف بڑھا دیں۔

لو کھاؤ میرے بھائی!

مرید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

تم کھاؤ میرے بھائی!

سنتو نے سخت ٹھوکر لگائی

حد ہے بھائی بھی کہتے ہو اور انکار بھی کرتے ہو۔

مرید نے پھر غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں پھر وہی پُراسرار قوت اور چمک عود کر آئی تھی۔ لاپروائی سے اس نے کہہ دیا۔

ہائیں

سنتو نے اپنی انگلی سے اس کی دونوں آنکھیں بند کر دیں۔

ہمارے لیے تو تمہاری ان آنکھوں کی سُرخ چمک ایک ناقابلِ تسخیر قوت کی غمازی کرتی۔ مگر وہ یکے والا تمہیں برابر گھور رہا ہے۔ وہ کمزور دل بوڑھا کیونکہ اس نادیدہ اور پُراسرار قوت کا مقابلہ کر سکے گا۔ لہٰذا انھیں ہی رکھو۔

مرید مسکرا دیا۔

سنتو نے پھر نارنگیاں آگے بڑھا دیں۔

لو کھاؤ پھر۔

نصیر بھی بول پڑا۔

کھاؤ میرے بھائی۔

چونی نے اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر ایک اور ٹھوکر لگائی۔

کھالو۔ مسلمان، ہندو اور سکھ تو ایک ہی قوم اور قوت کا نام ہے۔

اس کی آنکھوں میں پھر چمک گزر گئی جیسے وہ اس بات کی تائید کر گئی ہو۔

گھوڑا پانی پی چکا اور دوبارہ کرٹیانوالا کی طرف جاتی ہوئی کچی سٹرک پر دلکی چال بھاگنے لگا۔

۲

دن سمٹ چکا تھا — شام سردی میں سسکنے لگی تھی۔ سرمئی سرمئی سے اندھیرے ہر طرف پھیل گئے۔ مرید نے اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ اس کی ماں سلمیٰ نے دروازہ کھولا اور بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا

کون ہو تم؟ سنگدل ماں اپنے بیٹے کو بھی نہ پہچان پائی تھی۔

مرید نے سر جھکا لیا۔

میں مرید ہوں۔

سلمیٰ زخمی ناگن کی طرح غصّے میں بل کھا گئی۔

تم یہاں کیا لینے آتے ہو۔

کیا مجھے اس گھر میں آنے کا بھی حق نہیں۔ بڑی دلگیر سی آواز میں اس نے پوچھا۔

سلمیٰ حد سے زیادہ کٹھور ہو گئی تھی۔

نہیں — تم ہمارے لیے مر چکے ہو۔ میرا تمہارا رشتہ اسی دن ہی ختم ہو گیا تھا جس دن تم نے میرے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔

مرید نے چبھتی ہوئی آواز میں کہا۔

میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔

تم اس گھر میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے۔ میں نے تمہارے بہن بھائیوں کو کہہ دیا ہے کہ تم جیل میں مر گئے تھے۔

اپنا گھر چھوڑ کر کہاں جاؤں میں۔ مرید نے فوراً ہی ماں کے پاؤں پکڑ لیے۔

معاف کر دو ماں!

سلمیٰ نے سختی سے پاؤں جھٹک دیا۔

دفع ہو یہاں سے۔ میرا اب تم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اتنی دُور چلے جاؤ کہ مجھ تک تمہاری ہوا بھی نہ پہنچ سکے۔

مرید نے پھر ہاتھ جوڑ دیئے۔

معاف کر دو ماں۔

سلمیٰ کی پیشانی پر غصّے کی لکیریں پہلے سے زیادہ نمایاں ہو گئیں۔

میں اپنے بھائی کے قاتل کو کس طرح معاف کر سکتی ہوں۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ قبل اس کے میرا تم پر ہاتھ اُٹھ جائے میری نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے

دُور ہو جاؤ ـــــ

مرید کی آواز ڈوب گئی ۔

کہاں جاؤں ماں !؟

جہنم میں ۔۔ دوبارہ مجھے ماں مت کہنا ۔

مرید سر جھکائے کھڑا رہا کہ شاید ماں کے رویہ میں کچھ تبدیلی ہو ۔ مگر کہاں ۔ سلمیٰ پھر بھپر پڑی ۔

اب دفع بھی ہوتے ہو یا نہیں

مرید کی ٹوٹی ہوئی سی آواز پھر اُبھری ۔

کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے ؟

ہاں ۔ اور میں اس میں قیامت تک کوئی تبدیلی نہ ہونے دوں گی ۔۔ بس اب تم دور ہو جاؤ یہاں سے ۔

مرید بے حد سنجیدہ ہو گیا تھا بوجھل بوجھل قدموں سے وہ پیچھے ہٹا ۔ اور تھکا تھکا سا چلتا ہوا سامنے والی گلی میں اندھیرے میں روپوش ہو گیا ۔

اندھیرے خوب گہرے ہو چلے تھے ۔۔ جنوری کی بے پناہ سردی ہر چیز سے لپٹ گئی تھی ۔ گلی کوچوں میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا ۔ ہاں گھروں میں چراغوں کی مدھم مدھم سی روشنی ضرور ابھر رہی تھی ۔

مسجد کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کے قدم رک گئے ۔ سفید میناروں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے دکھ سے کہا ۔

یہ خدا کا گھر ہے ۔ اس پر تو کسی کی اجارہ داری نہیں ۔ مجھ جیسے شخص کے لیے یہی سب سے بہتر پناہ گاہ ہے ۔ بے محابا وہ مسجد میں داخل ہو گیا ۔ لوگ شام کی نماز پڑھ کر جا چکے تھے ۔ صرف ایک بوڑھا سا سفید ڈاڑھی والا آدمی ایک کونے میں بیٹھا عبادت میں مصروف تھا ۔

مرید نے وضو کیا اور شام کی نماز ادا کرنے لگا ۔ پہلے اس نے کبھی نماز پڑھی ہو یا نہ مگر اس وقت تو وہ بڑے خشوع سے خدا کے حضور سربسجود تھا ۔ اور پھر مصیبت میں ویسے بھی خدا کچھ زیادہ ہی یاد آنے لگتا ہے ۔

عشاء کی نماز کے بعد جب سب نمازی چلے گئے ۔ تو مسجد میں صرف دو شخص رہ گئے ۔ ایک وہ خود اور ایک پیش امام ۔ تھوڑی دیر بعد مرید اُٹھا اور ایک کونے میں پڑے ہوئے مصلوں اور چاول کی پھونس میں دبک کر لیٹ گیا ۔ دو تین مصلے جوڑ کر اس نے اوپر لے لیے اور بھوکا ہی سونے کی کوشش کرنے لگا ۔ مگر نیند کہاں ۔

اس کے کانوں میں ابھی تک اس کی ماں کے زہریلے تیروں جیسے الفاظ گونج رہے تھے ۔ جیل سے نکلتے وقت اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ اس کی ماں اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی اور وہ دھکے کھانے پر مجبور ہو جائیگا ۔ جلد ہی اس کے خیال کا سلسلہ ٹوٹ گیا ۔

پیش امام اس کے پاس آ کھڑے ہوئے تھے اور بڑے نرم لہجے میں پوچھا ۔

مسافر ہو ؟

مرید اُٹھ کر بیٹھ گیا ۔

جی ہاں !

کھانا کھایا ؟

مرید ہچکچا گیا۔

جی ——— بس

نہیں کھایا —— وہ اس کے لہجے سے ہی بھانپ گئے۔ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں
میں ابھی لاتا ہوں۔ تمہارے لیے کھانا۔ تیزی سے وہ باہر نکل گئے۔ مرید وہیں بیٹھا بیٹھا
پھر اپنی سوچوں اور خیالوں میں اُلجھ گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد پیش امام واپس لوٹے اور کھانا اس کے سامنے رکھ دیا۔ رومال
میں لپٹی ہوئی باجرے کی کوئی آدھ سیر کی ایک گرم گرم روٹی تھی اور مٹی کے ایک کوڑے
میں سرسوں کا ساگ تھا۔ مرید کھانے لگا۔

رات اس نے گھٹنے دوہرے کر کے جیسے تیسے کر کے سردی میں گزار ہی دی۔ صبح
کو ناشتہ بھی پیش امام نے اسے لا دیا تھا —— دھوپ جب کچھ چڑھ آئی تو وہ مسجد
سے نکلا۔ بڑی بددلی سے وہ اپنے گاؤں سے باہر آیا۔ اور گندم اور سرسوں کے کھیتوں
میں ہوتی ہوئی ایک تنگ پگڈنڈی پر ہولیا۔ بے خیالی میں وہ خبر نہیں کب تک چلتا
رہا۔ سورج اب کافی چڑھ آیا تھا اور سامنے بالکل قریب دو گاؤں بھی نظر آنے
لگے تھے۔ ایک کا نام ٹبی بنگلہ اور دوسرے کا نام پریم پور تھا۔

مرید ایک جگہ رُک گیا۔ پگڈنڈی ایک طرف ہری ہری گھاس پر دھوپ میں دا
بیٹھ گیا۔ پھر کندھے پر رکھی چادر زمین پر رکھ کر اس کا تکیہ بنایا اور لیٹ گیا۔ کب تک
وہ سویا کچھ معلوم نہیں تاہم جب وہ اُٹھا تو سورج کافی ڈھلا ہوا تھا۔ بھوک تنگ کرنے

لگی تھی۔ کیونکہ سردیوں میں بھوک عموماً زیادہ ہی لگتی ہے۔

ایک کھیت کنارے بیٹھ کر اس نے پیٹ بھر کر۔ چنے کی نرم نرم پتیاں اور تارامیرا کی
گندھلیں کھائیں۔ کسی چیز سے پیٹ تو بھرنا ہی تھا نا —— وہ پھر آگے چل دیا۔ ذرا
سا آگے ایک برساتی نالہ آ گیا تھا۔ جو صرف دو فرلانگ دائیں طرف جا کر دریائے
چناب میں گر گیا تھا۔ نالے کے اِدھر والے کنارے پر شفاف پانی ایک پتلی سی
لکیر بہہ رہی تھی اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نرم نرم گیلی ریت پر ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔

مرید نے کنارے پر گھٹنے جمائے اور جھک کر چلو بھر بھر کے پانی پینے لگا۔

جوتے اتار کر وہ پانی سے گزرا اور اُس طرف گرم گرم ریت پر بیٹھ کر اپنے سامنے
ریت ہموار کر کے دائیں ہاتھ کی پہلی انگلی سے طرح طرح کے نقوش بنانے لگا۔

کافی دیر تک وہ وہیں بیٹھا رہا۔ سورج خوب سُرخ ہو گیا تھا اور ڈوبنے والا تھا۔
فضاؤں میں دھواں دھواں سا پھیل گیا تھا۔ پاؤں جھاڑ کر اس نے جوتا پہنا اور
پھر آگے بڑھنے لگا۔

سرما کی لمبی رات پھر سر پر آن کھڑی ہوئی تھی۔ اور رات گزارنے کی خاطر اسے
کوئی پناہ بھی تلاش کرنا تھی۔ وہ تیز تیز قدم اُٹھانے لگا۔ فضاؤں میں اذانوں کی آوازیں
اُبھرنے لگی تھیں۔

پریم پور اور ٹبی بنگلہ کے درمیان درختوں کے ایک جھنڈ میں وہ رُک گیا۔ بڑ
کے ایک بوڑھے اور چھتری کی طرح پھیلے ہوئے درخت کے نیچے ایک شخص بیٹھا تھا۔
اور اس کے سامنے آگ کا الاؤ روشن تھا۔

مرید آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ بڑ، املتاس، شیشم، آم اور جامن کے درختوں نے خوب پھیلاؤ ڈالا ہوا تھا۔ وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ دائیں طرف گھاس پھوس کی بنی ہوئی ایک جھگی بھی تھی۔

مرید پر جب اس کی نگاہ پڑی تو اس نے بڑی شائستگی سے کہا۔

آؤ میرے بھائی! کون ہو تم؟

مرید بڑے غور سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

اس کی قمیض اور تہ بند جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے اور وہاں مختلف رنگوں کے پیوند لگا دیئے گئے تھے۔ مرید نے بڑی آہستگی سے پوچھا۔

تم کون ہو؟

وہ ہلکا سا مسکرا دیا۔

میں؟ ——— میرا نام برکت ہے۔ مگر لوگ عموماً سائیں برکت کہتے ہیں۔ مرید نے دیکھا اس کی باتوں میں عجیب طرح کا رس تھا۔ اس کے چہرے پر معصومیت اور پاکیزگی کے گہرے نقوش تھے۔

مرید کی سوچ ٹوٹ گئی۔

تم کون ہو! اس نے پھر پوچھا۔

میں ——— مرید اکڑ سا گیا تھا۔ جلد ہی اس نے جھوٹ کا سہارا لے لیا ———

میرا نام سلطان ہے۔

کہاں جاؤ گے۔

دکھ سے مرید نے کہا

میں تو ایک مسافر ہوں۔ جس کا کبھی سفر ختم نہیں ہوا ——— اور پھر میرے جیسے مسافر کی بھی کبھی کوئی منزل ہوتی ہے۔ جس کی قسمت میں خدا نے صرف اندھیرا ہی اندھیرا لکھ دیا ہو

برکت سنجیدہ ہو گیا۔

تمہارا کہنا درست نہیں۔ جیل سے نکل کر ماں کا دھتکارا ہوا شخص مسافر ضرور ہو سکتا ہے۔ مگر قدرت تم سے ابھی بہت کچھ کرانا چاہتی ہے۔ دفعتہً وہ جوش میں آ گیا ———

اور ——— اور ———

آج ——— آج ہی کی رات ایک گنہگار ماں کا نیک خو بیٹا اپنی زندگی کی اصل راہ پر گامزن ہو کر منزل کی طرف بھاگنے لگے گا۔

مرید پریشان ہو گیا۔

تمہیں میرے حالات کا کیسے علم ہوا

اس کے ہونٹوں پر ہلکی سے مسکراہٹ اُبھر آئی۔

میرے سامنے نام بدل کر آنے والے سلطان۔ غیب کا علم تو صرف خدا ہی کو ہے۔

ہاں مگر میں تو صرف تجربے کی بات کرتا ہوں ———

صرف تجربہ ہی یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

چھوڑو ان باتوں کو پہلے نام کو بھول جاؤ اور نئے نام سے نئی زندگی کا آغاز کرو۔

تمہاری باتوں میں خیال ہی نہیں رہا۔ دیکھو نماز کا وقت گزر رہا ہے پہلے نماز پڑھ لیں۔ دونوں آگے پاس بچھی ہوئی چٹائی پر خدا کے حضور کھڑے ہو گئے۔

برکت سائیں نے آگ میں دو تین لکڑیاں پھینکیں اور وہیں ایک چٹائی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ قریب ہی کوئی سو گز کے فاصلے پر بائیں طرف رہٹ چل رہا تھا اس کے لکڑی کے کل پرزوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

مرید بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ برکت سائیں نے کچھ سوچا پھر اٹھ کر اندر گیا اور مٹی کا برتن اٹھا لایا جس میں گوندھا ہوا آٹا تھا۔ توے کا ایک بھدا سا ٹکڑا اس نے آگ پر رکھا اور دو روٹیاں پکا لیں۔

دوبارہ وہ اٹھا۔ جھگی کے قریب ہی نیازبو اور پودینے کے پتے توڑے مٹکے سے پانی لے کر انھیں خوب دھویا اور پھر مرید سے کہا۔

لو کھاؤ کھانا۔

دونوں لقموں میں پتے دبا دبا کر کھانے لگے۔

برکت نے کھانا بڑی خاموشی سے کھایا۔ مرید بھی چپ چپ ہی تھا۔ ہاں کھانے کے بعد برکت نے کہنا شروع کیا۔

آج ہی جیل سے آئے ہو؟

مرید کی گردن جھک گئی۔

جی ہاں

گھر کیوں نہیں گئے۔

ماں نے دھکے دے کر نکال دیا ـــ اب اس دنیا میں میرا کوئی گھر نہیں۔

برکت نے ایک سرد آہ بھری۔

بہت بدقسمت ماں ہے وہ

اب کیا ارادہ ہے۔

زندگی کی کوئی نئی راہ تلاش کروں گا۔

وہ تو ہو چکی۔

میں سمجھا نہیں۔

برکت نے بڑے وثوق سے کہا

آج رات ــــــــــ آج ہی رات۔ تمہاری زندگی کا رخ موڑنے والے آ جائیں گے۔

مرید کچھ پریشان ہو گیا۔

کون آئیں گے۔ میں اب اپنے گھر تو نہ جاؤں گا۔

برکت غصے میں آ گیا۔

وہ گھر نہیں۔ جہنم ہے۔ دھکتا ہوا جہنم۔ جہاں ایک بے رحم اور سنگدل ماں رہتی ہو جہاں غریبوں پر سدا ظلم کرنے والے دو بھائی بستے ہوں۔

مرید اور پریشان ہو گیا۔

پھر کون آئیں گے؟

برکت کہیں دور خلاؤں میں کھو گیا۔

آزادی کے علمبردار۔ سات سمندر پار سے آنے والی اس سفید قوم کے دشمن امن اور شانتی کی شمعیں اٹھائے وہ آئیں گے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے

مگر وہ ہیں کون۔

صبر کرو۔

آج ——— آج ہی کی آدھی رات تمہارے تمام سوالوں کا جواب لے کر آئیں گے اور تمہیں خس خاشاک کی مانند بہا کر تمہاری منزل پر پہنچا دیں گی۔

برکت برتن اٹھا کر جھونپڑی میں رکھنے چلا گیا۔ مرید یونہی ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا۔ آگ کے جلتے ہوتے الاؤ کے قریب ہی بائیں طرف ایک اکتارہ، پانی کا ایک کورا مٹکا۔ دو مٹی کے پیالے پڑے تھے۔

برکت واپس آ گیا۔ مرید نے اکتارے کی طرف اشارہ کیا۔

یہ ——— کیا ——— ؟

برکت مسکرا دیا۔

بجاتا ہوں ——— سنوں گے ؟

میری خوش قسمتی ہو گی۔

برکت اکتارہ اُٹھا کر چٹائی پر ہو بیٹھا — پہلے اس کی ایک انگلی تار پر کھیلتی پھر یکلخت ہی اس کے دائیں ہاتھ کی ساری انگلیاں تار پر جھوم گئیں اور موسیقی کے زمزمے پھوٹ نکلے۔

رات کے اس سمے جب کہ ہر سو خاموشی ہی خاموشی تھی۔ اکتارے کی آواز سوز و ساز کا چشمہ بن کر رہ گئی تھی اور پھر ساتھ ہی ساتھ برکت سائیں کی مدھر بھری آواز بھی بلند ہونے لگی۔

کون بندے نوں یاد کریسی ڈھونڈے کون قبر نوں

مرنے کے بعد مجھ جیسے عاجز کو کون یاد کرے گا اور کون ہے جو میری قبر کو تلاش کریگا

کس نوں دردا ساڈا ہوسی روگ نہ انڈے درنوں۔

میرے مرنے کے بعد کسی کو بھی میرا درد نہ ہو گا۔ اور میرے مر جانے پر میرے پہلے ہی اجڑے ہوتے گھر کو کوئی نقصان نہ ہو گا۔

روح دو دو گھتن سب جاسن آپو اپنے گھر نوں

سب لوگوں کو روحیں فاتحہ کے لیے اپنے اپنے گھروں کو جائیں گی

تیری روح محمد بخشا تکسی کیہڑے دونوں

اے محمد بخش تمہاری روح کس کے گھر کی طرف جاتے گی

ناں گھر جاہڑے نہ سکھ ڈٹھے نہ کج کھٹی کھٹی

میں نے نہ ہی کوئی گھر تعمیر کیا اور نہ ہی زندگی میں کچھ کمایا

نہیں کسے ول لہنا کوئی نہ چھڈ چلے ترٹی

میں نے نہ کسی سے کچھ لینا ہے اور نہ ہی اپنے پیچھے کچھ چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

جو کچھ آیا سو منہ پایا تلی رکابی چٹی

بس جو کچھ مل گیا سو کھا لیا

خالی ہتھ محمد بخشا اٹری نکا دی لئی

انس اولاد تساڈی بھائی پڑھن ہتھ قبر تے
سب لوگوں کی اولاد اور بھائی ان قبروں پر بیٹھ کر پڑھیں گے
جاسی روح محمد میرا پیر سچے دے در تے
اور میری روح میرے سچے مرشد کے گھر چلی جائے گی

۳

آدھی رات ادھر تھی اور آدھی ادھر۔ آسمان پر تین اکٹھے گردش کرنے والے ستارے سر سے کچھ ڈھل چکے تھے۔ ہر سمت سکوت ہی سکوت تھا۔ صرف رہٹ کے لکڑی کے کل پرزوں کی موسیقی ادھر ادھر بکھر رہی تھی اور ———— اور بیلوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آواز اس موسیقی کو اور زیادہ مدھر بنا رہی تھی۔ مرید سو چکا تھا۔ برکت بھی اس کے قریب ہی چٹائی پر آگ کے آلاؤ کے پاس سو یا ہوا تھا کہ فضا اچانک گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونج اُٹھی۔ برکت اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ کوئی تیس کے قریب گھوڑ سوار اس کے پاس آکر رکے اور اُن میں سے تین اپنے گھوڑوں سے اتر کر آگے بڑھے۔ ان کے چہرے اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے دکھائی نہ دے رہے تھے۔ تاہم جب وہ آگ کے آلاؤ کے قریب آئے تو

ان کے چہرے عیاں ہو گئے وہ ـــــــ وہ مادھو سنگھ، چونی لال اور
سنتو سنگھ تھے ۔

وہ آکر برکت کے پاس بیٹھ گئے اور بڑی عقیدت سے اس کے پاؤں دبانے
لگے ۔ برکت نے ہلکے سے پوچھا ۔

کہو ؟

مادھو سنگھ نے جواب دیا ۔

رام نگر کے زمیندار کو لوٹ آئے ہیں ۔

کون سا زمیندار

سادھو مل

پھر

ساری رقم اسی کے گاؤں کے غریب غرباء میں بانٹ دی ہے ۔

برکت مسکرا دیا

شاباش

ہر طرف آزادی کی شمعیں جلا دو ۔ غلامی کے خلاف ہر طرف آگ بھڑکا دو
اور انگریز قوم کے ان پٹھو زمینداروں پر اس قدر ظلم کرو کہ انہیں غریب بھائیوں
کا احساس ہوا اور وہ پھر اس سفید چمڑی والی قوم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں ۔ جنھوں
نے ہمارے دیس کے بھولے بھالے عوام کو اپنی مکروہ سیاست کی آہنی زنجیروں میں
جکڑ کر رکھ دیا ہے ۔ مادھو سنگھ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کی نگاہ قریب ہی لیٹے

ہوئے مرید پر پڑی ۔ اس کا منہ دوسری طرف تھا ۔

لہٰذا وہ پہچان نہ سکا تھا ۔ اسی لیے اس نے پوچھا لیا ۔

سائیں جی ! یہ کون بیٹھا ہوا ہے ۔

برکت کی آنکھیں چمک گئیں ۔

جس کی تمہیں تلاش تھی ۔

مجھے تلاش تھی ۔ اس نے حیرت کا اظہار کیا ۔

ہاں اس نے بڑے وثوق سے کہا

پر ہے کون ؟

دیکھ لو

مادھو سنگھ نے آگے بڑھ کر دیکھا اور مسکرا دیا ۔

یہ تو مرید ہے ۔ نارنگ کے ذیلدار کا بھائی

برکت نے دکھ سے کہا

اب یہ ذیلدار کا بھائی نہیں رہا ۔ اس کی ماں نے اسے دھکے دے کر گھر سے
نکال دیا ہے ۔ اب یہ اپنے گھر نہیں جائے گا ۔ اور میرا دل کہتا ہے کہ یہی وہ شخص
ہے جو آئندہ تمہارے گروہ کا سردار ہو گا ۔

مادھو پریشان ہو گیا تھا ۔

پر اس کی ماں نے اسے گھر سے کیوں نکالا ۔

اس نے اس کے بھائی کو قتل جو کر دیا تھا ۔

پھر اب کیا ارادہ ہے اس کا

تمہارے گروہ میں شامل ہو جائے گا۔

کہا ہے اس نے

کہا تو نہیں — مگر انکار بھی نہیں کرے گا — کیا تم اس کی شمولیت سے گروہ میں کوئی تقویت محسوس نہ کرو گے۔

کیوں نہیں — اس کی آنکھیں اس قدر خوفناک ہیں کہ کوئی ان کا سامنا نہیں کر سکتا۔ جیل سے رہا ہونے کے بعد یہ میرے ساتھ ہی گاؤں آیا تھا — میں نے جب پہلی بار اسے دیکھا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی خوفناک اور خونخوار بھیڑیا جنگل میں میرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا ہو۔ اس کی آنکھوں سے پھوٹتی ہوئی پراسرار چمک اپنے اندر ایک بے پناہ تسخیری قوت رکھتی ہے۔

برکت نے اس کی تائید کی۔

تم نے ٹھیک کہا ہے۔ اس کے جسم سے مجھے ناقابل تسخیر قوت کی بو آتی ہے —

کیا ہم اسے سرداری کی رسم ادا کیے بغیر ہی سردار تسلیم کر لیں۔

برکت نے نفی میں سر ہلا دیا۔

اوں ہوں — ہر رسم حسب معمول ادا ہو گی۔

تو پھر میں سب کو اطلاع کر دوں۔

ہاں صرف ایک گھوڑا یہاں رہنے دو — اور تم سب کو لے کر وہاں پہنچو۔ میں اسے لے کر آ جاؤں گا۔

مادھو وہاں سے ہٹا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندھیرے میں غائب ہو گیا —

برکت دوبارہ لیٹ گیا — آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کافی دیر تک خبر نہیں وہ کن سوچوں میں الجھا رہا — آخر وہ اٹھا اپنا پھٹا پرانا لباس درست کیا اور مرید کو جگایا — وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور سر کے نیچے رکھی ہوئی اپنی چادر سے منہ پونچھتے ہوئے پوچھا۔

کیا بات ہوئی

برکت نے ایک عزم کے ساتھ کہا

چلو اٹھو چلیں

مرید پریشان سا ہو گیا

کہاں ؟

وہ وقت آ گیا ہے جس کا میں نے شام کے وقت تمہارے ساتھ وعدہ کیا تھا۔

مرید چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ برکت گھوڑے پر سوار ہوا اور مرید کو پیچھے بیٹھنے کو کہا کچھ کہے بغیر وہ ایک جست کے ساتھ اس کے پیچھے ہو بیٹھا — اور گھوڑا دریائے چناب کی سمت سرپٹ دوڑنے لگا۔

دریا وہاں سے صرف دو فرلانگ ہی تھا — اور یہ فاصلہ اس خوبصورت راہرو نے بہت جلد اپنے پاؤں میں سمیٹ ڈالا اور اب وہ دریا کے کنارے کنارے شمال کی جانب اپنے سموں سے ریت اڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔

کوئی ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد برکت نے گھوڑا روکا اور نیچے اتر آیا مرید بھی اُتر پڑا۔ ان کے بائیں طرف سیاہ اندھیرے میں ایک بہت بڑا مندر صاف دکھائی دے رہا تھا ـــ دونوں آگے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ برکت سائیں نے ایک بہت بڑے چوبی دروازے پر دستک دی۔ جلد ہی سیاہ لباس پہنے ہوئے ایک شخص نے دروازہ کھولا اور مرید حیران رہ گیا۔ اندر روشنی ہی روشنی تھی۔ جابجا دیواروں پر مشعلیں روشن تھیں۔

دونوں ایک بہت بڑے کمرے میں داخل ہوئے ـــ مرید اور زیادہ پریشان ہوگیا۔ اندر بیشمار لوگ جمع تھے۔ مرید نے دیکھا۔ ان میں ڈاکٹر نصیر جس نے تانگے میں اس کے ساتھ سفر کیا تھا اور وہ پیش امام بھی تھے جنہوں نے ایک دن قبل مسجد میں اسے کھانا کھلایا تھا ـــ وہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

اس نے دیکھا کہ کمرے کے وسط میں ایک بہت بڑی سفید چونے سے لائن لگائی ہوئی ہے۔ اور اس کے دائیں بائیں برابر فاصلے پر ایک ایک اور سفید لائن بھی ہے۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ اس نے پریشانی سے برکت کی طرف دیکھا۔

یہ سب ـــ ؟ مگر اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

میں تمہیں تمہاری منزل تک لے آیا ہوں۔ اب اس میں تمہارا کیا نام ہوگا ـــ [illegible] قوت بازو ہی فیصلہ کرے گی

میں کچھ نہیں سمجھا ـــ

یہ ایسے افراد کا گروہ ہے جو ہر زمیندار اور سرمایہ دار سے غریبوں کے خون سے اکٹھی کی ہوئی دولت چھین کر غریبوں میں بانٹ دیتا ہے۔ اس گروہ پر انگریز کا مکروہ قانون کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور یہ اپنے فعل اور کارکردگی میں خود مختار ہے

لیکن یہ اتنے لوگ کیوں اکٹھے ہوتے ہیں

یہ سب اس گروہ کے اہل کار اور مددگار ہیں

پر رات کے اس وقت یہاں اکٹھے ہونے کی وجہ ؟

تمہیں آج اس گروہ میں شامل کیا جارہا ہے۔ گروہ میں داخل ہونے والا ہر نیا شخص اس گروہ کے سردار سے طاقت آزمائی کرتا ہے۔ اگر نو وارد سردار سے جیت جائے تو اسے سردار بنا دیا جاتا ہے ـــ اور دوسری صورت میں اسے گروہ ایک عام ساتھی کی طرح شامل کر لیا جاتا ہے ـــ یہ جو تم تین سفید لکیریں دیکھ رہے ہو تم ان پر ایک مضبوط رسہ رکھ دیا جائے گا۔ رسہ پکڑ کر ایک لائن پر تم کھڑے ہو جاؤ گے اور دوسری پر سردار دونوں میں [illegible] سے آگے کھینچ لائیگا وہی سردار ہوگا۔

آجکل اس گروہ کا سردار کون ہے

یہ سب کچھ تمہیں بعد میں بتایا جائے گا۔ کیا تم اس کے لیے تیار ہو

مرید نے جواب میں سر ہلا کر اقرار کر لیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا بے شمار لوگ سیاہ لباس پہنے کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنے چہرے بھی سیاہ پگڑیوں کے پلو سے ڈھانپ رکھے تھے۔ برکت اس کا ہاتھ پکڑ کر دائیں طرف ایک چھوٹے سے

کمرے میں لے گیا۔ اندر فرش کے اُوپر چٹائی پر ایک سیاہ لباس پڑا تھا۔

برکت نے دھیرے سے کہا

یہ پہن لو

مرید نے چُپ چاپ وہ کپڑے پہن لیے ایک قمیض اور تہ بند اور ایک پگڑی تھی ——

برکت پھر بولا

پگڑی کے پلو سے اپنا چہرہ ڈھانپ لو

مرید نے فوراً چہرہ ڈھانپ لیا

برکت پھر اسے باہر لایا —— سفید لائنوں پر ایک مضبوط رسہ ڈال دیا گیا تھا اور دوسری طرف مضبوط جسم کا ایک جوان سیاہ لباس پہنے اور اپنا چہرہ ڈھانپے رسے کا سرا پکڑے کھڑا تھا۔

مرید دوسرا سرا پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کی آنکھیں ؟

اف۔ ایسی ہو گئی تھیں جیسے کوئی۔ کوئی بھوکا اور خونخوار چیتا اپنے شکار کو چیر پھاڑنے کو تیار کھڑا ہو —— برکت نے پھر اس کے کان میں کہا۔

جونہی میں تم دونوں کے سامنے دوسرے لوگوں میں بیٹھوں گا۔ قوت آزمائی شروع ہو جائے گی اور —— اور پھر یونہی ہُوا جونہی برکت سائیں بیٹھا دونوں ایک دوسرے سے خوفناک قوت آزمائی کرنے لگے۔ سب لوگ گردنیں اُٹھا کر دیکھنے لگے تھے مگر اس وقت سب ہی لوگ دنگ رہ گئے جب مقابلہ شروع ہونے کے دوسرے ہی لمحے مرید نے ایک مضبوط جھٹکے سے اپنے مقابل کو اپنی طرف کھینچا اور پھر اسے اپنے ہاتھ میں اُٹھا کر ہوا میں لہرا دیا۔

چند لمحوں تک وہ اسے فضا میں لہراتا رہا پھر زمین پر آرام سے رکھ دیا ——

اچانک اسے کے مقابل نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا اور اسے گلے لگا لیا —— مرید حیران رہ گیا وہ مادھو سنگھ تھا۔

مرید نے حیرت کا اظہار کیا

مادھو تم ؟

وہ ہنس دیا

ہاں میں —— قسم مجھے سوہنی کے اس خونی چناب کی اس گروہ کو آج تک تم جیسا طاقتور سردار نصیب نہیں ہوا ——

اسی وقت چالیس کے قریب جوان سیاہ لباس میں ہاتھوں میں نیزے اُٹھائے اندر داخل ہوئے ایک ساتھ انہوں نے نیزے ہوا میں لہراتے اور پھر پوری قوت سے سامنے والی کچی دیوار پر دے مارے۔ ایک خوفناک سائیں کی آواز سے وہ سب دیوار میں گڑ گئے۔

مرید پھر پریشان ہو گیا۔

مادھو نے مُسکرا کر کہا

گھبراؤ مت گروہ کے سب جوانوں نے تم سے عقیدت کا اظہار کر دیا ہے اب

یہ تمہارے ایک ادنیٰ سے اشارے پر جان بھی قربان کر دیں گے۔ اس گر
کی تحریک جس شخص نے چلائی تھی اس کا نام شیرو تھا اور اس کے بعد جتنے بھ
گروہ کے سردار بنے شیرو ہی کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ انگ
اس گروہ کا سخت دشمن تھا۔ اور اس کے سپاہی ہر وقت اس گروہ کے ا
کو ختم کرنے کی خاطر سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔

ہم نے اس علاقے کے سب لوگوں میں آزادی اور حریت کی روح پھو
دی ہے۔ ارد گرد سب گاؤں کے چوکیدار، پیش امام اور لوہار سب ا
گروہ کے کارندے ہیں۔ اس علاقے میں جو تمہیں پنڈت نظر آئے گا وہ ہمار
آدمی ہی ہوگا۔ یہ سب لوگ ہمیں پولیس کی ہر حرکت سے آگاہ رکھتے ہیں۔ ا
کے علاوہ تھانے میں جو منشی ہے وہ بھی ہمارا اپنا آدمی ہے۔ ہم آج تک ک
غریب پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور سرمایہ دار کسی کو چھوڑا نہیں اس علاقے کا ہ
غریب ہر وقت اس گروہ کی کامیابی کی دعائیں کرتا رہتا ہے۔ ہمارے دشم
زمیندار، سرمایہ دار اور جاگیردار ہیں۔ ہم ان کا خون چوس کر غریبوں کا پی
پالتے ہیں ——

اب تم سردار ہو یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہوگا کہ آج رات کس سرمایہ دار کا گ
لوٹا جائے ——

چند لمحوں تک مرید نے کچھ سوچا پھر اس کے چہرے پر سختی اور وحشت
چھا گئی ——

آج ؟ آج رات نارنگ کے ذیلدار کا گھر لوٹا جائے گا۔

مادھو حیران رہ گیا۔

اپنا گھر لوٹو گے ——

مرید نے سختی سے کہا۔

گروہ کے سب جوانوں سے کہہ دو میرا نام مرید نہیں سلطان ہے سب
اپنے ہتھیار سنبھالو اور ظالموں کو اس کے ظلم کی سزا دینے کے لیے تیار
جاؤ ——

سب افراد چپ چاپ اپنے اپنے ہتھیار سنبھالنے لگے۔

۴

اس نے اپنی رائفل کے بٹ سے چارپائی کے پائے پر ایک سخت ضرب لگائی ، اٹھو! اس نے بھاری اور تحکمانہ آواز میں کہا۔

بستر پر لیٹا ہوا اپنے سامنے ایک سیاہ نقاب پوش دیکھ کر کانپ گیا تھا۔

تم کون ہو؟ اور مجھ سے کیا چاہیئے ؟

سلطان نے قہر آلود نگاہوں سے اسے دیکھا

تمہارا نام کیا ہے ؟

کانپتی ہوئی آواز آئی

اشرف

کیا تم ہی ذیلدار ہو ؟

ہاں

سلطان پھر خونخواری سے بولا۔

تو پھر اُٹھو غریبوں کے خون سے چوسی ہوئی دولت جس تجوری میں پڑی ہے اس کی چابی میرے حوالے کردو ——

اشرف ہکلایا۔

پر —— اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

کہیں سے مدد کی اُمید نہ رکھو — تمہارے چھوٹے بھائی کے سر پر بھی میرے ساتھی کھڑے ہیں ——

وہ پھر گھبرایا ہوا سا بولا

مگر میری ماں اور بہن ؟

ہر شخص کی ماں بہن ہماری ماں بہن ہے۔ ہم عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔ ہم نے ان کے کمرے کا دروازہ صرف باہر سے بند کردیا ہے ——

لیکن ——

مجھے باتوں میں مت الجھاؤ — اس نے اپنا پستول نکال لیا۔ یاد رکھو اگر تم نے لیت ولعل سے کام لیا تم میں تمہاری کنپٹی گولیوں سے چھید ڈالونگا۔

یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی

وہ اُٹھا اور لکڑی کے ایک صندوق سے پیتل کی لمبی سی چابی نکال کر اسے دے دی

اور

پھر تجوری کا منہ کھلا اور کڑکڑاتے نوٹ اور سونے کے زیورات سلطان کے بڑے تھیلے میں منتقل ہو گئے

جب واپس جانے لگا تو اشرف نے کانپتی ہوئی مگر کسی قدر غصیلی آواز میں پوچھا۔ اپنا نام بتاتے جاؤ شاید ____

سلطان نے ایک چمکتا ہوا خنجر اس کی طرف پھینک دیا۔

اس نے اُلٹ پلٹ کر اسے غور سے دیکھا اور پھر سفید پھل پر کوئی نام پڑھ کر کانپ گیا ___

اور خوفزدہ سا ہو کر بڑبڑایا۔

شیرو

کمرے میں سلطان کے خوفناک قہقہے کی گونج سنائی دی۔

ہاں شیرو

مگر وہ تو مر چکا ہے۔

مر چکا تو کیا ہوا۔ اس کی روح تو زندہ ہے ___ اور یہ ہر دور میں اس وقت تک ایک نئے شیرو کو جنم دیتی رہے گی جب تک ہمارے دیس کے غریب عوام کو تم جیسے ظالم اور بے رحم ذیلداروں سے نجات نہیں ملتی۔

لیکن کب تک؟ بہت جلد تمہاری ان سماج دشمن سرگرمیوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

کمرے میں پھر سلطان کا ایک بھیانک قہقہہ بلند ہوا۔

تم نادان ہو۔ مورکھ ہو۔ پاپ کرنے کے بعد اس پر پردہ ڈالنا بھی نہیں جانتے ہو

مگر یاد رکھو

شیرو کسی فرد کا نام نہیں

یہ ایک آواز ہے غریب عوام کی

ایک پرزور احتجاج ہے۔ سمندر پار سے آئی ہوئی سفید قوم کے خلاف ایک سوز ہے سرمایہ داروں کے لیے

ایک ساز ہے غریبوں کے لیے

شیرو

ہا ہا ہا

وقت کی ایک پکار ہے۔

جس پر بڑی سرعت سے لوگ لبیک کہتے جا رہے ہیں۔

آواز میں غصہ آ گیا تھا۔

شیرو؟

شیرو ایک طوفان ہے ___ تمہارے مغربی آقاؤں کے سر پر لہراتا ہوا ایک خوفناک اور سیاہ طوفان

شیرو روشنی کا ایک مینار ہے تم جیسے مکروہ انسانوں کی دسترس سے بہت دور

وہ ایک سایہ ہے۔

ایک سراب ہے

اس کا کوئی گھر نہیں

اس کا کوئی مسکن نہیں

ہر غریب کا گھر اس کا مسکن ہے۔

ہر غریب کی ماں بہن اس کی ماں بہن ہے۔

کیا اب بھی تمہیں یقین ہے کہ تم شیرو سے ٹکرا سکو گے۔

اشرف نے ہمت کر کے جواب دیا:

سماج بھی ایک بہت بڑی قوت کا نام ہے۔

کمرہ پھر دہشت سے گونج اٹھا

ہا ہا ہا ہا ہا

سماج، سماج، سماج

تم جیسے پاپی لوگوں کا نام سماج ہے؟

کیا تم جیسے گنہگار اس سماج کے رکن ہیں۔

وطن دشمن

قوم کے غدار

اور

اور غیروں کے بھی بھلا ہمارے ملک کے سماج کا ایک حصہ

ہو سکتے ہیں ۔ تم ہی جیسے لوگوں کی وجہ سے ۔ سفید قوم کی آمد پر کیا سے کیا

نہیں ہو گیا۔

بھیڑیے ۔ محافظ ہو گئے

صیاد باغبان بن گئے

اور

اور غریبوں کا خون پینے والے کتے وطن دوست ہو گئے ۔ مگر یاد رکھو

وہ دن اب دور نہیں ۔

جب یہ اندھیرے چھٹ جائیں گے

غلامی کی آہنی زنجیریں موم کی طرح پگھل جائیں گی۔

اور

ہر طرف

ہر سمت

آزادی ہی آزادی کے سنہرے غول پرواز کریں گے۔

اس وقت سے ڈرو

آنے والے اس دور سے خوف کھاؤ اور تم لوگ اپنے رویے کو بدلو۔

ورنہ وقت تمہیں بدلیگا۔ عوام کی آواز تمہیں بدلیگی اور شیرو کی روح تمہارے لیے سوہانِ روح بن جائے گی۔

اشرف نے کچھ اداسی سے کہا۔

تمہاری آنکھیں کچھ جانی پہچانی سی ہیں۔ کہاں دیکھی ہیں کچھ یاد نہیں پڑتا۔

سلطان نے پھر قہقہہ لگایا

خواب میں

ہوں

تم نے اس ڈکیتی کی اطلاع اگر پولیس کو کرنے کی کوشش تو یاد رکھو میں تمہارے گھر کے ہر فرد کو گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔ یہ میرا عہد ہے اور شیرو نے ہر دور میں اپنا عہد نبھایا ہے۔

اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلطان باہر آیا۔ اور اندھیرے میں دھوئیں کی طرح تحلیل ہو گیا۔

مادھو کی رہنمائی میں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پریم پور سے کوئی دو میل باہر مغرب کی طرف ایک صاف ستھری عمارت میں داخل ہوئے۔ یہ ایک ہسپتال تھا۔ ایک بڑے سے کمرے میں دس بارہ مریض بستروں پر لیٹے ہوئے تھے۔ اور ایک طرف ایک کمپونڈر کرسی پر بیٹھا شاید اپنی ڈیوٹی دے رہا تھا۔

سلطان کو دیکھتے ہی وہ کھڑا ہو گیا۔

آؤ سردار

سلطان نے پریشانی سے مادھو کی طرف دیکھا۔

وہ ہنس دیا

گھبراؤ نہیں اپنا ہی آدمی ہے۔

کمپونڈر خود ہی بول پڑا۔

ڈاکٹر صاحب سے ملیں گے۔

مادھو نے اثبات میں سر ہلایا اور نے آگے بڑھ کر ایک کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

باقی ساتھی سب باہر ہی کھڑے رہے صرف سلطان، مادھو، چوتی اور سنتو اندر داخل ہوئے۔ نصیر اُٹھا اور آنکھیں ملتے ہوئے پُوچھا۔

کیا نتیجہ ہوا

مادھو نے پوچھا

ڈکیتی کا ؟

ہاں

نتیجہ تو اب ہمیشہ ہی ہمارے حق میں ہوا کرے گا۔ ہم یہ محسوس کرنے لگے جیسے شیرو کی خونخوار روح سلطان کا روپ دھار کر ہم میں پھر شامل ہو گئی ہو۔ سردار کی پہلے ہی دن کی کارکردگی ایک نئی صبح کا خوشگوار پیغام ہے۔ سلطان سے چمڑے کی تھیلی لے کر مادھو نے نصیر کے آگے رکھ دی۔

اس نے بستر پر ہی تھیلی الٹ دی۔ نقدی اور زیورات کا ایک ڈھیر سا لگ گیا۔

نصیر نے مسکرا کر کہا۔

اسے اُٹھاؤ اور غریب عوام میں جا کر بانٹ آؤ۔

مادھو اُٹھانے لگا تو سلطان نے سختی سے کہا۔

ٹھہرو!

مادھو کا ہاتھ رک گیا۔

سلطان نے پھر کہا

نقدی بانٹ دو۔ اور زیورات رہنے دو۔ شاید یہ میری ماں اور بہن ر

زیورات ہوں اور کسی وقت میرے کام آئیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کے پاس

امانت رہیں گے۔

نصیر نے اس کی تائید کی

سلطان ٹھیک کہتا ہے۔

زیورات رہنے دو اور نقدی جا کر بانٹ دو ___ چوتی اور سنتو ساتھ

ے کر باہر چلے گئے۔ سلطان اور مادھو وہیں رہے ___ سلطان نے ادھر

دیکھتے ہوتے پہلی بار پوچھا۔

ڈاکٹر صاحب یہ آپ کا اپنا ہسپتال ہے۔

نصیر نے عاجزی سے کہا

ہاں ___ یہاں ہر شخص کا علاج مفت ہوتا ہے

اور اخراجات

میری سوا ایکڑ زمین ہے۔ سب اخراجات اپنی جیب سے پورے کرتا ہوں

مادھو بھی بول پڑا۔

حتیٰ کہ ان کی بھینسوں کا دودھ بھی مریضوں پر ہی خرچ ہوتا ہے۔

بہت نیک کام ہے۔ ایک اور بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

کیا۔ مادھو نے پوچھا

ہمارے گروہ کے اتنے سارے ساتھی کہاں رہتے ہیں۔

اپنے اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور اپنا اپنا کام دھندا کرتے ہیں ___

جب ضرورت ہوتی ہے فوراً ان کے پاس پیغام پہنچ جاتا ہے۔ اور وہ اکٹھے

ہو جاتے ہیں ___

سلطان کسی اُلجھن میں پڑ گیا۔

تو اس کا مطلب ہے مجھے بھی کہیں اپنے رہنے کا بندوبست کرنا ہوگا۔

نصیر نے جواب دیا

وہ تو ہو چکا

کہاں ؟

ہمارا ایک پرانا خاندانی ملازم جس کا نام دھرم داس تھا۔ گو وُہ مر چکا ہے

مگر اس کا لڑکا شنکر اور لڑکی چھمیا ہمارے ہاں ہی رہتے ہیں۔ وہ ہمارے ہاں

ملازم نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ شنکر میرا بھائی ہے اور چھمیا بہن میری ماں بھی اُنہیں

سگے بیٹے بیٹی کی طرح چاہتی ہے۔ شنکر نے ہمارے گھر کا سارا کاروبار

سنبھالا ہوا ہے ___ تم اس کے ساتھ ہی رہو گے۔

کیا وہ بھی ______

مادھو نے جواب دیا۔

ہاں اپنا ہی آدمی ہے

اور اس کی بہن

بھولی سی لڑکی ہے ۔ اسے ان باتوں کا علم نہیں ۔ ہو بھی گیا تو اپنی ہی بہن ہے اس سے کوئی خطرہ نہیں ۔

نصیر پھر بولا

اب تم جاؤ مادھو تمہیں وہاں چھوڑتا جائے گا ۔

دونوں ہسپتال سے نکل کر گاؤں میں داخل ہوئے ۔ ایک تنگ سی گلی سے ہو کر وہ قدرے کسی گلی میں آئے اور پھر مادھو ایک کھلی حویلی میں داخل ہوا ۔ ایک لمبے سے بند برآمدے کے ذرا ایک طرف دو کشادہ اور صاف ستھرے کمرے تھے ۔ مادھو نے ایک پر دستک دی ۔ دروازہ فوراً ہی کھل گیا ۔ اور سامنے کوئی اٹھائیس برس کا ایک جوان کھڑا مسکرا رہا تھا ۔ مادھو نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

یہ شنکر ہے ۔

شنکر خود ہی بول پڑا ۔

اور یہ سلطان ہے ۔

تینوں ہنس پڑے ۔

شنکر باہر آیا اور ساتھ والا کمرہ کھول کر سلطان اور مادھو کو ادھر آنے کے لیے کہا ۔ دونوں اس کمرے میں گئے ۔ اندر ایک پلنگ پر صاف ستھرا بستر لگا تھا ۔ شنکر نے مسکرا کر سلطان کی طرف دیکھا ۔

یہ تمہارا بستر ہے

مادھو نے سلطان کے کندھے پر ہاتھ مارا ۔

اب تم آرام کرو میں چلا

شنکر نے بھی کہا

ہاں آرام کرو اب تم سے باتیں صبح ہی ہوں گی ۔

مادھو چلا گیا ۔ شنکر اپنے کمرے میں جا گھسا ۔ سلطان نے جوتے اتارے اور بستر میں گھس کر دراز ہو گیا ۔

۵

فضا میں ابھی کچھ کچھ اندھیرا ہی تھا کہ سلطان کی آنکھ کھل گئی - دائیں جانب والی کھڑکی سے تھوڑی تھوڑی روشنی اندر آنے لگی تھی -- گاؤں کے ہر گھر سے دُودھ دہانے اور چکیوں کے گھمر گھمر چلنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی -

سلطان اُٹھا - تکیے سے ٹیک لگائی اور رضائی اوڑھ کر بیٹھ گیا - کتنی ہی دیر تک وہ سوچوں میں گم رہا - اتنے میں کسی کے باہر سے کھانسنے کی آواز آئی -

سلطان اُٹھ کھڑا ہوا -- تکیے کے نیچے تہ کر کے رکھا ہوا ایک موٹا کھیس نکالا اور اسے اوڑھ کر وہ باہر آیا -

شنکر بند برآمدے میں سے بھینسوں کو نکال نکال کر باہر صحن میں باندھ رہا تھا - سلطان آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ بٹانے لگا - شنکر نے منع کیا یہ تمہارا کام نہیں -- تم پیچھے ہٹ جاؤ کپڑے خراب ہو جائیں گے - میں خود کر لوں گا -

سلطان نے بھینس کی زنجیر کھولتے ہوئے کہا -

میں بیکار بیٹھنا نہیں جانتا -

شنکر خاموش ہو گیا -

دونوں نے آٹھ بھینس دو بیل اور دو گھوڑیاں نکال کر باہر باندھ دیں -- سلطان نلکے پر ہاتھ منہ دھونے لگا اور شنکر اپنے کمرے ساتھ چھوٹے سے برآمدے میں چارہ کرنے والی مشین کے پاس کتری ہوئی سرسوں اور نیشکر کے ٹوکرے بھر بھر کر بیلوں اور بھینسوں کے سامنے سیمنٹ کی پکی کھرلیوں میں بھرنے لگا - گھوڑیوں کے سامنے اس نے پہلے ہی باریک کتری ہوئی ہری ہری گندم ڈال رکھی تھی -

دونوں صحن میں سن کی بنی ہوئی ایک کھری کھاٹ پر بیٹھ گئے - سورج اب دُور پہاڑوں کی اوٹ سے نکل کر دھرتی کا ننگا اور بھیگا ہوا سینہ جھانک رہا تھا -

سلطان نے بھینسوں کی طرف دیکھتے ہوئے شنکر سے پوچھا -

ساری بھینسیں دودھ دیتی ہیں کیا ؟

نہیں صرف چھ دیتی ہیں -

کافی دُودھ دیتی ہوں گی - ان کی کھیریاں ہی بتا رہی ہیں -

ہاں ہر بھینس سولہ سولہ سترہ سترہ سیر دودھ دیتی ہے -

اتنے دُودھ کا کیا ہوتا ہے -

کچھ ہسپتال چلا جاتا ہے۔ اور کچھ گھر پر استعمال ہوتا ہے۔ گاؤں کے غریب لوگ زیادہ تر ہمارے ہاں ہی سے لسی لے کر جاتے ہیں۔

تم اکیلے سارا دودھ دوہتے ہو

نہیں چھمیا بھی ساتھ ہوتی ہے

کون چھمیا ؟

میری چھوٹی بہن۔ ابھی آتی ہے ناشتہ لے کر۔ یہ ساتھ والا گھر ہمارا ہی ہے نا

کون کون رہتا ہے یہاں

میں چھمیا۔ ہماری ماں یعنی نصیر کی ماں سلامت بی بی۔ نصیر کا بڑا بھائی کرامت اور اس کی بیوی کنیز

بس

ہاں

تم دونوں کے ساتھ ان کا سلوک کیسا ہے۔

جیسا ماں باپ اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔

اچھے لوگ ہیں۔

بہت ہی اچھے

ان کی زمین کون جوتتا ہے۔

کوئی آٹھ گھر آدھے حصہ پر جوتتے ہیں

تو پھر یہ بیل کا ہے کو رکھے ہوتے ہیں۔

انھیں تو گاڑی میں جوت کر چارہ لاتا ہوں

کتنی دُور سے لانا پڑتا ہے۔

کوئی آدھ میل سے۔ لو وہ چھمیا ناشتہ لے کر آگئی

سلطان نے دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک بے حد خوبصورت، دراز قد اٹھارہ کے سن کی لڑکی تھی۔ اس کا جسم نہایت سدھ۔ گدرایا ہوا اور جوانی میں بھرا تھا۔ ایک نہایت پُروقار چال سے وہ آئی اور ان دونوں کے سامنے ناشتہ رکھ کر خود زمین پر ہی بیٹھ گئی اور لسی کی ٹھلیا اور مٹی کا پیالہ اپنے سامنے رکھ لیا

سلطان نے ناشتے کی طرف دیکھا۔ گھی کے پکے ہوئے پراٹھوں پر کوئی آدھ سیر کے قریب تازہ مکھن رکھا ہوا تھا۔ دونوں مل کر کھانے لگے اور چھمیا دونوں کو ٹھلیا سے لسی کے پیالے بھر بھر کر پلانے لگی۔

وہ ناشتہ کر چکے تو چھمیا کہنے لگی۔

دودھ کے برتن لے آؤں بھیّا

شنکر نے چادر کے پلو سے لسی والا مُنہ پونچھتے ہوئے کہا۔

ہاں لے آؤ

چھمیا کو گئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ باہر گلی میں کسی کا جھگڑا ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت سے لوگ آپس میں لڑ پڑے ہوں۔ چھمیا جب ایک بہت بڑی گاگر اور دو چھوٹی چھوٹی بالٹیاں اٹھائے ہوئے دوبارہ بھینسوں والی

حویلی کی طرف آئی تو سلطان گلی میں بھاگتا ہوا حویلی کی طرف آرہا تھا۔ گلی میں ابھی تک لڑائی کا شور مچا ہوا تھا۔

چھمیا نے گھبرائی ہوئی آواز میں سلطان سے پُوچھا۔

کیا ہوا

وہ جان بُوجھ کر بدھو بن گیا اور خوف سے کانپنے لگا۔

توبہ میرے باپ کی بھی توبہ۔ لاٹھی چل گئی ہے۔ خون بہہ گیا ہے۔

کس کا؟

میں کیا جانوں

بھیا کہاں ہیں

لوگوں کے اندر ہی کہیں

تم نے پتہ کیا ہوتا کہ جھگڑا کا ہے پر ہوا

سلطان کانوں کو ہاتھ لگانے لگا۔

توبہ توبہ مجھے تو خوف آتا ہے ایسے جھگڑوں سے

چھمیا کو غصہ آگیا

گاؤدی۔ بزدل۔ کہاں پل کر جوان ہوتے ہو۔ جاؤ پتہ کر دجا کر

سلطان نے کندھے جھکا لیے۔

میں تو کبھی بھی نہ جاؤں۔ مار کھانی ہے۔ وہاں جا کر۔ اس نے چھمیا سے بالٹی اور گاگر لے لی۔

لاؤ میں دودھ دوہتا ہوں

چھمیا نے طنزاً پوچھا

آتا بھی ہے دوہنا

ہاں

چھمیا آگے بڑھ گئی اور سلطان حویلی میں چلا گیا

تھوڑی دیر بعد جب شنکر اور چھمیا لوٹ کر حویلی میں واپس آئے۔ تو سلطان دو بھینسوں کا دودھ دوہ کر گاگر میں ڈال چکا تھا اور تیسری بھینس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔

چھمیا نے آتے ہی پوچھا

کیا کیا ہے

دو کا دودھ نکال چکا ہوں تیسری شروع کی ہے

چھمیا نے پھر طنز کی

کام کے تو تیز ہی ہو مگر ہو بزدل اور بودے ——— شنکر نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور زور سے کہا۔

"تو اور کیا ڈرپوک ہی تو ہے"، سلطان اور شنکر دونوں دودھ دوہنے لگے۔ چھمیا ایک دفعہ گاگر بھر کر گھر چھوڑ آئی اور دوبارہ آکر ان سے دُودھ لینے لگی۔

ساری بھینسیں جب دوہی جا چکیں تو چھمیا دودھ اندر لے گئی سلطان نے شنکر سے پوچھا اب کیا کرنا ہے۔

چارہ لانا ہے ؟

چلو پھر چلیں

ذرا ادھر تو اتر جاتے نا۔ ابھی میں نے ہسپتال دودھ بھی دینے ہے۔ پھر ان بچارے جانوروں کو دھوپ میں باندھ کر جائیں گے۔

اتنے میں چھیا آگئی اور آتے ہی کہا

بھیا! آٹا بھی ختم ہو گیا ہے۔ خراس سے گندم بھی لپوا کر لانی ہے۔

شنکر اس کے ساتھ ہو لیا۔

چلو میں پہلے دودھ ہسپتال دے آؤں پھر گندم کی بوری گاڑی پہ خراس لے جا

سلطان بھی بول پڑا۔

ٹھہرو!

شنکر رک گیا

خراس کدھر ہے

یہ گاؤں کے اتر جانب ہے

میں لے جاتا ہوں۔

پھر بیل گاڑی میں جوت لو اور لے جاؤ

کتنی بوریاں ہیں۔

ایک ہی

میں خود ہی لے جاؤنگا۔

چھیا بول پڑی

تو پھر آؤ

سلطان ان کے ساتھ ہو لیا۔ مگر گھر کے دروازے پر جاکر وہ رک گیا۔ چھیا نے پھر اس کی طرف دیکھتے ہوتے۔

آجاؤ آجاؤ اندر

سلطان اندر چلا گیا۔ بہت بڑی حویلی تھی۔ ایک پروقار اور ضعیف عورت نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

تمہارا نام سلطان ہے ؟

سلطان نے بڑی شائستگی سے جواب دیا۔

جی ہاں

وہ پھر خود ہی بول پڑی۔

میں نصیر اور برکت کی ماں سلامت بی بی ہوں اور یہ۔ اس نے اپنے قریب ہی کھڑی ایک جوان لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ نصیر کی بھاوج اور برکت کی بیوی کنیز ہے۔ تم یہاں کوئی تکلیف تو محسوس نہیں کر رہے۔ نصیر مجھے کہہ گیا تھا تمہارا خیال رکھنے کو۔ تم اس کے دوست جو ہو۔

مجھے بھلا کیا تکلیف ہو سکتی ہے۔

کوئی چیز چاہیے کیا ؟

جی نہیں وہ گندم کی بوری خراس لے جاؤنگا۔

خراس کا پتہ ہے کہاں ہے۔

جی نہیں۔ پوچھ لونگا کسی سے

وہ چھمیا سے مخاطب ہوئی

چھمبو بیٹی

جی ماں جی! وہ چہک کر بولی

تم سلطان کے ساتھ چلی جاؤ

جی بہت اچھا

وہ سلطان کو ایک کمرے میں لے گئی۔ شنکر بھی ساتھ ہی تھا۔ چھمیا نے بھائی سے کہا۔

بھیّا اسے بوری اٹھانے میں ذرا مدد دو۔

قبل اس کے شنکر آگے بڑھتا۔ سلطان کھڑی بوری سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے بوری کو اوپر کی سمت سے پکڑا اور بوری اُٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ چھمیا چپ چاپ آگے آگے چل پڑی۔

سلطان نے خراس کے پاس جا کر بوری رکھ دی۔ چھمیا چکی پر بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے سے بولی۔

گاموں چاچا خراس چلا دو نا۔ ہمارے ہاں آٹا بالکل نہیں

وہ چکی سے اتر پڑا۔

ابھی تو میرے بیلوں نے چارہ بھی نہیں کھایا بیٹی تھوڑی دیر تک چلا

ہوں۔

سلطان نے بوری اُٹھا کر چکی پر رکھ دی۔

تم دانے تو ڈالو۔ رہتے دو بیلوں کو میں خود ہی چلاتا ہوں۔

نہیں چلے گا بیٹے یہ بھاری ہے۔ دو آدمی مشکل سے چلا سکتے ہیں۔

سلطان بضد ہو گیا۔

تم ڈالو تو سہی دانے میں دیکھتا ہوں کیسے نہیں چلتا

بوڑھے گاموں نے دانے ڈال دیئے۔ سلطان نے آہنین چرخ ہاتھ اور خراس چلانے لگا۔

بھاری بھر کم چکی گھمر گھمر چلنے لگی۔

چھمیا آٹا دیکھتے ہوئے چلا پڑی۔

چال باریک کرو چاچا۔ بہت موٹا آٹا ہے۔

گاموں مسکرا دیا۔ میں تو باریک کر دونگا۔ مگر خراس بھاری ہو جائیگا اور پھر اس سے چلیگا نہیں۔

چھمیا کسی سوچ میں پڑ گئی۔

پھر رہنے دو۔

مگر سلطان خراس چلاتے چلاتے چلا پڑا۔

کوئی بھاری واری نہیں چاچا تم خوب باریک کرو۔

گاموں نے چال باریک کر دی اور حیرت سے چھمیا کی طرف دیکھتے ہوئے

پوچھا۔

کہاں سے پکڑ لائی ہو اس بھینسے کو چھمو بیٹی۔

چھمیا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

نصیر بھائی ہی کہیں سے لے آئے ہیں۔

اتنا تیز تو میرے بیل بھی نہیں چلاتے

چھمیا پھر ہنس دی

سلطان اپنی دھن میں مست خراس چلاتا رہا اور سفید سفید آٹا بڑی تیزی سے بوری میں گرتا رہا۔

آٹے کی بوری اٹھائے سلطان پھر گھر داخل ہوا اور چھمیا کے کہنے پر ایک کونے میں رکھ دی۔ چھمیا نے بڑی ہمدردی سے پوچھا۔

لسی پیو گے۔

کمر سیدھی کرتے ہوئے سلطان نے کہا۔

ہاں

نمک بھی ڈالوں

ہوں

لسی کا ایک پیالہ بھر کر چھمیا نے اسے دیا۔ جسے وہ غٹا غٹ پی گیا۔

اور دوں چھمیا نے پوچھا۔

وہ نفی میں سر ہلا گیا۔

اوں ہوں

چادر سے منہ پونچھتا ہوا وہ باہر نکلا۔

شنکر بھی دودھ ہسپتال دے کر آ گیا۔ اس نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوتے پوچھا۔

خراس نہیں چلا ہوگا۔ بوری وہیں رکھ آئے ہو۔

چھمیا فوراً پیچھے سے بول پڑی۔

کہاں بھیا ہم تو پیس کر بھی لے آئے ہیں۔

شنکر نے حیرت سے پوچھا۔

وہ کیسے گاموں کے بیل تو ابھی تک باہر ہی بندھے ہوتے ہیں۔

چھمیا نے فخر سے کہا۔

سلطان نے خراس خود ہی چلا لیا تھا۔

خود ہی چلا لیا تھا۔ شنکر نے حیرت سے پوچھا۔

بھولے پن سے چھمیا نے کہا۔

تو اور کیا

سلطان نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

اب کیا کرنا ہے۔

بس مال مویشی باہر دھوپ میں باندھ کر چارہ لینے چلتے ہیں۔

سلطان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

تو پھر چلو دیر کا ہے کی۔

دونوں باہر نکل گئے۔

٦

دوپہر ڈھل گئی تھی۔ سلطان اور شنکر نے سرسوں کاٹ کاٹ کر ڈھ
لگا رکھے تھے۔ ان کے قریب ہی کھیت سے باہر گاڑی کھڑی تھی اور دونوں
دریا تے چناب کے کنارے کنارے چر رہے تھے۔

اتنے میں چھمیا کھانا لے کر آگئی اور دونوں کے پاس آ بیٹھی ۔۔۔ شنک
نے مسکرا کر کہا۔

آج کیوں کھانا لائی ہو۔ ہم تو ابھی گھر آنے ہی والے تھے۔

چھمیا نے تعجب سے پوچھا۔

چارہ ہو گیا۔

ہاں

اتنی جلدی

آج سلطان جو ساتھ تھا۔

چھمیا خاموش ہو رہی

کھانے کے بعد شنکر بیل لانے چلا گیا اور سلطان لمبی لمبی سرسوں اُلٹا اُلٹا کر گاڑی میں جمانے لگا۔ اتنے میں کوئی آوارہ بھینس ان کے کھیت میں آن گھسی ۔۔۔ چھمیا نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

سلطان وہ کسی کی بھینس کھیت میں آ پڑی ہے۔ ذرا جا کر نکال تو آؤ۔

سلطان پھر بدھو بن گیا۔

میں نہیں نکالونگا۔

کیوں؟

اس نے جھوٹ بولا۔

یہ پہلے بھی ایک دفعہ آئی تھی اور شنکر نے نکالی تھی۔ یہ مرکھنی بھینس ہے میں تو اس کے نزدیک بھی نہیں جاؤں گا۔

چھمیا نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔

تم مجھے بیوقوف بناتے ہو یا واقعی کم دل ہو۔

سلطان نے بڑی معصومیت سے کہا۔

جو بھی سمجھو مجھے تو اس سے ڈر لگتا ہے۔

چھمیا نے خفگی سے کہا۔

واقعی گاؤدی اور بزدل ہی ہو۔

وہ خود جاکر بھینس کو بھگا آتی۔

شنکر بیل لے آیا اور گاڑی میں جوت دیتے۔ اتنی دیر تک سلطان سارا چارہ گاڑی میں جما چکا تھا۔ شنکر اور چھیا آگے بیٹھ گئے۔ سلطان گاڑی کے اوپر چارے پر بیٹھ گیا اور گاڑی چل دی۔

حویلی میں آکر انہوں نے ساری سرسوں کتر مشین کے پاس آکر اتاری۔ شنکر نے سلطان سے کہا تم چارہ مشین میں لگاؤ میں چلاتا ہوں۔

سلطان ہنس دیا۔

اوں ہوں۔ تم دونوں بہن بھائی لگاؤ میں مشین چلاتا ہوں میں تم دونوں کو ملنے نہ دونگا۔ شنکر بھی ہنس پڑا۔

اچھا دیکھ لیتے ہیں۔

واقعی اس نے آندھی کی طرح مشین چلانی شروع کردی تھی۔ شنکر اور چھیا بڑی مشکل سے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں ساری سرسوں کتری گئی۔ شنکر کپڑے جھاڑتا ہوا باہر چل دیا۔

میں بھینس لے آؤں سردی ہوگئی ہے۔

میں بھی آؤں سلطان نے کہا۔

وہ باہر نکل گیا۔

نہیں میں اکیلا ہی لے آؤنگا۔

سلطان نے صحن میں بندھی ہوئی دونوں گھوڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چھیا سے پوچھا۔

ان دونوں کو کیوں نہیں باہر باندھا جاتا۔

روز باندھتے ہیں آج شاید بھیا جلدی میں بھول گئے تھے۔ تم جاؤ باری باری ان دونوں کو تھوڑی تھوڑی دیر بھگا لاؤ۔ ان کی بھی ٹانگیں سیدھی ہوجائے گی۔ بیچاری صبح کی ادھر ہی بندھی ہوتی ہیں۔

سلطان پھر بدھو بن گیا۔

اوں ہوں

کہیں مرنا ہے گر کر۔

کیوں

میں تو آج تک گھوڑی پر بیٹھا ہی نہیں۔

چھیا کو پھر غصہ آگیا۔

جنگلی۔ اجڈ۔ گنوار۔ بزدل۔ ڈرپوک تم جیسے شخص کا جینا بھی کوئی جینا ہے۔ کس جنگل میں پرورش پائی ہے تم نے۔ کیا ہو قوم کے لوہار، ترکھان یا موچی۔

لوہار!

تبھی تو ہر کام سے ناآشنا ہو۔ اپنی لاش دیکھو ذرا کیسے سنڈ منڈ ہو اردگرد کے سارے گاؤں میں کوئی تم جیسا مضبوط جوان نہ ہوگا مگر جب بھی کوئی کام کہو ڈر لگتا ہے۔ چوڑیاں پہن لو اور عورتوں کی طرح کمرے میں بندھ پڑے رہا کرو۔

سلطان کو غصّہ تو بہت آیا مگر وہ ضبط کر کے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تو اس لیے بدھو بن رہا تھا تاکہ حال اور مستقبل میں کوئی اس پر شک بھی نہ کر سکے وہ شیرو ہے۔

کمرے میں آ کر وہ ابھی بستر پر بیٹھا ہی تھا کہ چھمیا کی پھر آواز آئی۔

سلطان باہر آگیا

کیا بات ہے

تھک گئے ہو

نہیں تو

آؤ نا چارہ تو کھرلیوں میں ڈال لیں نا۔ میں ٹوکرے بھرتی جاتی ہوں۔ تم ڈالتے جاؤ۔

سلطان اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

چلو بھرو پھر

چھمیا جلدی جلدی ٹوکرے بھرنے لگی اور سلطان کھرلیوں میں اُلٹنے لگا

٧

سرما کی رات جلد ہی کسی نئی نئی بیوہ کی طرح اداس اور مغموم ہو گئی تھی۔ ہر طرف سکوت ہی سکوت تھا۔ شنکر اپنے کمرے میں بے خبری سے سو یا ہوا تھا کہ سلطان نے بڑی آہستگی سے دروازہ کھولا اور باہر آیا۔ وہ ایک ہاتھ میں زین اُٹھائے ہوئے تھا۔

مویشیوں والے بند برآمدے کا دروازہ کھول کر وہ اندر گیا۔ ایک گھوڑی کو پچکار کر اس پر زین ڈالی پھر دہانہ چڑھا کر اسے باہر لایا۔ گلی میں آ کر تھوڑی دُور تک وہ پیدل ہی چلا۔ پھر سوار ہوا۔ اور گھوڑی ہسپتال کی سمت سرپٹ دوڑا دی۔

ہسپتال میں جب وہ داخل ہوا تو دائیں ذرا دور ہٹ کر آم کے ایک پیڑ تلے اسے دو آدمی کھڑے دکھائی دیئے۔ اس نے گھوڑی ان کی طرف بڑھا

دی ۔ قریب جا کر اس نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

کون ہو تم لوگ ؟

ان دونوں نے جب اس کی طرف رُخ کیا تو سلطان دنگ رہ گیا۔ ایک نصیر تھا اور دوسری ایک بے حد خوبصورت سفید کپڑوں میں ملبوس لڑکی تھی۔ اس کے لانبے لانبے بال کولہوں سے بھی نیچے چلے گئے تھے۔ قد میں وہ نصیر سے کوئی دو انچ ہی چھوٹی ہوگی ۔ سلطان کو دیکھ کر وہ گھبرا گئی اور نصیر سے لپٹتے ہوئے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

کون ہے یہ، اس کی آنکھیں دیکھو ایسی ہیں جیسے سانپ کی ہوں ۔ اف میرے اللہ کس قدر خوفناک شخص ہے یہ

نصیر مسکرا دیا ۔

تم تو یوں ہی گھبرا گئی ہو ۔ یہ تو میرا دوست ہے ۔

سلطان مسکرا دیا ۔

میں ـــــ مجھے افسوس ہے کہ میں ـــــــ اس کے ساتھ ہی وہ واپس مڑ گیا ۔

لڑکی نے لمبا سانس لیا ۔

بہت خطرناک انسان دکھائی دیتا ہے ۔ یہ تو ۔ اُس کی آنکھیں دیکھی تم نے جسم میں چبھی جاتی ہیں ۔

نصیر پھر مسکرا دیا ۔

تمہارا وہم ہے ورنہ یہ تو میرا بھائی بنا ہُوا ہے ۔

تم نے پہلے تو کبھی اس کا ذکر نہیں کیا ۔

کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی ۔

تمہارے گاؤں کا ہی ہے ۔

گاؤں کا ہی نہیں ہمارے گھر ہی رہتا ہے ۔

اچھا اب مجھے چلنا چاہیئے ۔ کافی دیر ہوگئی ہے ۔ چھوٹی بہن انتظار کر رہی ہوگی ۔

چلو میں تمہیں آگے تک چھوڑ آتا ہوں ۔ نصیر نے پیار سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

اوں ہوں ۔ لڑکی نے بڑے پیار سے کہا ۔ کسی نے ہم دونوں کو اکٹھے دیکھ لیا تو غضب ہو جائے گا ۔

نصیر نے اس کے سرخ گال تھپتھپاتے ۔

اچھا جاؤ ۔

لڑکی چلی گئی ۔ وہ بار بار مڑ کر پیچھے بھی دیکھتی جا رہی تھی اور جواب میں نصیر ہاتھ ہلا رہا تھا ۔

سلطان ہسپتال میں آیا اور سیدھا نصیر کے کمرے میں گیا ۔ اندر مادھو، سنتوا اور رچونی پہلے ہی بیٹھے ہوتے تھے ۔ سلطان جب اندر داخل ہوا تو وہ تینوں کھڑے ہوگئے ۔ سلطان نے مادھو سے شرارتاً پوچھا ۔

آج نصیر کو کدھر بھیج دیا ہے ۔

مادھو ادھر ادھر دیکھنے لگا ۔

ہچکچاتے کیوں ہو۔ سلطان نے چوٹ لگائی۔

مادھو مسکرا دیا۔

وہ اسے ملنے گیا ہے

کسے؟

شبو

کون شبو!

جس سے وہ محبت کرتا ہے

میں پوچھتا ہوں وہ ہے کون

وہ ——— وہ توٹی بنگلہ کے چوہدری کی لڑکی ہے۔ اس کا اصل نام تو شبنم ہے مگر لوگ پیار سے اسے شبو کہتے ہیں۔

کب سے ان دونوں میں محبت ہے۔

کوئی ایک سال ہو گیا ہے۔

اس سے ہماری تحریک کو کوئی خطرہ تو نہیں ہو سکتا۔

ہرگز نہیں وہ بہت ہی مخلص اور وفادار لڑکی ہے۔ اور نصیر کو وہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتی ہے۔

سلطان نے کچھ سوچا۔

خیر یہ تو وقت ہی بتائے گا۔

اتنی دیر میں نصیر بھی آگیا اور ان کے پاس آ بیٹھا۔

سلطان نے پھر مادھو سے کہا۔

میں چند باتوں کی ابھی تک وضاحت چاہتا ہوں۔

مادھو کے بجائے نصیر نے پوچھا۔

کیا؟

یہ جو اسلحہ ہمارا گروہ استعمال کرتا ہے کہاں سے آتا ہے۔

سیالکوٹ میں ایک قصبہ ہے کوٹلی لوہاراں ہے وہاں سے بنواتے ہیں۔

اور ہتھیار؟

وہ بھی وہاں سے

ہمارے کچھ ساتھی آج پانچ چھ دن ہوتے وہاں سے اسلحہ اور نئے ہتھیار لینے گئے ہوتے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کو جمع کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

ہر گاؤں کے چوکیدار کو اطلاع کر دی جاتی ہے اور بتائی ہوئی جگہ پر سب لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

سلطان نے کچھ سوچا

خدا نہ کرے اگر کسی موقع پر ہمارا گروہ عیاں ہو گیا تو پھر اس کے ردعمل کے طور پر ہمارے پاس کیا کیا حفاظتی اقدام ہوں گے۔

مادھو نے جواب دیا۔

یہاں سے پانچ میل آگے دریا کے کنارے جنگلی کیکر ——— کا ایک گھنا جنگل شروع ہوتا ہے۔ اس گروہ کے پہلے سردار جس کا اصل نام شیر دتا تھا اس نے

وہاں کئی زمین دوز خندقیں کھود رکھی ہیں جن میں ہر وقت اسلحہ اور کھانے کا
موجود رہتا ہے۔

ان خندقوں کی حفاظت کا کیا بندوبست ہے۔

ہمارے چند ساتھی ہر وقت وہاں موجود رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم
چند مافوق الفطرت طریقے اپنا کر اس جنگل کی طرف جانے والے ہر راستے
بنا کر سنسان اور ویران کر دیا ہے۔

سلطان نے دلچسپی سے پوچھا:

وہ کیسے۔

جنگل میں کئی درختوں کے ساتھ گھنگھرو باندھ رکھے ہیں۔ اور پھر ان
ساتھ رسیاں باندھ کر دور دور تک لے گئے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ٹین
باندھے ہوتے ہیں۔ جب محفوظ مقام پر بیٹھے ہوتے ہمارے ساتھی ا
کھینچتے ہیں تو پورا جنگل رات کے وقت گھنگھروں اور ٹینوں کی آواز سے ای
خوفناک طریقے سے گونج اٹھتا ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہاں بھو
پریت رہتے ہیں۔ اس جنگل کا رخ تک نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ
جمعرات کو ہمارے ساتھی سیاہ لباس پہنے۔ سروں پر مشالیں باندھے
ڈھول باجے بجاتے ہوتے جنگل کے بیچوں بیچ گزرتے ہیں اور ان سب گا
کے لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ آج جنوں کے ہاں شادی ہے۔

جنگل کے دائیں طرف دریا کے ساتھ ساتھ ایک راستہ کھلا رہ گیا

چھ ماہ ہوتے اسے بھی ہم نے بند کرا دیا ہے۔

کس طرح ؟

ہم نے سائیکل کے تین ٹائر لے کر انہیں کاٹ کر آپس میں جوڑ دیا تھا اور
پھر اس کے دونوں سروں پر لمبی لمبی رسیاں باندھ دی تھیں۔ دریا کے کنارے
ہمارے ایک جگہ کے گھنے درخت آتے ہیں۔ وہاں ہمارے ساتھی بیٹھ
جاتے تھے اور ادھر ادھر ٹائر کو باری باری اپنی طرف کھینچتے تھے اور رات کے وقت
وہاں سے گزرنے والے یہی سمجھتے تھے کہ کوئی بہت ہی بڑا سانپ ہے۔ ایک
دفعہ کچھ عورتیں بے ہوش بھی ہو گئی تھیں بس اس وقت سے یہ راستہ بھی
ویران ہو چکا ہے اور یوں ہمارے ساتھی جنگل میں اپنی خندقوں کی بخوبی
حفاظت کر رہے ہیں۔

سلطان خوش ہو گیا۔

میں ان سارے انتظامات سے مطمئن ہوں

سلطان نے پھر کچھ سوچ کر کہا

برکت سائیں کے کھانے پینے کا انتظام کون کرتا ہے۔

وہ خود

مگر کیسے۔

کوئی وقت تھا کہ برکت سائیں اپنی زمینوں پر خود ہل چلایا کرتا تھا۔ اس
وقت وہ صرف رکتا ہی تھا۔ اچانک اسے کہیں سے لو لگ گئی اور ساری

زمین حصّہ پر دے کر اپنے باغ میں جھونپڑی بنا کر ڈیرہ لگا لیا۔

جس باغ میں برکت سائیں رہتا ہے کیا وہ اس کا اپنا ہے۔

ہاں — مگر اس باغ کی آمدنی زیادہ تر غریب لوگ ہی کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی زمینوں سے جوان کو آدھا حصّہ ملتا ہے۔ اس میں سے خرچ نکال کر باقی کا بیکس لوگوں کا تقسیم کر دیتے ہیں۔

مادھو کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔

اس دور میں ایسا مخلص، خدا ترس اور نیک شخص نہیں ملتا۔ اس نے ہمارے گروہ کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔

اس کے رشتہ دار بھی ہیں۔

سب ہیں۔ بہن بھائی بھاوج بھانجے بھتیجے۔ صرف ماں باپ مر چکے ہیں۔

اچانک سلطان موضوع بدل گیا۔

آج رات کا کیا پروگرام ہے۔

چونی نے جواب دیا۔

کس کا گھر لوٹا جاتے یہ فیصلہ کرنا سردار کا کام ہے۔ ہم تو صرف سر پر کفن باندھ کر ساتھ دینے والے ہیں۔

سنتو نے بھی تائید کی۔

چونی ٹھیک کہتا ہے — ہم تو حکم کے تابع ہیں۔

سلطان سنجیدہ ہو گیا۔

اگر کسی وقت پولیس سے میرا سامنا ہو گیا اور انہوں نے مجھ سے میرا اتہ پتہ اور ماں باپ کا نام پوچھا تو میں کیا بتاؤں گا۔

سب سنجیدہ ہو گئے اور خاموشی سے سوچنے لگے۔

سنتو ایکدم چلا اٹھا۔ ٹھیک ہو گیا۔

کیا۔ سب نے پوچھا۔

ٹبی بنگلہ کی وہ بیوہ اور بوڑھی لوہار عورت ہے نا کیا نام ہے اُس کا

چونی نے کہا

ہاجرہ ؟

ہاں۔ اِس کا بیٹا بچپن میں کہیں چلا گیا تھا — اب تک نہیں ملا نہ جانے کیا مر کھپ گیا ہے۔ وہ دونوں ماں بیٹی ابھی تک اس کا انتظار کر رہی ہیں — تم ایک روز ان کے گھر چلے جانا اور کہنا ماں میں واپس آ گیا ہوں اور یوں اس کا بیٹا بنے رہو — وہ دونوں ماں بیٹی بچاری ہیں بھی بہت دُکھی اور غریب۔ ہم کئی بار ان کی مدد کر چکے ہیں۔

سلطان مان گیا — ٹھیک ہے پر اس کے لیے مجھے لوہار کا کام سیکھنا ہو گا کیونکہ جب وہ گھر سے گیا ہو گا اپنا آبائی کام ضرور جانتا ہو گا

سنتو نے افسردگی سے کہا ہاں — ہاں جانتا تو تھا۔

مادھو نے جرأت سے کہا۔

تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ اپنے گاؤں کے لوہار کے پاس ایک ماہ لگا تو خود بخود ہاتھ کھل جائے گا۔

سلطان کھڑا ہو گیا

ٹھیک ہے۔ سب ساتھیوں سے کہہ دو آج رات خیر پور کے کسی سرمایہ دار کا گھر لوٹا جائے گا۔ اس کے ساتھ سلطان، مادھو اور سنتو اُٹھ کر باہر نکل گئے۔ نصیر مریضوں کو دیکھنے لگ گیا۔

۸

پریم پور اور بٹی بنگلہ کی عورتیں مکانوں کی چھتوں پہ جھنڈ کی جھنڈ بنی کھڑی تھیں۔ آج پریم پور اور نور نگ کے جوانوں میں کبڈی ہو رہی تھی۔ سلطان، مادھو، چونی۔ نصیر، سنتو اور شنکر سب وہیں گئے ہوئے تھے۔

چھمیا، سلامت بی بی۔ کنیز اور دوسری بہت سی عورتوں کے ساتھ اپنی حویلی کی چھت پہ کھڑی ایڑھیاں اُٹھا اٹھا کر کبڈی کے میدان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ایک بار جبکہ مادھو سنگھ کبڈی جیت کر آیا تو اس نے تالیاں بجاتے ہوئے سلامت بی بی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ماں جی! اگر اس بار ہمارا گاؤں جیت گیا تو میں سب کبڈی کھیلنے والوں کو ایک بھینس کا دودھ پلاؤں گا۔

سلامت بی بی نے بد دلی سے کہا۔

پچھلی بار تو ہار ہی گئے تھے۔

چھمیا نے وثوق سے کہا۔

اس بار ضرور جیتیں گے ماں جی!

تم نے کیسے جانا

اس بار وہ سلطان بھی کھیلے ہو گا۔

اچھا کھیلتا ہے؟

خراس تو اکیلا چلا لیتا ہے ماں جی! کبڈی بھی تو اچھی ہی کھیلتا ہو گا نا

دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

چھمیا نے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف اٹھائے۔

رام بھلی کرے گا۔

چھمیا ایک بار پھر اچھل پڑی۔

دیکھو ماں وہ نصیر بھائی بھی جیت کر گئے ہیں۔

سلامت بی بی مسکرا رہی تھی۔

ہاں

دیکھ لینا ماں اس بار ہم ضرور جیتیں گے۔

سلامت بی بی نے بھی دُعا مانگی۔

اچھّا بیٹی خدا کرے ایسا ہی ہو۔

تھوڑی دیر بعد جب کبڈی ختم ہوئی اور نارنگ والے نعرے لگاتے ہوئے جانے لگے تو سلامت بی بی کسی قدر افسردگی سے کہا۔

ہم شاید پھر ہار گئے

چھمیا بھی ماند پڑ گئی

تم نے کیسے جان لیا ماں؟

دیکھو تو نارنگ والے شور مچاتے ہوئے جا رہے ہیں۔

چھمیا بھی شکست خوردہ سی ہو گئی۔

ان کی کیا بات ہے ماں وہ ہار جائیں تب بھی ایسے ہی شور کرتے ہوئے جاتے ہیں

کبڈی کھیلنے والے سب کنویں پر نہانے چلے گئے تھے۔ ہاں صرف سلطان اور شنکر گھر کی طرف آتے ہوئے دکھائی دے رہے۔ جونہی وہ باہر والی حویلی میں داخل ہوئے۔ چھمیا چھت سے اتری اور بھاگتی ہوئی باہر والی حویلی میں آتے ہی بڑی بیتابی کے ساتھ شنکر سے پوچھ لیا۔

بھیا ہم جیت گئے نا؟

اوں ہوں ہار گئے

چھمیا افسردہ ہو گئی

سچ بھیّا؟

ہاں

مگر کیوں؟

بس ہار گئے

تو اس نے کیا کیا! چھمیا نے سلطان کی طرف اشارہ کیا۔

سلطان خود ہی بول پڑا۔

میں تو کھیلا ہی نہیں۔

چھمیا کو غصہ آگیا تھا۔

کیوں

بس کبھی کھیلا ہی نہیں

چھمیا نے ٹیڑھا منہ کر کے کہا۔

بس کبھی کھیلا ہی نہیں۔ اپنا بت دیکھو یہ اتنی بڑی تمہاری لاش کیڑے ہی کھائیں گے۔ تم سے بڑھ کر بزدل بھی کوئی پیدا ہوا ہوگا۔ اتنا مکھن تمہیں کھلا چکی ہوں۔ سب تم نے آج حرام کر دیا ہے۔ آج کے بعد تمہیں بالکل خشک روٹی دوں گی۔

شنکر کو غصہ آگیا

چھمو دفع ہو جاؤ یہاں سے

چھمیا رو پڑی

تم بھی اسی بزدل کی طرف داری کرتے ہوتے بھیا۔

شنکر پھر چلایا۔

میں کہتا ہوں خاموش رہو۔

چھمیا بھی اکڑ گئی۔

نہیں چپ رہتی۔ اس کو کچھ نہیں کہتے جو بکری کی طرح کھاتا ہے مگر سب حرام ہی کرتا ہے اب میں اسے ہر معاملے میں کتے کی طرح نہ دھتکاراں تو چھمیا نام نہیں۔ چھمیا نے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوتے کہا۔

شنکر کو زیادہ ہی غصہ آگیا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر چھمیا کے ایک بھرپور طمانچہ مارنا چاہا مگر سلطان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

پاگل ہو گئے ہو۔

شنکر ابھی تک غصے میں تھا

چھوڑو سلطان میں آج اس کو ٹھیک کر کے رہوں گا۔

چھمیا وہاں سے بھاگ گئی۔ گھر جاتے ہوتے وہ زور زور سے کہہ رہی تھی۔

لوہار بزدل۔ لوہار بزدل۔ لوہار بزدل۔

شنکر مویشیوں کو چارہ ڈالنے لگا۔ سلطان باہر نکل گیا وہ سیدھا کنویں پر گیا۔ نصیر نہا کر واپس چلا گیا۔ مادھو، چوفی اور سنتو ابھی تک وہیں تھے۔ جب وہ نہا چکے تھے تو سلطان ان کو ساتھ لے کر برکت سائیں کی طرف چل دیا۔ راستے میں سلطان نے مادھو سے پوچھا۔ یہ نصیر کا بڑا بھائی کرامت کہاں رہتا ہے۔ میں جب سے یہاں آیا ہوں صرف ایک بار ہی اسے دیکھا ہے۔

مادھو نے بے چینی سے چوفی اور سنتو کی طرف دیکھا

سلطان فوراً بھانپ گیا

کیا کوئی راز ہے ؟

ہاں

مجھ سے بھی ؟

نہیں

تو پھر کہو

شنکر کی ایک بہن تھی جو چھمیا سے بڑی تھی ایک روز وہ کھیتوں میں کرامت کا کھانا لے کر جا رہی تھی کہ کچھ غنڈے اسے اٹھا کر بھاگ گئے۔ کرامت نے اسے چھڑانے کی بھرپور کوشش کی مگر ناکام رہا۔ بعد میں سنا گیا تھا کہ ان نامردوں نے شنکر کی بہن کو جس کا نام ریتا تھا کسی انگریز کو تحفے کے طور پر پیش کر دیا تھا کرامت اسی لڑکی کی تلاش میں کئی کئی روز باہر رہتا ہے لیکن ابھی تک کچھ نہیں پتا کہ کس نے اسے اغوا کیا اور وہ کہاں ہے۔

تم لوگ اس کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ ریتا اس کی سستی ہی سے اغوا ہوئی تھی لہٰذا وہی اسے اغوا کرنے والوں سے انتقام لیگا۔ برکت سائیں کی جھگی قریب آگئی تھی لہٰذا سب خاموش ہو گئے۔

۹

بارش ہو جانے کی وجہ سے آج خوب سردی ہو گئی تھی۔ شنکر صبح سویرے ہی گھریلو استعمال کی چھوٹی چھوٹی چیزیں خریدنے شہر چلا گیا تھا۔ سلطان آج اکیلا ہی چارہ لانے گیا تھا۔

کھیت میں خوب کیچڑ ہو رہا تھا۔ لہٰذا اس نے کھیت کے کنارے کنارے ہی گھوم کر سرسوں جڑ سے اکھیڑ اکھیڑ کر کنارے پر ڈھیر لگانے شروع کر دیئے۔ دوپہر تک وہ سرسوں جڑ سے اکھیڑ کر دھوپ میں رکھتا رہا۔ پھر درانتی پکڑی اور جڑوں پر جمی ہوئی مٹی جو دھوپ اور ہوا لگنے سے خشک ہو گئی تھی بیٹھ کر جھاڑنے لگا۔

دوپہر ابھی تھوڑی ہی سی ڈھلی تھی کہ چھمیا اس کا کھانا لے کر گئی۔ پتلی سی

لسی اور بالکل خشک روٹی وہ آج اس کے لیے لائی تھی ۔ ساتھ کوئی ترکاری بھی نہ تھی صرف مولی کی چٹنی بنا کر روٹی پر رکھی ہوئی تھی اس میں بھی سب مرچیں ہی مرچیں تھیں اور وہ بھی سُرخ مرچیں

وہ ——— وہ شاید سلطان کو بہت بڑی سزا دینے پر تل گئی تھی

دریا کے ساتھ ساتھ بند پر ہوتی ہوئی جب وہ اپنے کھیتوں کی طرف نیچے اترنے لگی تو پیچھے سے دو گھوڑ سوار بڑی تیزی سے آتے اور اس کے پاس آکر رُک گئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔

یہ ہے وہ کنیا

دوسرے نے للچائی ہوئی نظروں سے چھمیا کی طرف دیکھا۔

تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ اس جیسی خوبصورت مٹیار اس پورے علاقے میں کہیں ملے گی۔

چھمیا غصّے میں سُرخ ہوگئی۔

کیا بکتے ہو

ان میں سے دوسرا پھر بولا۔

اس کی زبان بھی کترنی کی سی چلتی ہے۔

چھمیا آگے بڑھنے لگی۔

لیکن ان میں سے ایک فوراً گھوڑے سے اترا اور چھمیا کا بازو پکڑ لیا۔ کہاں چلی ہو ہم تو اتنی دور سے صرف تمہاری خاطر ہی آئے ہیں۔

چھمیا نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا لیا۔

ہوش میں رہو پرسو مل اپنی حدود سے نہ بڑھو!

پرسو نے اس کے سر سے کھانا اتار کر زمین پر رکھ دیا۔

دیکھو یہ کون تمہیں لینے آیا ہے ۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھی کی طرف دیکھا ———

چھمیا پھر غضبناک ہوگئی۔

جانتی ہوں یہ نازنگ کے بے غیرت ذیلدار اشرف کا بے غیرت بھائی سرور ہے۔

سرور جو ابھی تک گھوڑے پر سوار تھا اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔

پرسو! اُٹھاؤ اسے اور لے چلو اپنے باہر والے ڈیرے۔

پرسو نے جونہی چھمیا کو اُٹھانے کی کوشش کی چھمیا پوری قوت سے چلانے لگی۔

سلطان! سلطان!

سرور نے پھر پرسو سے کہا۔

چھوڑ دو اسے اس نے کسی کو مدد کے لیے پکارا ہے۔ پہلے اسے آنے دو جس کو اس نے پکارا ہے۔ پھر اسے لے کر چلیں گے۔ تاکہ اس کے دل میں حسرت نہ رہے کہ جس کو میں نے آواز دی تھی اس کے آنے سے پہلے ہی اغوا کر لی گئی تھی ———

سلطان جو ابھی تک سرسوں کی جڑوں سے مٹی جھاڑ رہا تھا۔ بڑی پھرتی

سے اٹھا اور جونہی اپنے قریب بند پر اس نے چھمیا کو دو مردوں کے پاس کھڑے دیکھا تو وہ بے تحاشا ان کی طرف بھاگنے لگا۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں درانتی پکڑ رکھی تھی۔

ان کے پاس آتے ہی سلطان نے چھمیا سے پوچھا۔

کیا بات ہے۔

کچھ کہنے کے بجائے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

سلطان نے پھر پوچھا۔

بولو بولو کیا بات ہے؟

چھمیا نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

یہ مجھے اٹھا کر لے جانا چاہتے تھے۔

سلطان نے پرسو سے پوچھا۔

کیا بات ہے او!

سرور جو ابھی تک گھوڑے پر سوار تھا بول پڑا۔

اس سے کیا پوچھتے ہو میں بتاتا ہوں۔

ہم اسے اب تک اغوا کر چکے ہوتے۔ لیکن اس نے تمہیں آواز دی تھی اس لیے ہم رک گئے کہ اس کے دل میں حسرت نہ رہے کہ جس کو اس نے آواز دی تھی وہ پہنچ نہ سکا اور میں اغوا ہو گئی۔

سلطان کی آنکھیں آگ برسا گئی تھیں۔ وہ خوفناک طریقے سے دہاڑا۔

ہوش میں رہو ورنہ دونوں کو یہاں کتے کی موت مار دونگا۔

سرور بھی غصے میں دہاڑا۔

اب اٹھا لو اسے پرسو!

سلطان پھر دھاڑا۔

اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔ تو مار مار کر ہڈیاں اڑا دونگا۔

پرسو وہیں رک گیا۔

سرور پھر خونخوار کتے کی طرح بھونکا۔

مجھے پہچاننے کی کوشش کرو۔ کیوں اپنی قیمتی جان سے ہاتھ دھو۔

سلطان نے اپنی پراسرار آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔

تم کتوں کی کون سی نسل ہو۔ میں جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا نیچے اترو اور پھر دیکھو کس کے خون میں گرمی زیادہ ہے۔

چھمیا آج سلطان کی بات چیت سے سخت حیران ہوئی جا رہی تھی۔ سرور جب گھوڑے سے نیچے اترنے لگا تو سلطان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی درانتی چھمیا کی طرف بڑھا دی۔

اسے پکڑنا میں دیکھوں تو کتنی گہرائی ہے اس کی۔

چھمیا نے بڑی ہمدردی سے کہا۔

اسے اپنے پاس ہی رکھو وہ دو ہیں۔

تم پکڑو تو سہی پھر دیکھو میں انہیں مار مار کر کیسے ان کا پلستر بناتا ہوں۔

چھمیا نے درانتی پکڑ لی

سلطان اور سرور بڑی تیزی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ سرور نے آتے ہی سلطان کے جبڑے پر ایک بھرپور گھونسہ مارنا چاہا مگر سلطان بڑی چابکدستی سے اپنا آپ بچا گیا۔

فضا میں سلطان کا ایک ہولناک قہقہہ بلند ہوا۔

ہاہاہاہا ـــ مجھ پر وار کرنا اتنا آسان نہیں جتنا تم سوچ کر گھوڑے سے اترے تھے۔ سرور نے پھرتی سے کام لے کر پھر سلطان کے سر پہ وار کرنا چاہا مگر دوبارہ ناکام رہا۔ اس کے ساتھ ہی سلطان نے اس کی گردن پر ایک بھرپور مکہ رسید کیا۔ پھر دونوں تابڑ توڑ ایک دوسرے پر برس پڑے۔

یکلخت ہی سلطان نے اس کا ایک بازو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے اردگرد ہوا میں لہرایا اور بند کے نیچے پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ سرو پر برس پڑا۔

تم کیوں بیکار کھڑے ہو اپنے ساتھی کی مدد کرو نا بزدل۔ پرسو قہر درویش برجان درویش کے مصداق اپنے بچاؤ کی خاطر تیار ہو گیا۔ مگر سلطان نے چونکہ چیتے کی طرح آگے بڑھ کر اس پر مکوں کی بارش کی تو وہ بے سدھ ہو کر زمین پر لیٹ گیا۔

سلطان سرور کی طرف بڑھا جو پھر اُوپر آ گیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے گتھم گتھا ہو گئے۔ مگر سلطان کے مکوں کی وہ زیادہ دیر تاب نہ لا سکا اور زمین پر چاروں شانے چت گر کر بُری طرح ہانپنے لگا۔

سلطان نے دونوں کے ایک ایک ٹھوکر لگائی۔

اُٹھو اُٹھ کر کان پکڑو۔ ورنہ جان سے مار ڈالوں گا اور تمہاری لاش تک نہ ملیگی۔

دونوں نے اُٹھ کر کان پکڑ لیے۔

سلطان نے اعتراض کیا

یوں نہیں ٹانگوں کے نیچے ہاتھ ڈال کر پکڑو۔

دونوں نے ٹانگوں کے اندر سے کان پکڑ لیے۔ چھمیا کھڑی کھلکھلا کر ہنس رہی تھی ـــ

سلطان پھر بولا۔

اچھا اب زمین پر ناک سے پوری نو نو لکیریں بناؤ۔ یاد رکھو میں ایک ایک لکیر گنوں گا اگر ایک بھی کم ہوئی تو نہیں چھوڑوں گا۔

دونوں نے ناک سے نو نو لکیریں بنائیں۔

سلطان نے پھر ان دونوں کی پیٹھ پر ٹھوکر لگائی۔

جاؤ اب دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔

دونوں فوراً اٹھے اور اپنے گیلی مٹی لگے ہوتے کپڑے جھاڑے بغیر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگ گئے۔

سلطان جب چھمیا کی طرف مڑا تو اس نے مسکرا کر کہا۔

تو اس کا مطلب ہے تم مجھے آج تک بیوقوف بناتے رہے۔

وہ کیسے ؟

بس جو کام کہو مجھے ڈر لگتا ہے ۔ آج تمہارا ڈر کدھر گیا تھا ۔

سلطان نے سنجیدگی سے کہا ۔

آج تو تمہاری عزت کا سوال تھا نا

بہر حال تم نے مجھے بیوقوف تو بنایا ہی ہے نا

چلو چھوڑو اٹھاؤ کھانا اور آؤ ۔

دونوں کھیت کنارے سرسوں کے بہت بڑے ڈھیر کے پاس آ بیٹھے ۔

چھمیا نے حیرت سے پوچھا ۔

بس چارہ ہو گیا ؟

ہاں

تم بیٹھو میں کھانا کھاؤں پھر چلتے ہیں ۔

چھمیا نے کھانا ایک طرف رکھ دیا ۔

کھانا اب گھر چل کر ہی کھانا ۔ یہ کھانا کھانے والا نہیں

کیوں ؟

میں پرانے غصے کی وجہ سے بالکل خشک کھانا اور پتلی سی لسی لائی تھی ۔

سلطان نے کھانا اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا ۔

پھر کیا ہوا

چھمیا نے اٹھ کر اس سے کھانا چھین لینا چاہا مگر کامیاب نہ ہوئی ۔ بس

روہانسی آواز میں کہہ کر رہ گئی ۔

میں کہتی ہوں مت کھاؤ ۔ گھر جا کر تازہ پکا کر دونگی ۔

سلطان نے کھانے سے رومال اٹھایا ۔ دو موٹی موٹی آدھی کچی اور آدھی پکی روٹیوں پر تھوڑی سی مولی کی چٹنی تھی جس میں سرخ سرخ مرچیں خوب نمایاں تھیں ——

چھمیا رو پڑنے والی تھی ۔

میں شرمندہ ہوں سلطان مت کھاؤ یہ کھانا ۔

سلطان بسم اللہ پڑھ کر کھانے لگا ۔

مجھ جیسے بے گھر بے آسرا غریب اور کنگال آدمی کو ایسا کھانا بھی مل جائے تو غنیمت ہے ۔

چھمیا کچھ اداس سی ہو گئی ۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے ۔

سلطان کھانا کھانے لگا ۔ دونوں روٹیاں وہ چٹنی لگا لگا کر اس طرح کھا گیا جیسے مدتوں کا بھوکا ہو ۔ اور خالی برتن چھمیا کی طرف بڑھا دیئے —— پھر وہ اٹھا سارا چارہ گاڑی میں جمایا اور بیل جوت کر گاؤں کی طرف چل دیا ۔ چھمیا بھی اس کے ساتھ گاڑی پر بیٹھ گئی تھی ۔

گاڑی جب بند چڑھنے لگی تو ایک پہیہ جم گیا ۔ بیل ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور گاڑی پیچھے کو کھسکنے لگی ۔ سلطان ایک چھلانگ سے نیچے اترا اور گاڑی کا پہیہ

پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

چھمیا اوپر بیٹھے بیٹھے ہی چلائی۔

میں بھی اتر جاؤں؟

سلطان پہیہ پکڑ کر آگے زور لگانے لگا۔

نہیں نہیں اوپر ہی رہو اب میں گاڑی پیچھے نہیں آنے دیتا۔ یہ ذرا اُ والے بیل کو مارو چابک بہت کام چور ہو گیا ہے یہ

چھمیا نے بیلوں کو چابک مار مار کر ہانکا ادھر سے سلطان نے بھی زو لگایا اور گاڑی بند پر چڑھ گئی۔

گاڑی جب حویلی میں داخل ہوئی تو سلطان نے سارا چارہ اتار کر مشین کے پاس رکھا۔ چھمیا برتن رکھ کر واپس آئی تو اس کے ساتھ کنیز تھی۔ چھمیا نے آ ہی کنیز کو مخاطب کر کے کہا۔

ہم دونوں مشین چلاتے ہیں باجی! تم چارہ لگاؤ۔ آج جڑیں بھی ساتھ ہی اس لیے مشین بھاری ہو گی۔

سلطان مسکرا دیا۔

تم دونوں لگاؤ چارہ میں اکیلا ہی مشین چلاؤں گا۔

شنکر شاید ابھی تک نہ آیا تھا۔ اسی لیے کنیز اور چھمیا چارہ لگانے لگیں اور سلطان مشین چلانے لگا۔

سارا چارہ کترنے کے بعد سلطان نے مویشیوں کے آگے ڈالا اور خود نہانے چلا گیا۔ کافی دیر بعد وہ نہا کر واپس آیا۔ اس وقت تک شام ہو چکی تھی شنکر بھی آ گیا ہوا تھا۔ چھمیا اور کنیز کی مدد سے وہ بھینسوں کا دودھ دوہنے کے بعد دودھ لے کر ہسپتال بھی چلا گیا ہوا تھا۔

سلطان جب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو حیران رہ گیا اس کے کمرے کی خوب صفائی کی ہوئی تھی۔ ہر چیز بڑے قرینے سے کسی نے جما دی تھی۔ خلافِ معمول کمرے میں بتی بھی جل رہی تھی اور اس کا بستر بھی بدل کر ایک نیا بستر ڈال دیا گیا تھا۔

سلطان ابھی کمرے میں آیا ہی تھا کہ چھمیا آ گئی۔

کہا آتے ہی اس نے پوچھا۔

بے رخی سے سلطان نے جواب دیا۔

ہاں چھجے میں رکھی ہوئی چار نارنگیاں چھمیا نے اس کے بستر پر رکھ دیں۔

یہ لو کھاؤ

سلطان بے حد سنجیدہ تھا۔

کون لایا ہے۔

بھائی جان

شنکر آ گیا

ہاں

کب

تم نہانے گئے تو وہ بھی آ گیا۔

کہاں ہے اب

ہسپتال دُودھ دینے گیا تھا۔

دودھ دودھ لیا ؟

ہاں

یہ کھاؤ نا بیٹھ کر اس نے پھر نارنگیوں کی طرف اشارہ کیا۔

مدھم سی آواز میں سلطان نے کہا۔

لے جاؤ میں نہیں کھاؤں گا۔

کیوں

میرے جیسے نیچ شخص کو ایسی چیزیں کھانے سے کیا لگے۔

مُردہ سی آواز میں چھمیا نے جواب دیا۔

سب انسان ایک جیسے ہی تو ہیں۔

سلطان غصے میں برس پڑا۔

میں کمینہ ہوں۔ ذلیل، لوہار، بزدل، گاڈری اور کم دل ہوں میں بھلا عام انسانوں جیسا کہاں۔

چھمیا نے اپنے دل پر ایک سخت چوٹ محسوس کی۔

انسان سے غلطی بھی تو ہو جاتی ہے۔

سلطان اداس ہو گیا۔

میں تو خود غلطیوں کا ڈھیر ہوں۔

چھمیا رو دی۔

میں اپنے غلط رویے کی معافی مانگتی ہوں۔

میں کون ہوتا ہوں معاف کرنے والا۔ میں ہوں ہی اس سلوک کے لائق۔ مجھ جیسا بدبخت انسان جو دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھر کا ہو نہ گھاٹ کا اسے اس سے بہتر سلوک کی اُمید بھی نہیں رکھنی چاہیئے۔ میں اگر بدبخت بے آسرا اور کمینہ نہ ہوتا تو یہ ملازمت ہی کیوں کرتا۔

کب کسی نے تمہیں ملازم سمجھا ہے۔ چھمیا زیادہ ہی سسک پڑی۔ کوئی سمجھے نہ سمجھے مجھے تو اس کا احساس ہے نا۔

چھمیا نے اس کا بازو پکڑ کر بستر پہ بٹھانا چاہا۔

چھوڑو ایسی باتوں کو بیٹھ کر کھاؤ۔

اوں ہوں ــــ لے جاؤ میں نہیں کھاؤں گا۔

سلطان نے اپنے بستر سے کھیس اٹھایا اور اسے اوڑھ کر باہر نکلنے لگا۔

چھمیا پھر سامنے کھڑی ہو گئی۔

کہاں چلے ہو۔ میں کھانا لا رہی ہوں کھا کر کہیں جانا۔

سلطان نے پھر اداس سی آواز میں کہا۔

میں نہیں کھاؤں گا۔

کہاں کھاؤ گے پھر

مادھو کے ہاں

کیوں ؟

یہ میرا ذاتی معاملہ ہے تمہیں اس سے کیا۔

چھمیا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

سلطان باہر آیا۔ سارے مویشیوں کی کھرلیوں میں ایک بار ہاتھ مارا پھر اپنا بھیس درست کرتا ہوا وہ حویلی سے نکلا۔ دروازے کے پاس ہی شنکر مل گیا سلطان کو دیکھتے ہی اس نے پوچھا۔

کدھر

مادھو کے ہاں

میں تمہارا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں کہ تم نے آج چھمیا کی عزت بچائی۔ ماں جی اور بھابی بھی تمہیں بلا رہی ہیں۔

سلطان باہر نکل گیا۔

یہ میرا فرض تھا۔

بھائی کو آتے دیکھ کر چھمیا نے آنسو پونچھے اور نارنگیوں والا چھبہ اُٹھا کر باہر نکل گئی۔ اس نے دیکھا۔ سلطان گلی میں سر جھکائے مادھو کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ چھمیا اداس اداس سی گھر چلی گئی۔

۱۰

سلطان اور مادھو پریم پور سے نکل کر ٹبی بنگلہ کی طرف کھیتوں میں سے ہو کر جانے والی پگڈنڈی پر دونوں باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ دونوں گاؤں کے درمیان صرف ایک فرلانگ کا فاصلہ تھا۔ لہٰذا جلد ہی ٹبی بنگلہ جا گھسے۔

ایک کچے سے مکان کے سامنے مادھو رک گیا اور سلطان سے کہا تم اندر جاؤ میں اب جاتا ہوں اور میں نے جو جو باتیں بتائی ہیں بھول نہ جانا ـــ سلطان مسکرا دیا۔ اچھا تم جاؤ ـــ میں سب ٹھیک کر لونگا۔

سلطان مکان میں داخل ہوا۔ صحن میں ایک کھاٹ پڑی ہوتی تھی وہ چپ چاپ اس پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی باہر آئی اور سلطان کیطرف دیکھتے ہوتے بڑے غصے سے کہا۔

کون ہو تم ؟

سلطان سنجیدہ ہو گیا تھا ۔

تمہارا نام ناز ہے نا

ہاں مگر تمہیں کیا

سلطان کھڑا ہو گیا

میں عقیل ہوں

ناز بھاگ کر اس سے لپٹ گئی

بھائی جان

پھر وہ شور کرنے لگی

ماں ! ماں ! جلدی باہر آؤ دیکھو بھیا آ گئے ۔ دیکھو ماں میرے بھائی جان آ گئے ہیں ۔ ایک بوڑھی عورت جس کی کمر جھک گئی تھی آہستہ آہستہ باہر آئی اور بڑے غور سے سلطان کی طرف دیکھا ۔ سلطان فوراً ماں کہہ کر اس کے قدموں پر گر گیا ۔ اس عورت نے اسے لپٹا لیا اور اس کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی کی طرح آنسو رواں تھے ۔

سلطان منت سماجت کرنے لگا ۔

ماں مجھے معاف کر دو ۔ میں تم دونوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا ۔ اب کہیں نہ جاؤں گا ۔ ایک بار صرف ایک بار کہہ دو ماں کہ میں نے تمہیں معاف کیا ۔ سلطان واقعی حقیقی جذبات نگاری پر اُتر آیا تھا ۔ اس کی پلکیں بھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھیں

بڑھیا جس کا نام ہاجرہ تھا خلاؤں میں کھو گئی ۔

میرے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ سب سے بڑا انعام ہے ۔ کہ میرا کھویا ہوا بیٹا واپس آ گیا ہے اب مجھے کچھ نہیں چاہیئے ۔ مجھے سب کچھ مل گیا ۔ سلطان کو پکڑ کر اس نے اُوپر اُٹھایا ۔

آؤ بیٹا اندر آؤ باہر سردی ہے ۔

ناز بھاگتی ہوئی باہر چلی گئی اور شور کرنے لگی ۔

میرے بھیا آ گئے ۔۔۔ میرے بھیا آ گئے ۔

سب لوگ سلطان کو دیکھنے ان کے گھر جمع ہو گئے ۔

شام کو کھانے کے بعد تینوں ماں بیٹا اور بیٹی لحاف اوڑھ کر ایک ہی چارپائی پر بیٹھ گئے اور ہاجرہ نے پوچھنا شروع کیا ۔

تم اتنا عرصہ کہاں رہے بیٹا

سلطان نے ساری باتیں شاید پہلے ہی سے سوچ رکھی تھیں ۔

لاہور رہا ماں !

کیا کرتے تھے

ایک ہوٹل میں کام کرتا تھا

تمہیں ماں اور بہن بھی یاد نہ آئی

سلطان نے دکھ سے کہا

بس غلطی ہو گئی ماں

کب آئے ہو۔

سلطان ٹال گیا۔

وہ پریم پور والے ڈاکٹر ہیں نا نصیر وہ لائے تھے۔

ہاجرہ نے اس کا شکریہ ادا کیا

بہت اچھا انسان ہے وہ سب کا علاج مفت کرتا ہے۔

ہاں ماں انہوں نے مجھے اپنے ہاں ملازم بھی رکھ لیا ہے ساٹھ روپے ماہوار دیں گے۔

کام کیا کرو گے۔

یہی مویشیوں کا چارہ بنا دیا کروں گا

تو رات کو آجایا کرو گے۔

نہیں وہیں رہا کرونگا۔ ویسے کبھی کبھی آ ہی جایا کرونگا۔ سلطان نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور روپوں کی ایک گھٹی ہاجرہ کی گود میں رکھ دی

یہ لو ماں!

ناز خوش ہوگئی

ہائے اللہ۔ یہ اتنے نوٹ

ہاجرہ نے نوٹ سنبھال لیے اور مسکرا دی۔

تمہارے بھیا کی شادی کرونگی اس سے

ناز اچھل پڑی

ہاں ہاں ماں بالکل ٹھیک ہے۔ ایک خوبصورت سی بھابی آئے گی، گھر میں

سلطان نے ناز کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔

پہلے میری اس بہن کی شادی ہوگی ماں!

لاج سے ناز کا سر جھک گیا۔

میں نے ٹھیک کہا ہے نا ماں

گھمبیر سی آواز میں ہاجرہ نے کہا۔

ہاں بیٹے پہلے اسی کا کہیں کروں گی۔ یہ کہیں ٹھکانے لگ گئی تو میں سمجھونگی میری زندگی کی ہر آرزو پوری ہوگئی ہے۔

سلطان نے فخر سے کہا۔

دیکھنا ماں اس ٹھاٹھ سے اپنی بہن کی شادی کرونگا کہ سب لڑکیاں رشک کرنے لگیں گی۔

ناز سر جھکائے رو رہی تھی۔

سلطان نے پیار سے کہا۔

تم رو رہی ہو پگلی۔

ناز اور سسک دی۔

میں ماں اور تمہیں چھوڑ کر کہیں نہ جاؤنگی بھیا

ہاجرہ کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

ہر بیٹی کو ایک نہ ایک روز باپ کا گھر چھوڑنا ہی ہے! کوئی بیٹی بھی سدا ماں باپ کے ہاں نہیں رہتی — اسے اپنی ایک نئی دنیا بسانا ہوتی ہے اور یہی اس کی زندگی کا حاصل ہوتا ہے۔

سلطان نے پھر ناز کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

بس کرو ماں یہ زیادہ رونے لگی ہے۔

سلطان نے کھڑا ہونا چاہا۔

اچھا ماں میں چلتا ہوں۔

ناز تڑپ اٹھی۔

کہاں بھیّا

پریم پور کے ڈاکٹر کے ہاں وہاں ملازمت جو کرنا ہے۔

نہیں بھیّا میں تمہیں نہیں جانے دونگی۔ آج ہی تو آئے ہو جی بھر کر تمہیں دیکھا بھی نہیں۔

ہاجرہ نے بھی تائید کی۔

نازو ٹھیک ہی کہتی ہے بیٹا — آج نہ جاؤ

سلطان مان گیا۔

اچھا نہیں جاتا

ناز خوش ہو گئی۔

میرے اچھے بھیّا

دودھ لاتی تھی ناز — ہاجرہ نے پوچھا۔

ہاں ماں۔

تو پلاؤ نا بھیّا کو

ناز ہاتھ ملنے لگی۔

ہائے ماں میں تو بھیا سے باتیں کرنے کی خوشی میں انہیں دودھ پلانا بھول ہی گئی تھی۔

ناز لحاف سے نکلی ایک موٹا کھیس اوڑھا اور دودھ لینے باہر چلی گئی۔

۱۱

رات آئی اور چلی گئی ۔ سمے درختوں کے سایوں کی طرح اوجھل ہوتے رہے۔ سلطان نے نازو کی شادی پریم پور کے ایک بے حد غریب سے جوان سے کر دی تھی ۔ جس کا نام اکبر تھا وہ قوم کا تو لوہار ہی تھی ۔ مگر اپنا پیشہ ورانہ کام نہ کرتا تھا ۔ تھوڑی سی زمین اپنی تھی اور کچھ دوسروں کی حصہ پر جوت کر گزر بسر کرتا تھا۔

اکبر کے ماں باپ چونکہ مر چکے تھے لہٰذا وہ ہاجرہ کو بھی اپنے ہاں ہی لے گیا۔ سلطان بہت منع کیا مگر اکبر کی لگاتار ضد کے آگے جھکنا ہی پڑا اور یوں نازو اپنے شوہر اور ماں کے ساتھ ہنسی خوشی ایک نئی زندگی کی ابتداء کر چکی تھی ۔

ہاجرہ اب دن رات سلطان کی شادی کی فکر میں لگی ہوتی تھی مگر وہ برابر انکار کرتا جا رہا تھا ۔ اس نے ہر جتن آزمایا مگر سلطان کسی طرح بھی شادی کے لیے تیار نہ ہوا ۔ ہاجرہ بھی وقتی طور پر کچھ خاموش ہو گئی ۔ تاہم بیٹے کی شادی کی تمنا اس کے دل میں اسی طرح موجزن تھی ۔

چھمیا بڑی تیزی سے سلطان کے قریب ہو گئی تھی ۔ شروع میں اس نے سلطان سے جتنی نفرت کی تھی ۔ اب اس سے کئی گُنا وہ اس سے محبت کر رہی تھی ۔ مگر سلطان کا رویہ ویسے کا ویسا ہی تھا ۔ وہ اس سے کسی وقت بھی خوشی سے بات نہ کرتا ہر وقت بس بے رخی کا اظہار کرتا تھا ۔

مگر اس کے باوجود جس قدر بے رخی سے وہ پیش آتا چھمیا اسی قدر اس سے قریب ہوتی چلی گئی تھی ۔ سلطان ہفتے میں ایک دو بار ماں اور بہن کو مل آتا تھا ۔ اگر کبھی وہ ان کے پاس جانے میں دیر کر دیتا تو ہاجرہ اور نازو اکبر کے ساتھ خود ہی اسے ملنے چلے آتے ۔ یوں زندگی تو ایک ڈگر پہ چل نکلی تھی ——

مگر اس کی منزل ابھی بہت دُور تھی —— دور —— بہت دور ——

سپنوں کے سایوں میں اوجھل اوجھل

جسے پانے کی خاطر

جرأت چاہیئے تھی

ایک طویل کشمکش

لگاتار جستجو

سچی لگن

اور —— اور صبر آزما لمحات کی ضرورت تھی ۔

منزل

جو دھندلی ہی تھی اور دور بھی ۔

جس کی راہ میں پھول کم (مگر اُلجھا دینے والے) کانٹوں کی بہتات تھی ۔

ایک کالے قانون کو اپنے ہاتھ میں پہنا تھا ۔

سمندر پار سے آئی ہوئی ایک اجنبی قوم سے ٹکرانا تھا ۔ جو چوروں کی طرح اس ملک میں داخل ہوئی اور آکاس بیل کی طرح پھیل کر ہر سو غلامی کی زنجیریں لٹکا کر رکھ دیں ۔

ہاں اسی قوم سے

جو ہر ملک کی دولت شہد کی مکھی کی طرح چوس کر اپنے ملک لے گئی ۔

گروہ دن بدن مضبوط ہوتا جا رہا تھا تاہم انہوں نے ابھی تک کوئی ایسا انجام نہ دیا تھا جس کا تاریخ کے اوراق اٹھا سکیں ۔ پھر بھی راستے سید کئے جا رہے تھے ایک بھرپور ضرب لگانے کی خاطر میدان ہموار ہو رہا تھا ۔ ہی اندر لاوا پک رہا تھا جو کسی وقت بھی اُبل کر ہر سو تباہی اور بربادی کا باعث بن سکتا تھا ۔

بہر حال کارواں آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف رواں تھا ۔

چھمیا کو ابھی تک اس کے اصل حالات کا علم نہ تھا ۔ تاہم وہ اس فکر میں ضرور تھی کہ سلطان راتوں کو کہاں رہتا ہے اور یہ کہ اس کی وقت کے کشمکش کا جھکاؤ کس طرف ہے ۔

آج بھی جبکہ سلطان کہیں باہر گیا ہوا تھا ۔ وہ حویلی کی چھت پر لیٹی بڑی بیتابی سے اُس کا انتظار کر رہی تھی ۔ گھر کے سب افراد سوتے ہوتے تھے ۔ مگر اس سے تو نیند کوسوں دور تھی ۔

سلطان کہاں ہے ۔

رات کے اس سمے وہ کدھر جاتا ہے ۔

اس کی منزل کیا ہے ۔

کیا وہ کسی اور سے ———

کیا وہ رات کے وقت ———

ایسے ہی طرح طرح کے سوال اس کے ذہن میں تپش پیدا کر رہے تھے ۔ اس نے گو نگاہیں نیلے آکاش پر جما رکھی تھیں مگر اس کے کان کسی کی آہٹ سننے کو بیتاب تھے ۔ اس کا دل کسی کو پکار رہا تھا ۔ ہر سو ٹھنڈک ہی ٹھنڈک تھی مگر اس کا جسم کسی کی خاطر تپ اُٹھا تھا ۔ کیکر کی چھدری چھاؤں کی طرح اس کا دل چھلنی تھا ۔

تاروں کا کارواں ہر سو محبت اور چاہت کے نغمے بکھیرتا ہوا نیلے آکاش پر اپنی منزل کی طرف رواں تھا ۔ رات خاموش تھی ، ماحول اداس تھا ۔ کسی بیوہ کی اُجڑی ہوئی مانگ کی طرح ۔

اچانک چھمیا کے کان کھڑے ہو گئے ۔ باہر والی حویلی میں گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی تھی ۔ وہ اپنے بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی اور حویلی کی طرف دیکھا ۔

سلطان گھوڑی پر سوار حویلی میں داخل ہوا تھا۔ وہ زین پر جھکا ہوا تھا۔ ایک بازو اس نے کچھ اس طرح دوہرا کر رکھا تھا جیسے زخمی ہو۔

چھمیا بیتاب ہوگئی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ سلطان بڑی مشکل سے نیچے اترا۔ دائیں ہاتھ سے اس نے زین اتار کر اپنے کمرے میں رکھی اور پھر گھوڑی کو صحن میں باندھ کر اس کے آگے باریک کترا ہوا ہرا باجرہ ڈال دیا۔ وہ بایاں ہاتھ استعمال نہ کر رہا تھا۔ دوبارہ وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

چھمیا پریشان ہوگئی۔ دبے دبے پاؤں وہ نیچے اتری اور دوسری حویلی میں داخل ہوئی۔ صحن میں شنکر بھی سو رہا تھا۔ لہٰذا وہ بڑی احتیاط سے چلتی ہوئی سلطان کے کمرے میں آئی۔ اس نے دیکھا سلطان سیاہ لباس اتار کر دوسرے کپڑے پہن چکا تھا۔ اس نے بازو پر کندھے سے ذرا نیچے پٹی باندھ رکھی تھی جو خون سے تر تھی۔

چھمیا اپنے حواس کھو بیٹھی اس بچاری کی سدھ بسر گئی تھی۔

روتی ہوئی آواز میں اس نے سلطان سے پوچھا۔

یہ کیا ہوا۔

سلطان نے پھر اجنبیت کی دیوار کھڑی کر دی۔

تمہیں کیا

چھمیا کے دل پر سینکڑوں نشتر چل گئے تھے۔

کہاں گئے ہوتے تھے۔

سختی سے سلطان نے کہا۔

جہنم میں

چھمیا رو پڑی

تو مجھ سے کیوں ناراض ہوتے ہو۔

سلطان نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

تمہارا میرے ساتھ کیا تعلق۔

چھمیا نے آنسوؤں میں کہا۔

میرے ساتھ تم یوں ہی کالی پیلی آنکھیں کرتے رہتے ہو۔

سلطان باہر نکل گیا۔

چھمیا نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

جہاں بھی جاؤ

حویلی سے جب وہ باہر نکلا تو چھمیا نے اس کے اتارے ہوئے کپڑے دیکھے قمیض خون میں بھیگی ہوئی تھی اور تہ بند پسینے میں شرابور تھا۔ دونوں کپڑے اس نے اٹھائے دوسری حویلی میں جا کر بغیر آواز کیے دھوئے اور پھر سلطان کے کمرے میں آکر لٹکا دیئے۔

تھوڑی دیر اس نے سلطان کی واپسی کا انتظار کیا۔ پھر اس خیال سے کہ شاید ہسپتال چلا گیا ہو وہ بوجھل بوجھل سی دوسری حویلی میں چلی گئی اور بستر پر گر کر سونے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

دوسرے روز سلطان نے ڈھیٹ بن کر سارا دن شنکر کے ساتھ کام کیا۔ شنکر کو خبر نہ تھی کہ اس کا بازو زخمی ہے۔ مگر شام سے ذرا پہلے جب وہ حسبِ معمول مشین چلانے لگا اور شنکر اور چھمیا لمبا لمبا باجرہ مشین میں دینے لگے تو کچھ دیر تک تو وہ اکیلے ہی ہاتھ سے مشین چلاتا رہا۔

پر جب اس نے سانس نکالنے کی خاطر اپنا دوسرا ہاتھ بھی استعمال کرنا شروع کیا تو زخم پھر کھل گیا اور خون ٹپک ٹپک کر کترے ہوتے چارے میں گرنے لگا۔ شنکر اور چھمیا اپنی دھن میں کام کر رہے تھے وہ دھیان نہ دے سکے۔

اچانک سلطان نے مشین چلانا بند کر دی اور نڈھال سا ہو کر اس نے اپنا سر مشین کے چکر پر ٹکا دیا۔

شنکر پریشان ہو گیا۔

کیا ہوا ؟

چھمیا کی نگاہ فوراً اس کے بائیں بازو پر چلی گئی جہاں سے خون ٹپک رہا تھا اس نے شنکر سے کہا۔

بھیّا دیکھو تو اس کے بازو کو کیا ہوا۔ دیکھو تو کیسے خون کے سراتے نکل رہے ہیں۔

شنکر کانپ گیا۔

رام بھلی کرے یہ اسے کیا ہو گیا۔

عین اسی وقت نصیر حویلی میں داخل ہوا۔۔۔ اور سلطان کو نڈھال سا دیکھ کر شنکر سے پوچھا۔

کیا ہوا ؟

شنکر بدحواس ہو گیا تھا۔

اسے ذرا دیکھنا بھیّا خبر نہیں کیا ہو گیا ہے۔ دیکھو تو اس کے بازو سے کس طرح خون ٹپک رہا ہے۔ اسے کچھ ہو گیا تو میں بھی جی نہ سکونگا بھیّا۔

چھمیا بھی پاس کھڑی رو رہی تھی۔

شنکر سسک پڑنے والا تھا۔

دیکھو تو بھیّا اس کا رنگ بھی پیلا ہو گیا ہے اور سارا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا ہے

نصیر نے آگے بڑھ کر سلطان کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور اس کے کمرے میں لے جا کر بستر پر لٹا دیا۔

نصیر نے اب شنکر سے پوچھا۔

یہ مشین چلا رہا تھا۔

ہاں شنکر نے کانپتے ہوئے کہا۔

تم نے کیوں چلانے دی۔ تمہیں خبر نہ تھی کہ یہ رات کا زخمی ہے۔

مجھے کہاں خبر تھی بھیّا یہ سارا دن میرے ساتھ کام کرتا رہا ہے۔ اور مجھے بتایا ہی نہیں کہ میں زخمی ہوں یا میرے بازو پر چوٹ آئی ہے۔ بس اچانک مشین چلاتے چلاتے نڈھال ہو گیا ہے۔

میں نے تو اسے کہا تھا کہ صبح سویرے اور شام کو میرے پاس پٹی بدلوا آئے ۔ مگر یہ نہیں آیا تو مجھے فکر ہوئی اور میں خود ہی چلا آیا کہ اس کے باندھ دوں ۔

چھمیا نے روہانسی آواز میں پوچھا

یہ زخمی کیسے ہوا بھیّا

نصیر نے ٹالنا چاہا

ایک لمبی کہانی ہے ۔

پھر بھی

پھر کبھی بتاؤنگا

چھمیا بھی بضد تھی

اب کیا ہے ؟

وقت نہیں

چھمیا خفا سی ہو گئی

ہوں وقت نہیں

نصیر نے پیار سے اس کا سر تھپتھپایا ۔

اچھی بہنیں خفا نہیں ہوا کرتیں ۔

آپ ہی بتا دیں نا ۔ کیا بھائی بہنوں سے بھی کوئی راز رکھتے ہیں ۔

اچھا ابھی تو مجھے اس کی پٹی کرنے دو ۔ وعدہ کرتا ہوں تمہیں سب کچھ بتا دونگا

چھمیا سلطان کے متعلق بہت کچھ سننا چاہتی تھی ۔

کہ وہ راتوں کو کہاں جاتا ہے ۔

اسے کسی کی جستجو ہے ۔

وہ زخمی کیسے ہوا

کس سے اس کی دشمنی ہے ۔

اس کی منزل کیا ہے ۔

اس کا رُخ کدھر ہے ۔

تاہم نصیر کے وعدہ کرنے پر وہ کچھ مطمئن سی ہو گئی کہ اب اسے اس کے سب سوالوں کا جواب مل جائے گا ۔

نصیر سلطان کے زخم پر پٹی باندھنے لگا ۔ شنکر اور چھمیا دونوں قریب کھڑے بڑی افسردگی سے سلطان کو گھورے جا رہے تھے ۔

۱۲

عید آگئی تھی ۔ ایک روز پہلے سلطان نے گھر کا سارا کام جلدی جلدی ختم کیا۔ شنکر کے ساتھ مل کر اس نے عید کے روز کے لیے بھی چارہ بنا دیا تھا۔ شام سے ذرا پہلے اپنے کمرے سے اس نے چادر نکال کر کندھے پر رکھی اور پھر صحن میں کھڑے شنکر کے پاس آیا۔ چھمیا بھی وہیں کھڑی تھی۔

میں جا رہا ہوں ۔ اس نے شنکر سے کہا۔

کہاں

گھر کل عید ہے نا

ماں جی کہہ رہی تھیں کہ آج کرامت بھائی بھی آئیں گے ۔ کل عید کے روز گھر کے سب افراد مل کر کھانا کھائیں گے پھر تم کہیں جاؤ گے ۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے ۔ میری ماں اور بہن انتظار کر رہی ہونگی ۔ مجھے انہیں عید کے لیے کچھ چیزیں بھی خرید کر دینا ہوں گی۔

چھمیا وہاں سے کھسک گئی اور سلامت بی بی کو بلا لائی ۔ اس نے آتے ہی سلطان سے پوچھا۔

کیا بات ہے بیٹے

شنکر نے فوراً کہہ دیا۔

یہ آج گھر جانا چاہتا ہے ماں !

سلامت بی بی نے بڑے پیار سے کہا۔

کل جانا بیٹے ۔ میری خواہش ہے ۔ تم نصیر شنکر اور کرامت چاروں مل کر ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ اور مجھے یہ محسوس ہو کہ میرے دو نہیں چار شیر جیسے بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں بس میری تو یہ خواہش ہے ۔ اب تم بہتر سوچتے ہو کر لو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

سلطان کا سر جھک گیا۔

میں آپ کی خواہش کیسے رد کر سکتا ہوں ماں جی !

ایک اور بات بھی ہے۔

جی

یہ گھوڑی لو اور ماں کو جا کر بتاؤ کہ میں عید یہاں پڑھ کر آجاؤں گا۔

سلطان آگے بڑھا ۔ اپنے کمرے سے زین نکال کر وہ گھوڑی پر ڈالنے

ہی والا تھا ۔ کہ سلامت بی بی پھر بول پڑی ۔

رہنے دو سلطان ۔ لو وہ آ ہی گیئں ہیں ۔ بہت لمبی عمر ہے اُن کی

سلطان نے دیکھا ۔ ہاجرہ ، ناز اور اکبر حویلی میں داخل ہو رہے تھے

ہاجرہ نے آتے ہی سلطان سے گلہ کیا ۔

بہت بے حرص ہو گئے ہو ۔ کل عید ہے تم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ماں او

بہن انتظار کر رہی ہونگی ۔

سلطان مسکرا دیا ۔

میں ابھی گھر ہی بتانے تو آ رہا تھا کہ میں عید کی نماز یہاں پڑھ کر آؤنگا

کیوں ؟

سلطان نے سلامت بی بی کی طرف اشارہ کر کے کہا ۔

ماں جی کی خواہش تھی کہ کل میں ، شنکر ، نصیر اور کرامت چاروں بھائی ل

کھانا کھائیں ۔

یہ اگر ان کی خواہش ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں میری نسبت ان کا تم پر زیا

حق ہے کیونکہ یہ تو تمہیں مجھ سے بھی زیادہ پیار کرتی ہیں ۔

سلامت بی بی نے کچھ سوچا پھر ہاجرہ سے کہا

آج رات تم سب بھی یہیں رہو بہن ۔ کل سلطان کے ساتھ ہی چلے جا

چھمیا کو فوراً موقع مل گیا اور اس نے آگے بڑھ کر ناز کے گلے میں باہیں ڈا

ناز باجی آپ نے پچھلی بار کہا تھا کہ تم کبھی یہاں ضرور رات رہو گی ۔ بس آج

تمہیں نہ جانے دونگی ۔ پھر وہ ہاجرہ کی منت کرنے لگی ۔ آج یہیں رہ جاؤ نا ماں ۔

کوئی پرایا تھوڑے نہیں آپ لوگوں کا اپنا ہی گھر ہے ۔

ہاجرہ مان گئی ۔۔۔ شام ہو گئی تھی ۔ چھمیا خوشی خوشی انہیں چھت پر لے گئی ۔

وہ ناز کے پاس بیٹھ گئی اور بڑی رازداری سے کہا ۔

باجی ! پچھلی بار تم نے کہاں تھا نا کہ مجھے ساتھ لے کر گھر چلو گی ۔ کل جب جاؤ گی

تم مجھے ساتھ لے جاؤ گی نا ؟

ناز ہنس دی ۔

ضرور لے کر جاؤنگی ۔

چھمیا نے دائیں ہاتھ کی پہلی انگلی ہوا میں لہرا کر تاکید کی ۔

بھولنا نہیں

اتنے میں سلامت بی بی آ گئی اور چھمیا پر خفا ہونے لگی ۔

یہاں بیٹھی باتیں بناتی رہو گی یا ان کے کھانے کا بھی بندوبست کرو گی

چھمیا کھڑی ہو گئی اور چٹکی بجائی ۔

ابھی کرتی ہوں ماں

وہ نیچے اتر آئی ۔۔۔ سلامت بی بی بھی اس کے پیچھے پیچھے آ گئی تھی ۔ چھمیا جب

صحن میں اُتری تو پیچھے سے اس نے آواز دی ۔

چھمو بیٹی

چھمیا نے پیچھے مڑ کر دیکھا ۔

جی

سنو وہ اس کے قریب ہوگئی۔

سلطان، نصیر، کرامت اور شنکر کے کل عید کے لیے نئے کپڑے تیا
ہو گئے ہیں نا

جی ہاں

تم ایسا کرو ابھی کنیز کو ساتھ لے کر کپڑے کی دوکان پر چلی جاؤ اور وہاں
ویسا ہی لے کر اکبر کے لیے درزی کو دے آؤ اور اسے کہنا کہ صبح سویرے ہم
ضرور چاہیئے۔

چھمیا واپس مڑنے لگی۔

ابھی بندوبست کرتی ہوں۔

سنو تو

جی

چھمیا کی چنری پر بڑی ٹانگوں والا کیڑا دوڑ رہا تھا۔ سلامت بی بی نے ا
پکڑ کر نیچے پھینکتے ہوئے کہا۔

گھر پر کوئی زنانہ کپڑا ہے۔

کس قسم کا۔

نماز کے لیے بھی تو کپڑے چاہیں نا۔

گھر پر تو کوئی نہیں۔

پھر جیسے کپڑے تم نے اور کنیز نے اپنے لیے خریدے ہیں ویسے ہی اس کے لیے بھی لے لینا اس کے علاوہ ہاجرہ کے لیے کالے رنگ کی اچھی ویل کی قمیض جیسی میرے لیے لیتی ہو۔ نیلے رنگ کا تہ بند اور سفید دوپٹہ لے لینا۔ ان کے کپڑے بھی دے آنا درزی کو اور کہنا کل صبح یہ بھی چاہیں۔ اب تم کنیز کو لے کر جاؤ۔ میں کھانے کا بندوبست کرتی ہوں اور جلدی آنا ادھر ہی نہ بیٹھ جانا۔ ابھی بھینسوں کا دودھ بھی دوہنا ہے۔ جاؤ اب جلدی کرو۔

چھمیا کنیز کو لے کر باہر نکل گئی۔ اور سلامت بی بی کھانے کا بندوبست کرنے لگی۔

دوسرے روز عید تھی۔ سلطان نہا دھو کر اپنے کمرے میں عید کی نماز پڑھنے کو جانے کے لیے تیار کھڑا تھا کہ چھمیا اس کے نئے کپڑے لے کر آئی اور اس کے بستر پر رکھ دیئے۔

یہ تمہارے کپڑے ہیں۔ سلطان! جلدی جلدی پہن لو۔ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ سب لوگ تمہارا انتظار کر رہے۔

سلطان نے اپنے پہنے ہوئے کپڑوں کی طرف دیکھا اور قمیض کا اگلا پلو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھٹکتے ہوئے کہا۔

یہی ٹھیک ہیں۔

چھمیا کو طیش آ گیا۔

کیوں یہی ٹھیک ہیں۔ تم پہنو نئے کپڑے۔

سلطان باہر نکلنے لگا۔

اوں ہوں ۔

چھمیا اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی ۔

نہیں جانے دونگی ۔ پہلے کپڑے پہنو۔

نہیں پہنتا تم ہٹو پیچھے

نہیں ہٹتی میں

میں کہتا ہوں ـــــــ

چھمیا نے اس کی بات اچک لی ۔

کیا کہتے ہو تم ۔ زیادہ سے زیادہ مارو گے نا ۔ آج میں یہ بھی کر دیکھوں گی

اس نے سر نیچا کر لیا ۔

لو مارو ۔

سلطان پہلی بار ہنس دیا ۔

تو بہت ضدی ہے ۔

ضدی ہوں یا کچھ بھی ہوں مگر آج تجھے کپڑے ضرور پہنا کر چھوڑونگی ۔

سلطان ہار مان گیا ۔

اچھا نکلو باہر میں پہنتا ہوں ۔

چھمیا باہر نکل گئی ۔

میں ادھر باہر ہی کھڑی ہوں جلدی کپڑے بدل کر باہر نکلو ۔

لطان نے کپڑے بدلے اور باہر آگیا ۔

چھمیا مسکرا دی ۔

اب اچھے لگتے ہو نا ۔ چلو گھر تمہیں شیشہ دکھاؤں جا کر

سلطان پھر پہلے ردیہ پر اُتر آیا ۔

بس بس رہنے دو ۔

سلطان گاؤں کی مسجد میں ۔ نصیر، کرامت اور اکبر کے ساتھ جا کر عید پڑھ آیا ۔

گاؤں کے سب لوہار، ترکھان، موچی، مصلی، کمہار اور بھٹیارے بڑی بڑی چنگیریں اٹھاتے ہر گھر سے کھانے کی شکل میں اپنی عیدی وصول کر رہے تھے ۔

گاؤں میں گوشت کی ایک ہی دکان تھی جس پر خوب بھیڑ ہو رہی تھی ۔

گاؤں کے بچے بالے نئے کپڑے پہنے تہبند کی کنیوں میں پیسے باندھ کر میلے جانے کی تیاری کر رہے تھے ۔ بچیوں اور جوان جوان لڑکیوں نے گاؤں کے باہر شیشم، کیکر، آم اور چیل کے درختوں پر جھولے ڈال رکھے تھے ۔ دو دو ہو کر جھولا جھول رہی تھی اور ان کی باقی سکھیاں نیچے بیٹھ کر ڈھولک بجا بجا کر خوشی کے گیت گا رہی تھیں ۔ ہر طرف رنگ ہی رنگ تھا ۔ خوشبو ہی خوشبو مہک رہی تھی ۔ بچوں کے شوخ رنگ کے کپڑے اور الھڑ مٹیاروں کے ٹیکنی کلر دوپٹے فضا میں لہرا لہرا کر ہر دل میں ایک نئی امنگ پیدا کر رہے تھے ۔

عید کی نماز کے بعد جب سلطان گھر داخل ہوا تو چھمیا، کنیز اور ناز تینوں ایک ہی جیسا لباس پہنے کھڑی تھیں ۔ دوسری طرف سلامت بی بی اور ہاجرہ کے کپڑے بھی ایک جیسے تھے ۔

چھمیا کا حسن آج شعلہ جوالہ بنا ہوا تھا۔ نئے کپڑے میں آج وہ کندن (بنی)
ہوئی تھی آج ——

آج تو

اس میں چہک تھی

رنگ تھا

مہک تھی

وہ بہت خوش تھی۔ سبزے پر لہراتی ہوئی تتلی کی طرح۔

ساون میں بارش آنے کی خوشی میں پُرامید ہو کر چہکتے ہوتے پپیہے کی طر(ح)
وہ بھی اب پراُمید تھی۔

سلطان نے آج اس کے کہنے پر کپڑے پہن لیے تھے نا

اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا جو تھا

اس پگلی کونج نے اسی کو بہت کچھ سمجھ لیا تھا

سلطان

اس کی آرزو تھا

اس کی خاطر وہ ابابیل کی طرح بڑی تیزی سے مستقبل کی سہانی فضاؤں کی طرف
اڑی جارہی تھی۔

حالات سے بے پرواہ

وقت کی سیاست سے بے خبر

بس اڑی جارہی تھی

کوئی غمگسار نہ تھا

کوئی چارہ ساز نہ تھا۔

اب اس کے سامنے سلطان کا چہرہ تھا

وہی اس کا رہنما تھا

وہی اس کا ہم سفر تھا

سلطان جب گھر داخل ہوا تو ہاجرہ نے کہا

اب گھر چلیں بیٹا!

سلطان نے سلامت بی بی کی طرف اشارہ کیا

ماں جی سے پوچھ لیا

ہاں

سلامت بی بی ناز کو اندر لے گئی۔ ایک بڑی سی چادر میں، چاول، سویاں
(مخ)تلف قسم کی دالیں۔ کھانڈ اور کئی دوسری چیزیں علیحدہ علیحدہ باندھیں۔ ناز
(نے) پوچھا ——

ماں جی یہ کیا

سلامت بی بی مسکرا دی

تمہارے لیے باندھ رہی ہوں بیٹی

آپ کیوں تکلیف کرتی ہیں۔

سلامت بی بی دلگیر ہوگئی۔
بیٹیاں ماؤں کے گھر سے کبھی خالی ہاتھ اور ننگے سر نہیں نکلیں۔ تم بھی تو بیٹی ہو۔ چھمیاں سے کہو یہ اُٹھالے۔
چھمیا خود ہی اندر آگئی۔
میں اُٹھالیتی ہوں ماں جی
وہ گٹھڑی اُٹھا کر ہاجرہ، سلطان نازاور اکبر کے ساتھ ہولی۔
سلطان نے ناز کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے پُوچھا
یہ چھمیا کو کدھر لے جا رہی ہو
یہ ہمارے ساتھ گھر جائے گی
نہیں نہیں سلطان نے منع کیا
مگر ناز نے سختی سے کہہ دیا
تم چپ رہو بھیا میں ماں جی سے پوچھ کر لے جا رہی ہوں
سلطان خاموش ہوگیا اور سب حویلی سے باہر نکل گئے
سلامت بی بی بھی ان کے پیچھے پیچھے تھی۔ شاید وہ کچھ دُور تک چھوڑنے جا رہی تھی۔ راستے میں اس نے ناز کو مخاطب کرتے ہُوئے بڑی ہمدردی سے کہا۔
بیٹی ہاجرہ تو بوڑھی ہے تم یہاں چکر لگاتی رہا کرو
ناز مسکرا دی
ضرور آیا کروں گی ماں جی
اکبر تم بھی آیا کرو بیٹا۔ تمہارا اپنا ہی گھر ہے۔
اس نے بڑی عاجزی سے کہا جی ضرور آیا کروں گا۔
وہ پھر بولی
چھمو کو کب واپس بھیجو گی
جب آپ کہیں
سلطان کل آئے گا تو اس کے ساتھ ہی بھیج دینا اس کے بغیر اس گھر کا دھندا نہیں چل سکتا اور پھر اس کے بغیر میرا جی بھی تو نہیں لگتا۔
جی ضرور بھیج دوں گی
اچھا میں اب واپس جاتی ہوں تم لوگ جاؤ۔
سلامت بی بی واپس لوٹ گئی اور وہ سب نارنگ کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر ہولئے۔

۱۳

نارنگ میں داخل ہو کر سلطان جب اپنے گھر کے سامنے سے گزرنے
لگا تو حویلی کے دروازے پر اُس کا بڑا بھائی سرور اور ماموں زاد بھائی اکرم کھڑے
تھے۔ سلطان جب گذرنے لگا تو سرور زور سے چلایا۔

ٹھہرو

سلطان کھڑا ہو گیا۔

کیا بات ہے۔

تم ہی ہو نا جس نے اس دن میرے اور پرسو کے ساتھ جھگڑا کیا تھا۔

ہاں میں ہی ہوں۔

اور یہ لڑکی بھی وہی ہے جس کی خاطر جھگڑا ہوا تھا۔

وہی ہے۔

چھمیا سب کچھ سمجھ گئی تھی۔ ہاجرہ، ناز اور اکبر پریشان سے ہو گئے تھے۔

ہاجرہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور سرور سے کہا۔

کیا بات ہے بیٹے

سرور نے نخوت سے کہا۔

تم پیچھے ہٹ جاؤ بڑھیا

اتنی دیر میں حویلی سے سلطان کی اصل ماں سلمیٰ اور اس کی چھوٹی بہن نسرین
بھی شور سن کر باہر آ کھڑی ہوئی تھیں۔

ہاجرہ نے پھر منت کی

یہ میرا بیٹا ہے اس سے اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف کر دو۔

سلمیٰ وہاں سلطان کو دیکھ کر حیران ہو گئی تھی۔

سرور پھر چلایا۔

تم پیچھے دفعہ ہو جاؤ بڑھیا میں آج اس بدمعاش کو نہیں چھوڑوں گا۔

سلطان غصے میں سُرخ ہو گیا۔

میری ماں کے لیے اگر دوبارہ ایسے الفاظ استعمال کیے تو کھڑے
کھڑے کی جان نکال لوں گا یہی الفاظ میں تمہاری سامنے کھڑی ہوئی ماں اور
بہن کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہوں۔

چھمیا نے آگے بڑھ کر سلطان کا بازو پکڑ لیا۔

چلو چلیں ۔ کوئی ضرورت نہیں جھگڑا کرنے کی۔

ہاجرہ بھی آگے آگئی۔

تم سے اگر کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو معافی مانگ لو بیٹا!

سلطان ضد پر اتر آیا۔

نہیں ماں اس بزدل سے کیا معافی مانگنی ۔ تم نازاور چھیاکو لے کر گھر چلی جاؤ ۔ پھر وہ اکبر سے کہنے لگا۔

بھیا تم بھی جاؤ ۔ میں آتا ہوں ان سے ذرا نپٹ کر

سرور نے اکرم کی طرف دیکھا۔

آؤ ذرا اسے سبق تو سکھائیں۔

سلطان غصے میں چلایا۔

اس دن میں نے تمہیں چھوڑ دیا تھا۔ آج اگر تم میری طرف بڑھے تو میں تمہاری ہڈیاں توڑ دونگا میں وہ ہاتھ کاٹ دونگا جو میری طرف بڑھا۔

سلمیٰ اور نسرین نے بھی سرور کو جھگڑا کرنے سے منع کیا ۔ مگر وہ باز نہ آیا

اتنی دیر میں سلطان کا بڑا بھائی ذیلدار اشرف بھی باہر آگیا ۔ وہ بھی ایک پرکشش شخصیت کا مالک تھا آتے ہی اس نے پوچھا۔

کیا بات ہے۔

سرور نے غصے میں کہا۔

یہ ذلیل ہمارے ساتھ جھگڑا کرتا ہے ۔ ایک بار پہلے بھی اس نے میری اور پرسو کی بے عزتی کی تھی۔

سلطان کا غصہ اور بڑھ گیا تھا۔

باہر مار کٹائی ہوتی کا بدلہ اپنے گھر کے سامنے لینا چاہتے ہو ۔ اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے۔

اشرف غصے میں زور سے چلایا۔

اتنی بڑی بات کہنے سے پہلے یہ مت بھولو کہ تم ایک معمولی لوہار ہو اور یہ ذیلدار کا چھوٹا بھائی ہے۔

سلطان نے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔

ذیلدار کوئی خدا تو نہیں ہوتا ۔ انسان ہی ہے ۔ رہا سوال ذات کا تو خدا کے نزدیک سب انسان برابر ہیں۔

پھر بھی زبان اپنے قابو ہی میں رہنی چاہیئے۔

زبان تم لوگوں کی بھی بہت لمبی ہے۔

زندگی کی ضرورت ہے تو دفع ہو یہاں سے

سلطان پھر دھاڑا۔

اپنی گندی زبان کو سنبھال کر رکھو

سلمیٰ اس موقع پر عجیب کشمکش میں پڑ گئی تھی۔

مار کھانے کی بنیاد نہ باندھو اور میری نگاہوں سے دور ہو جاؤ۔

پاس کھڑے ہوتے بھائیوں کے برتے پر آپے سے باہر ہو رہے ہو۔

تمہارا قصور نہیں۔ مالک کی موجودگی میں بزدل کتا بھی دم اُٹھا کر ہی چلتا ہے۔

اشرف زور سے چلایا۔

یہ مت بھولو کہ تم کسی لوہار کے گندے خون کی پیدائش ہو۔

سلطان اب زیادہ ہی طیش میں آگیا تھا۔

ذرا میرے سامنے تو آؤ پھر پتہ چلتا ہے کہ ذیلدار کی ماں کا خون گندہ تھا یا لوہار کی ماں کا

اشرف پھر سرور کی طرف دیکھ کر دھاڑا۔

پکڑ لو اس ذلیل کو بچ کر نہ جائے آج

سرور اور اکرم بڑی تیزی سے آگے بڑھے۔ مگر سلطان نے دونوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ تھوڑی دیر تک گھمسان کی مکہ بازی ہوئی آخر سلطان نے دونوں کو مار مار کر نڈھال کر دیا اور وہ زمین پر گر گئے۔

سلطان نے کپڑے جھاڑتے ہوتے کہا۔

دیکھا سو سنار کی اور ایک لوہار کی۔ تمہیں اگر کوئی شک ہو تو آجاؤ۔

اشرف آگے بڑھ کر سرور اور اکرم کو سنبھالنے لگا۔

ٹھیک کر دونگا تمہیں

سلطان نے دانت کچکچائے۔

تم جیسے صرف راہگیروں پہ بھونکنے والے کتے میں نے بہت دیکھے ہیں۔ میرے ساتھ ٹکرانے کی کوشش کرو گے تو خراس میں آٹے کی طرح پیس دونگا۔

چھمیا نے پھر سلطان کا بازو پکڑ لیا۔

اب چھوڑو نا۔ آؤ چلیں

سلطان آگے بڑھ گیا۔

سلمیٰ اسے اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک وہ دوسری گلی میں اُدجھل نہیں ہو گیا۔

ناز نے چھمیا سے گٹھڑی لے کر ایک طرف رکھ دی۔ پھر چھمیا کو اپنے ساتھ پلنگ پر بٹھاتے ہوتے پوچھا۔

کیا کھاؤ گی۔

چھمیا ہنس دی۔

جو جی آئے کھلا دو باجی

سلطان بھی شرارت سے بولا۔

میں بتاتا ہوں یہ کیا کھاتی ہے۔

نمبر ایک تو اس کے لیے منگاؤ۔ بھنے ہوتے چنے بہت کھاتی ہے۔ نمبر د گوشت اتنا کھاتی ہے کہ میرے حصے کی بوٹیاں بھی اڑا لے جاتی ہے۔

چھمیا شرما گئی۔

جھوٹا

ناز مسکرا دی

کیوں مذاق کرتے ہو بھیا۔

ارے مذاق نہیں ۔ تم سنو تو سہی

سلطان ہونٹوں پہ انگلی مارنے لگا ۔

اور ——— اور ——— اور

ہاں

دودھ خوب پیتی ہے ۔ اچار اور تیز مرچوں کی چٹنی بھی

چھمیا کچھ بے تکلف ہو گئی ۔

بس اب رہنے دو ۔

اتنے میں اکبر ناز سے مخاطب ہوا ۔

جو جو چیز چاہیئے بتاؤ لے آؤں ۔

ناز کھڑی ہو گئی

ہر چیز ہے ۔ صرف گوشت لے آؤ ۔

اکبر جب باہر جانے لگا تو سلطان پھر بول پڑا ۔

بھینس کا گوشت لانا بھیّا ۔ بکری کا نہ لانا ۔ یہ چھمیا بھینس کا گوشت بہت خوش ہو کر کھاتی ہے ۔

چھمیا نے ٹیڑھا مُنہ کر کے کہا ۔

بہت خوش ہو کر کھاتی ہے ۔ تم نہیں کھاتے ہو

کھاتا ہوں

پھر

اکبر بھی مسکراتا ہوا باہر نکل گیا ۔

ہاجرہ نے چولھے کی طرف جاتے ہوتے ناز کو آواز دی ۔

ناز آؤ ہم کھانے کا بندوبست کریں ۔ چھمیا کو بیٹھنے دو اندر ہی

ناز اُٹھ کر باہر چلی گئی ۔

چھمیا نے بڑے پیار سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوتے کہا

یہاں آکر تو بڑی باتیں بنا رہے ہو ۔

میرا اپنا گھر ہے ۔

چھمیا کھلکھلا کر ہنس دی ۔

اور اپنے گھر میں ہر کوئی شیر ہوتا ہے ۔

سلطان بھی ہنس پڑا ۔ مگر جلد ہی وہ سنجیدہ ہو گیا ۔

چھمبو !

جی !

کہیں باہر نہ جانا ۔

کیوں ؟

ذیلدار کا بھائی پھر کہیں تمہیں اکیلا دیکھ کر زیادتی نہ کرے ۔

تمہارے ہوتے ہوتے ذیلدار کا بھائی تو کیا اُس کا باپ بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ۔ پھر بھی احتیاط اچھی ہوتی ہے ۔

میں نے باہر کس کے پاس جانا ہے ۔ تم یہاں ہو ۔ ناز بھی یہیں ہے ۔ پھر

میرا باہر کیا کام عید ہے نا ہو سکتا ہے ناز جائے تو تمہیں بھی ساتھ لے جائے

تو کیا میں انکار کر دوں۔

انکار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب باہر جاؤ مجھے بتاتی جانا۔ میں بھی

محتاط ہو جاؤنگا۔ ٹھیک میں جب جاؤنگی تو تمہیں ساتھ لے کر جاؤنگی۔

ہو تو ویسے عقلمند

سب تمہاری صحبت کا اثر ہے۔

ایک بات اور ہے۔

کیا ؟

گھر واپس جاکر ماں جی یا شنکر کسی سے بھی ذکر نہ کرنا کہ ذیلدار نے بھائی کے

ساتھ میرا جھگڑا ہو گیا۔ تھا یونہی بات بڑھ جائے گی۔

اچھا نہیں کہوں گی۔

اور کچھ ؟

بس

سلطان کھڑا ہو گیا۔

چھمیا نے فوراً پوچھ لیا۔

کدھر

ذرا باہر جا رہا ہوں۔

کیوں

بس یوں ہی

مجھے منع کر رہے تھے اور خود جا رہے ہو۔

میرا کیا ہے۔

کیوں اگر انہوں نے خواہ مخواہ جھگڑا کر لیا تو پھر

تو پھر میں سبق دے کر آؤنگا۔

کوئی ضرورت نہیں ہمیں جھگڑا کرنے کی۔ آرام سے گھر بیٹھے رہو۔ سلطان

بیٹھ گیا۔ اتنے میں اکبر بھی لوٹ آیا۔ چھمیا فوراً کھڑی ہو گئی۔

کدھر۔ سلطان نے پوچھ لیا۔

اکبر بھائی آ گئے ہیں۔ میں ذرا اماں جی اور باجی کا کام میں ہاتھ بٹاتی ہوں۔

چھمیا باہر نکل گئی۔ اکبر گوشت باہر رکھ کر سلطان کے پاس آکر باتیں کرنے لگا۔

۱۴

سلطان، مادھو، چونی اور سنتو باتیں کرتے ہوتے آئے اور سائیں برکت کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ سلطان ان کے پاؤں دبانے لگا۔

ہم آپ کے پاس ایک بہت بڑا مسئلہ لے کر آئے ہیں۔

سائیں برکت نے اپنی ٹانگیں سکیڑ کر سلطان کے ہاتھ علیحدہ کر دیئے۔

کہو

ہم اب وسیع پیمانے پر اپنی سرگرمیاں شروع کرنے والے ہیں۔

پھر

میں چاہتا ہوں ضلع کے انگریز ڈی سی اور ایس پی کی پہلے ہمدردی حا کی جائے۔

یہ کیسے ہوگا۔

میرے پاس ایک بہت اچھی تجویز ہے۔

وہ کیا؟

ہم پہلے ڈی سی اور ایس پی کی لڑکی کو اغوا کرتے ہیں۔

نہیں نہیں یہ بُری بات ہے۔ عورت پر ہاتھ نہیں اٹھنا چاہیئے۔

پہلے میری پوری بات تو سنیں۔

اچھا کہو

سنتو کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر شہر جائے گا۔ رات کو ڈی سی اور ایس پی کی لڑکیاں دونوں ڈی سی کے ہاں اکٹھی پڑھتی ہیں۔ سنتو اپنے ساتھیوں کی مدد سے انہیں اغوا کر لائیگا۔ اور آپ کے باغ میں سے گزرتے ہوئے آپ سے پانی مانگے گا۔ آپ اس سے پوچھیں گے۔

تم کون ہو۔

وہ کہے گا مسافر ہیں۔

آپ پھر کہنا یہ لڑکیاں کون ہیں۔

سنتو جنگلیوں کی طرح کہے گا۔

تمہیں کیا۔

آپ پھر کہیں گے۔

یقیناً تم انہیں اغوا کر کے لے جا رہے ہو۔

سنتو اپنے ساتھیوں سے کہے گا۔

اٹھالو اس بوڑھے کو بھی

ہم بھی یہیں سوتے ہوتے ہوں گے۔ اس وقت ہم بھی اُٹھ جائیں گے اور لڑائی شروع ہو جائے گی۔ جھوٹی موٹی کی لڑائی نہیں بلکہ صحیح لڑائی ہوگی۔ تاکہ ہمارے چوٹیں آئیں اور یہ ثابت ہو کہ ہم نے واقعی ان لڑکیوں کو اغوا ہونے سے بچایا ہے کچھ دیر کی لڑائی کے بعد سنتو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ جائے گا اور ہم ان لڑکیوں کو ساتھ لے کر شہر چلیں جائیں گے اور ڈی سی کے حوالے کر آئیں گے۔

اس طرح یقینی بات ہے اسے ہم سے ہمدردی ہو جائے گی اور آئندہ کوئی بھی مجھ پر یہ شک نہ کر سکیگا کہ میں شیرو ہوں۔

ڈی سی اور ایس پی سے اگر ہمارے تعلقات اچھے ہوں گے تو کسی موقع پر اگر ہم سے زیادتی بھی ہوگی تو پولیس ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔

سائیں برکت مسکرا دیا۔

اچھا منصوبہ ہے مگر ایک بات ہے۔

سنتو اور ساتھیوں کے پیچھے اگر کھوجی آگئے تو پھر

سنتو اور ساتھی یہاں سے فرار ہونے کے بعد دریا میں گھس جائیں گے دریا کے اس پار وہ دریا کے کنارے کنارے گیلی ریت پر شمال کی سمت دو میل سفر کریں گے یوں گیلی ریت پر گھوڑوں کے پاؤں کے نشانات نہ رہیں گے۔ اس کے بعد وہ جنگل کی سیدھ میں پھر دریا پار کر کے کھیتوں میں ہوتے ہوتے گاؤں

آجائیں گے۔

یہ بھی ٹھیک ہے۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس کام کے لیے رضامندی کا اظہار کریں۔

میری رضامندی ہی رضامندی ہے۔

تو پھر آج رات ہم ——————

ضرور تمہارے اس منصوبے کی تکمیل کے بعد ہماری سرگرمیوں میں کافی سہولت پیدا ہو جائے گی۔

میں نے سب ساتھیوں کو پیغام پہنچا دیا ہے کہ فی الحال ہم ارد گرد کے سو گاؤں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں۔ ان سارے گاؤں میں دولت کی مساوی تقسیم ہوگی۔ کوئی بھی شخص خواہ وہ کیسا ہی ہو اس علاقے میں بھوکا نہیں سوتے گا۔ عورتوں کی عزت کی حفاظت کی جائے گی۔ مسافر دن رات ہر راستے پر بے خوف سفر کر سکیں گے۔ کوئی چوری چکاری کا خطرہ نہ ہوگا۔ ان سب گاؤں کے چوکیداروں اور پیش اماموں کو ہم اپنے ہاتھ میں لے رہے ہیں۔ چونی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت سے پنڈتوں کو پہلے ہی راز دارانہ طور پر اپنا ہم خیال بنا چکا ہے۔ یہ لوگ دن رات ہمارے گروہ کی خاطر کام کریں گے۔ ہماری ساری سرگرمیاں رات کو ہوا کریں گی دن کے وقت ہر ساتھی حسب معمول اپنے اپنے کام دھندے میں لگا رہا کریگا۔

بالکل ٹھیک ہے۔

اب آپ ہمیں اجازت دیں۔ اندھیرا ہو گیا ہے میں سنتو کو بھیجنے کا انتظام کروں

ہاں اب تم لوگ جاؤ ۔

سلطان ، مادھو، چونی اور سنتو اُٹھ کر گاؤں کی طرف ہو لئے ۔

راستے میں مادھو نے سلطان سے کہا۔

ایک اور بات ہے ۔

کیا

سنتو کو بھی ہمارے ساتھ شہر چلنا چاہیئے تاکہ ہم چاروں انتظامیہ کی نگاہوں میں انگریز قوم کے ہمدرد دیکھے جائیں گے کیونکہ جب بھی کوئی حادثہ ہمارے گروہ کے ساتھ پیش آئیگا ۔ لازمی طور پر ہم چاروں اس میں مدخول ہوں گے ۔

سلطان نے اس کے خیال کو پسند کیا ۔

تم ٹھیک کہتے ہو ۔

پھر

سنتو پھر ایسا کرے جب یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگے تو فوراً سائیں برکت کی جھگی کی اوٹ میں ہو کر اپنا سیاہ لباس بدل کر دوسرے کپڑے پہن لے اور ہمارے ساتھ شہر چلا چلے ۔ اس کے لیے ابھی ہی یہ کپڑوں کا ایک جوڑا سائیں برکت کی جھونپڑی کے پاس رکھ دے ۔

بس یہ طریقہ بالکل ٹھیک ہے ۔

گاؤں آگیا تھا اس لیے سب خاموش ہو گئے ۔

آدھی رات ہو گی کہ سنتو اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ سرپٹ گھوڑے دوڑاتا ہوا سائیں برکت کی جھونپڑی کے پاس آکر رکا اور گھوڑے سے اتر کر سخت لہجے میں برکت سے کہا۔

کون ہو بوڑھے تم ؟

کیا بات ہے ۔ بڑی عاجزی سے سائیں برکت نے کہا۔

پانی ہے مجھے پیاس لگی ہے ۔

پر تم ہو کون

مسافر ہیں

سائیں برکت نے ان کے گھوڑوں کی طرف غور سے دیکھا ۔

اور یہ تمہارے ساتھ لڑکیاں کون ہیں ۔

تمہیں کیا ــــ چپ رہو تم

یقیناً تم انہیں کہیں سے اغوا کر کے لائے ہو ۔

اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے سنتو زور سے دھاڑا ۔

اٹھا لو اس بڈھے کو بھی

عین اس وقت قریب ہی سوئے ہوئے سلطان ، مادھو اور چونی اُٹھ کھڑے ہوئے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی ۔ تھوڑی دیر تک کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا ۔ دونوں لڑکیاں ایک درخت کے پیچھے چھپ گئی تھیں ۔ سلطان ، مادھو ، چونی اور سنتو کے چہرے پر جابجا خراشیں اور زخم آگئے تھے ۔ کپڑے بھی سب کے پھٹ گئے تھے ۔

اچانک سنتو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ باقی ساتھی تو دریا کی طرف نکل گئے وہ فوراً جھونپڑی کے پیچھے ہو گیا اور لباس تبدیل کرنے کے بعد وہ زمین پر لوٹنے لگا اور جگہ جگہ سے اپنا لباس پھاڑ لیا تاکہ اس کے کپڑے بھی سلطان، مادھو اور چونی جیسے ہو جائیں۔

سلطان، مادھو اور چونی درخت کے پیچھے چھپی ہوئی لڑکیوں کی طرف بڑھے وہ خوف اور دہشت سے کانپ رہی تھیں۔ سلطان نے ان کی ڈھارس بندھائی اب تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ادھر باہر نکل آؤ۔ تمہیں اغوا کرنے والے بھاگ گئے ہیں۔ لڑکیاں سامنے آئیں تو سلطان نے پوچھا۔

تم کون ہو؟

ایک لڑکی نے کہا۔

میں ڈی سی کی لڑکی ہوں اور یہ ایس پی کی۔

تم ان کے ہتھے کیسے چڑھ گئیں۔

ہم دونوں پڑھ رہی تھیں کہ انھوں نے نہ جانے کیسے ہمیں اغوا کر لیا۔ حالانکہ باہر پولیس کا پہرہ بھی تھا۔

سلطان نے تعجب سے کہا۔

حیرت ہے۔ کوئی بڑے پراسرار لوگ تھے۔

بالکل۔ لیکن ہم تم سب کی مشکور ہیں کہ تم نے ان جنگلی اور ظالموں کے ہاتھوں ہمیں بچایا۔ یہ تو اتفاقی بات تھی کہ ہم سامنے آ گئے تھے۔

بہر حال ہم تمہاری شکر گزار ہیں۔ اب تم ایک احسان کرو۔ سورج نکلنے سے پہلے پہلے ہمیں ہمارے گھر پہنچا دو۔

بس ہم ابھی تمہیں تمہارے گھر پہنچاتے ہیں۔

سلطان زور سے چلایا۔

سنتو! گھوڑے لے آؤ۔

دونوں لڑکیاں ایک ہی گھوڑے پر بیٹھ گئیں اور سلطان، مادھو، چونی اور سنتو کے ساتھ وہ بڑی تیزی سے شہر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ لڑکیوں کی رہنمائی میں وہ کچہری میں سے ہوتے ہوتے ڈی سی ہاؤس میں داخل ہوتے۔

صبح کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ لڑکیاں گھوڑے سے اتر کر بھاگتی ہوئی اندر چلی گئیں۔ وہ چاروں ابھی تک باہر ہی کھڑے تھے۔ کافی دیر تک وہ باہر ہی کھڑے رہے۔ اتنی دیر میں ایک گاڑی کوٹھی میں داخل ہوئی اور ایک مرد اس میں سے اتر کر اندر چلا گیا۔

سنتو نے سرگوشی کے انداز میں اپنے ساتھیوں سے کہا۔

ایس پی بھی آ گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد لڑکیاں باہر آئیں ان کے ساتھ ڈی سی اور ایس پی بھی تھے۔

ڈی سی کی لڑکی نے کہا۔

ڈیڈی یہ ہیں جنہوں نے ہمیں بچایا۔

وہ چاروں گھوڑوں سے اتر پڑے۔

ڈی سی نے کہا۔

تم چاروں نے ہماری لڑکیوں کو بچا کر ہم پر بہت احسان کیا ہے۔

سلطان نے سر جھکا لیا۔

آپ ہمارے حاکم ہیں۔ آپ کی ہر خدمت ہمارا فرض ہے

ڈی سی خوش ہو گیا۔

بہت خوب ہمیں تم ہی جیسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ہمارے ہاتھ مضبوط کریں

مادھو نے جواب دیا۔

حضور ہماری تو جان بھی حاضر ہے۔

ڈی سی اور پھول گیا

تم بہت بہادر، دلیر اور اچھے لوگ ہو۔ آؤ میرے ساتھ اندر

وہ سب ڈرائنگ روم میں جا بیٹھے۔

اس بار ایس پی نے پوچھا۔

تم کس گاؤں کے ہو۔

سلطان نے جواب دیا۔

ہم چاروں پریم پور کے ہیں۔

تمہارا ان بدمعاشوں سے ٹکراؤ کیسے ہوا

ہمارے گاؤں کے باہر ایک فقیر ہے ہم اس کے پاس ہیر سنتے سنتے وہاں سو گئے تھے۔ وہ بدمعاش جب وہاں سے گزرے تو ہماری ان سے ٹکر ہو گئی

اور ہم نے انہیں مار مار کر بھگا دیا۔ اور آپ کی لڑکیوں کو ادھر لے آتے۔

وہ تو تمہارے چہرے اور لباس سے ہی دکھائی دیتا ہے کہ تم نے بہت بہادری کا ثبوت دیا ہے۔

ڈی سی نے حیرت سے پوچھا۔

یہ ہیر کیا ہوتی ہے۔

سلطان مسکرا دیا۔

یہ ہمارا ایک مقامی گیت ہے۔

بہت خوب۔ بولو اس کام کا کیا انعام مانگتے ہو۔

سلطان کھڑا ہو گیا۔

ہم نے انعام کے لالچ میں یہ کام نہیں کیا۔ یہ ہمارا فرض تھا۔ ہمیں جانے دیجئے۔

ایس پی نے اس کی ڈھارس بندھائی۔

تم ناراض مت ہو۔ بیٹھ جاؤ۔

سلطان بیٹھ گیا۔

ڈی سی پھر بولا۔

اور مانگو کیا مانگتے ہو۔

سلطان نے عاجزی سے کہا۔

بس ہماری ایک خواہش ہے۔

کہو۔

ہمیں یہ اجازت دی جائے کہ ہم اپنے علاقے میں ہر لڑکی کی عزت و ناموس کی حفاظت کر سکیں ۔

ڈی سی مسکرا دیا ۔

ہم تمہیں اس اچھے کام کی اجازت دیتے ہیں ۔ اور اس معاملے میں تمہاری بھرپور مدد بھی کریں گے اور بولو ۔

بس ہمارے لیے یہی بہت بڑا انعام ہے ۔

اے ایس پی نے پوچھا ۔

تم لوگ کیا کرتے ہو ۔

سنتو نے جواب دیا ۔

اپنی اپنی زمین جوتتے ہیں ۔

کیا تم جانتے ہو اغوا کرنے والے کون تھے ۔

سلطان نے فوراً کہا ۔

جی ہم نے انھیں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا ۔

تم ان میں سے کسی ایک کو پکڑ لیتے ۔

وہ تعداد میں زیادہ تھے ۔ جب وہ لڑکیوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو ہم نے یہ غنیمت سمجھا کہ ہم لڑکیوں کو بچانے میں کامیاب ہو گئے ہیں ۔

تم نے بہت بڑا کام کیا ہے ۔ ہم تمہارے علاقے کے تھانے کو لکھ دیں گے کہ تمہارا خیال رکھا جائے ۔

تمہیں کوئی بھی تکلیف ہو فوراً ہمیں اطلاع دینا ۔

سلطان نے سر جھکا لیا ۔

جی بہت اچھا ۔

پھر وہ کھڑا ہو گیا ۔

اب ہم جاتے ہیں ۔

ڈی سی چہک کر کہا ۔

نہیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ تم لوگ ناشتہ کر کے جاؤ گے ۔ ناشتہ تیار ہے آؤ میرے ساتھ وہ چاروں اُٹھ کر ڈی سی اور اے ایس پی کے ساتھ ڈائننگ روم کی طرف چل پڑے ۔

۱۵

برسات کا موسم آگیا تھا۔ ہر چیز پر ساون ہی ساون برس رہا تھا
فضاؤں میں بھی ساون کے گیتوں کی گنگناہٹ تھی۔ سلطان اور شنکر دریا کے ساتھ
ساتھ جاتے ہوئے بند پر آہستہ آہستہ گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے۔
اِن کے سامنے ایک آدمی کندھے پر کھونڈا رکھے۔ شام کلیان گاتا جا رہا تھا
دائیں طرف بند کے نیچے کوئی غریب عورت چلیری کا ساگ پات بنا رہی تھی۔
ذرا آگے ایک بوڑھا اپنی بھینس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اسے چرا رہا تھا۔ بھینس کی
کھیری دودھ سے اٹی پڑی تھی۔ گھاس چرنے کے ساتھ ساتھ اس کے گلے کی
گھنٹی اس سمے بہت پیاری محسوس ہو رہی تھی۔ نیلے گگن پر سفید سفید بادل
رہے تھے۔

ایک نیلے رنگ کی گھوڑی اچانک پیچھے سے سرپٹ دوڑتی ہوئی آئی اور اس پر
بیٹھے ہوئے آدمی نے سلطان کی پیٹھ پر دھول لگاتے ہوئے کہا۔
کیا خچر قسم کی گھوڑی پر بھاگے جا رہے ہو۔
سلطان نے صرف ایک لمحہ اسے دیکھا۔ وہ سرور تھا۔ نارنگ کے ذیلدار
اشرف کا چھوٹا بھائی پھر اس نے اپنی گھوڑی سرپٹ اس کے پیچھے لگا دی۔ مگر
اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس کی گھوڑی سرور کی اس نیلی گھوڑی کو گرد کو
بھی نہ پا سکی۔ وہ رُک گیا۔ کچھ دیر بعد شنکر بھی جب پہنچا تو سلطان نے پوچھا۔
یہ نارنگ کا سرور تھا نا
ہاں۔ شنکر نے جواب دیا
اور یہ نیلی گھوڑی کس کی ہے۔
ان کی اپنی
بہت اچھی گھوڑی ہے۔ کالی آندھی کی طرح آئی ہے اور بگولے کی طرح اوجھل
ہو گئی ہے۔
شنکر مسکرا دیا۔
کیوں! کُھب گئی ہے تمہاری نظروں میں
ہاں۔ آج ہی اس کا سودا کرنے جاؤں گا۔
نہیں بیچیں گے۔
کیوں؟

بہت لوگ زور لگا چکے ہیں ۔ پر وہ بیچتے نہیں

میں زبردستی چھین لونگا ۔

ایک طریقہ ہے ۔

کہو ؟

اس گھوڑی کے لیے ایک شرط مقرر ہے ۔

کیا ؟

نارنگ کے دائیں طرف اشرف ذیلدار کی جو بنجر زمین ہے نا ۔ جس میں سار
گاؤں کے مال مویشی چرتے ہیں ۔

ہاں ہاں کہو ۔

اس کے اندر ایک تین فٹ اونچی دیوار بنی ہوتی ہے جس کے بائیں سر
پر ایک ستون نما چبوترہ ہے ۔ ذیلدار نے شرط رکھی ہوتی ہے کہ جو شخص بھی گھوڑی کو
تین فٹ کی دیوار پھلانگ دے گھوڑی اس کی ۔

کیوں گھوڑی نہیں پھلانگتی

نہیں

وہ کیوں

ذیلدار اس ستون نما چبوترے کے اوپر کھڑا ہوتا ہے ۔ اس گھوڑی کا
نیلی ہے اور جب وہ دیوار کے قریب آتی ہے تو ذیلدار زور سے پکارتا ہے "
گھوڑی کے قدم وہیں رک جاتے ہیں ۔ آج پانچ برس ہوگئے ہیں ۔ کوئی بھی

لے گھوڑی کو وہ تین فٹ کی دیوار پھلانگنے پر مجبور نہیں کر سکا ۔ چھوٹے موٹے سوار
و وہ اپنی پیٹھ پر سوار ہی نہیں ہونے دیتی ۔

پھر تو قسمت آزمانا ہی پڑے گی ۔ تم جاؤ میں مادھو کو ساتھ لے کر ذیلدار سے
ات کر کے آتا ہوں ۔

سلطان گاؤں واپس آیا اور مادھو کے گھر پر دستک دی ۔ مادھو باہر نکلا ۔

آؤ جی !

جلدی کرو آؤ میرے پیچھے بیٹھو اور چلیں ۔

خیریت تو ہے

سب خیریت

اندر سے مادھو کی ماں نے آواز دی ۔

سلطان بیٹے اندر آجاؤ نا

سلطان نے گھوڑی کا رخ موڑا

تھوڑی دیر تک آتے ہیں ماں ! تھوڑا سا کام نکل آیا ہے ۔ مادھو نے ایک
ت لگائی اور سلطان کے پیچھے ہو بیٹھا ۔

کدھر ارادہ ہے ۔

نارنگ کے ذیلدار کے ہاں

یعنی اپنے بھائی کے گھر

ہاں

وجہ

اس نیلی گھوڑی کا سودا کرنا ہے۔

وہ تو نہیں بیچیں گے۔ اس کے لیے تو ایک شرط ہے۔

تم نے میرے سامنے پہلے کبھی اس شرط کا ذکر نہیں کیا

کبھی اس موضوع پر بات ہی نہ ہوتی تھی۔

اگر نہ بیچیں گے تو شرط کے لیے دن تو مقرر کر آئیں گے۔

مشکل ہے۔

کیا مشکل ہے۔

وہ گھوڑی دیوار نہیں پھلانگتی

دیکھونگا کیسے نہیں پھلانگتی۔ میرا نام بھی سلطان ہے۔ کان کاٹ
اس گھوڑی کے جو میرے اشارے پر نہ چلے گی۔

میں نے تو ایک بار کوشش کی تھی۔

پھر

دیوار کے قریب آکر وہ کچھ اس انداز سے بدکی کہ مجھے نیچے گرا د
بے عزتی ہوتی تھی اس دن کیونکہ میں اِردگرد کے سارے گاؤں میں ا
سمجھا جاتا ہوں۔

دیکھو کیا ہوتا ہے۔

ذیلدار کے گھر کے سامنے وہ نیچے اُتر کر اندر داخل ہوتے۔

...پر اشرف اس کا بھائی سرور اور ماموں زاد بھائی اکرم بیٹھے تھے۔ دوسرے پر اُن کی
...ں اور بہن نسرین بیٹھی تھیں۔ سب کسی خوشگوار موضوع پر شاید بات چیت کر
...ہے تھے۔ کیونکہ سب بار بار ہنس رہے تھے۔

سلطان اور مادھو کو دیکھ کر سلمیٰ اور نسرین ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ سرور
...ی مانند اٹھا اور سلطان کو گھورا۔

آج بچ کر نہ جا سکو گے۔

اشرف اور اکرم بھی کھڑے ہو کر آستینیں چڑھانے لگے۔

سلطان نے کسی قدر مٹھاس سے کہا۔

میں لڑنے جھگڑنے نہیں آیا۔ ایک سودا کرنے آیا ہوں۔

سرور نے پھر غصے میں کہا۔

تم خود نہیں آئے۔ تمہاری موت لے آئی ہے۔

مادھو غصے میں دھاڑا۔

ہوش میں رہو چوہدری۔ تم لڑکیوں سے مخاطب نہیں ہو۔ کبھی بازو
...آزمانے ہوتے تو باہر کسی کھلے میدان میں پکارنا۔ قسم مجھے گرو کی تمہاری ہر حسرت
...ری کر دونگا۔

دیکھا ہوا ہے تمہیں بھی۔

او میرا نام مادھو ہے۔ اگر تم جیسے بچے کو انگلیوں پر نہ کھلا دوں۔ تو مادھو جٹ
...ں مادھو پکارنا۔ ہاں

سلمیٰ بیچ میں بول پڑی ۔

سرور ذرا چپ رہو ۔

مگر وہ پھر غرایا ۔

ماں اس لوہار کی اتنی جرأت کہ ہمارے گھر آکر ہمیں رعب دکھائے ۔

سلمیٰ نے ذرا سختی سے کہا ۔

یہ لوہار نہیں ۔

تم نہیں جانتی ماں یہ ہمارے گاؤں کے اکبر لوہار کا سالا ہے ۔

سلمیٰ نے سلطان سے کہا ۔

کیا چاہتے ہو تم ۔

اس نے بڑی اجنبیت سے کہا ۔

ہم تو ایک سودا کرنے آئے تھے بی بی مگر یہ تو گھر آئے ہوئے مہمان سے جھگڑنے پر تلے ہوئے ہیں ۔

سلمیٰ پھر بولی ۔

سب بیٹھ جاؤ اور آرام سے بات کرو ۔

سلطان اور مادھو پلنگ پر ہو بیٹھے ۔

اشرف نے پوچھا ۔

کیا سودا کرنے آئے ہو ۔

اس نیلی گھوڑی کا سودا کرنا چاہتے ہیں ۔ بولو کیا لو گے اس کا

یہ ہم نے بیچنی نہیں ۔

ایک ہزار نقد دیتا ہوں ۔

اوں ہوں — ہاں اس کے لیے ایک شرط ضرور ہے ۔

مجھے پتہ ہے میں اس کے لیے بھی تیار ہوں ۔

دن مقرر کر لو — اگر گھوڑی دیوار پھلانگ گئی تو تمہاری

آئندہ جمعہ کو

ہمیں منظور ہے

سلطان کھڑا ہو گیا

ہم اب چلتے ہیں

سلمیٰ پھر بول پڑی

پانی تو پی کر جاؤ ۔ جاؤ نسرین پانی بنا لاؤ ۔

نسرین کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان فوراً بول پڑا ۔

رہنے دو میری بہن ! پھر کبھی سہی

نسرین نے حیرت سے دہرایا ۔

بہن

پھر وہ سلمیٰ کے پاس آئی ۔

ماں ! اس کی باتوں میں اپنائیت نہیں ؟

سلمیٰ ۔ نے ڈانٹا ۔

تو تو پاگل ہے۔ پتہ نہیں کون ہے۔ کس ذات کا ہے۔

سلطان اور مادھو اُٹھ کر باہر نکل گئے۔

جمعرات کی رات کو جب کہ ساون کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ ہر طرف پانی کی چادر تنی ہوئی تھی۔ سلطان اور مادھو سیاہ لباس پہنے نارنگ میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کے کپڑے بارش میں تر ہو گئے تھے۔

نارنگ میں جب وہ داخل ہوتے ہی تھے کہ پہلی گلی میں چوکیدار کھڑا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ان کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

سلطان اس کے قریب گیا۔

ہوں ؟

اس نے رازداری سے کہا۔

سب ٹھیک ہے۔

چوکیدار ان کے آگے آگے تھا اور وہ پیچھے تینوں اشرف کی حویلی میں داخل ہوتے۔ چوکیدار نے دیوار پھلانگ کر حویلی کے بیرونی دروازے کی اندر والی زنجیر کھول دی تھی۔ سامنے کھلے برآمدے میں وہی نیلی گھوڑی بندھی تھی۔ سلطان نے اس کا رسّہ کھولا۔ اس سمے گھوڑی نے ہنہنانا چاہا مگر مادھو بھی بڑا اسنچیت اور ہوشیار تھا فوراً دونوں ہاتھوں کی پوری قوت سے گھوڑی کا منہ بند کر دیا۔

چوکیدار پھر گاؤں میں گھومنے لگا۔ سلطان اور مادھو گھوڑی اسی شرط والی دیوار کے پاس لائے جہاں میدان میں گھاس ہی گھاس تھا اور ٹخنے ٹخنے پانی کھڑا ہوا تھا۔ سلطان نے گھوڑی پر سوار ہونا چاہا مگر وہ سوار نہ ہونے دے رہی تھی۔ اچانک اس نے رسّے کو ایک زور کا جھٹکا دیا۔ ساتھ ہی چھلانگ لگائی اور گھوڑی کی پیٹھ پر ہو بیٹھا۔

گھوڑی کو اس نے سرپٹ دوڑایا اور چاہا کہ دیوار پھلانگ دے مگر دیوار سے چند گز پر وہ فوراً رک گئی۔ سلطان نے دو مضبوط گھونسے اس کے نتھنوں پر مارے اور دوبارہ اسے گھما کر لایا مگر وہ پھر رک گئی اس نے پھر اس کے نتھنوں پر سخت ضربیں لگائیں۔ گھوڑی تین بار رکی اور تینوں بار اس نے اس کے نتھنے مار مار کر زخمی کر دیئے۔ چوتھی بار جب گھوڑی نے رکنا چاہا تو سلطان نے مکہ مارنے کے لیے فضا میں لہرایا گھوڑی ایک بار ہنہنائی پھر ایک لمبی چھلانگ کے ساتھ دیوار پھلانگ گئی۔ سلطان نے کوئی دس بار ایسا ہی کیا۔ وہ مکہ ہوا میں لہراتا اور گھوڑی دیوار پھلانگ جاتی۔

اس نے مادھو سے کہا

دیکھا مان گئی ہے نا

مادھو نے ایک اور مشکل پیش کی۔

مگر کل تو اشرف اس چبوترے پر کھڑا ہو گا اور جب وہ زور سے گھوڑی کو پکارے گا تو یہ سر پر کانپ کر رک جائے گی۔

تم فکر نہ کرو۔ اس کا بھی میں کل بندوبست کر دوں گا۔

دونوں گھوڑی دوبارہ ان کی حویلی میں باندھ کر واپس چلے گئے۔

دوسرے روز جمعہ تھا۔ نزدیک نزدیک گاؤں کے بے شمار مرد اور عورتیں میدان میں جمع ہو گئے تھے۔ سلمیٰ اور نسرین بھی تھیں۔ سلامت بی بی، چھمیا اور کنیز بھی کھڑی تھیں۔ نصیر، کرامت، شنکر مادھو، چونی، سنتو اور ان کے سارے ساتھی بھی آئے ہوئے تھے۔ لوگ شرط شروع ہونے کا بڑی بیتابی سے انتظار کر رہے تھے۔

اشرف چبوترے پر سوار ہو گیا — سرور گھوڑی کی باگ پکڑ کر باہر لایا اور سلطان کو تھما دی —

یہ لو بھائی

سلطان کے پاس مادھو، نصیر، چونی اور سنتو کے علاوہ سائیں برکت بھی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے سلطان کی پیٹھ تھپتھپائی۔

بے فکر ہو کر میدان میں اُترو — آج یہ گھوڑی تمہاری ہے۔

چبوترے کے پاس کھڑی ہوئی نسرین نے اپنے ساتھ کھڑی ہوئی اپنی ماں سے کہا —

ماں میرا دل کہتا ہے — یہ جوان جس نے مجھے بہن کہا ہے آج جیت جائیگا۔

اس نے جھڑک دیا۔

تُو تو پاگل ہے

سلامت بی بی اور کنیز کے پاس کھڑی ہوئی چھمیا دُعا مانگ رہی تھی۔

اے بھگوان آج ہماری لاج رکھیو — دیا کرنا بھگوان آج ہم پر دیا کرنا۔

پیچھے سے کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

انشاءاللہ

چھمیا نے مڑ کر کہا

ناز کھڑی تھی — اس کے ساتھ ہاجرہ اور اکبر بھی تھے —

ناز مسکرا دی

تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی — میرا بھائی آج انشاءاللہ فتح مند ہوگا۔ اس نے آج تک کسی بھی میدان میں شکست قبول نہیں کی۔

سب کی نظریں میدان میں لگ گئیں تھیں۔ سلطان سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا اور گھوڑی پھر ضد کر رہی تھی۔ سلطان نے پھر اس کی لگام کو جھٹکا دیا۔ چھلانگ لگائی اور اس کی پیٹھ پر ہو بیٹھا۔

گھوڑی کو دوڑاتا ہوا وہ ایک طرف دور لے گیا۔ جیب سے روئی نکال کر اس کے کانوں میں ٹھونس دی اور پھر دوڑاتا ہوا میدان میں لے آیا۔ اشرف نے ہاتھ سے اشارہ کیا —

جاؤ

سلطان نے گھوڑی کو سرپٹ دوڑایا۔ گھوڑی جب دیوار کے نزدیک آئی تو اشرف پوری قوت سے چلایا —

"نیلی"

اسی لمحے سلطان نے گھوڑی کو مکہ مارنے کے لیے ہاتھ ہوا میں لہرایا اور
ہی پوری آواز سے چلایا۔

ہا — اشرف کی آواز سلطان کی آواز میں دب کر رہ گئی۔

گھوڑی نے ایک لمبی جست لگائی اور دیوار پھلانگ گئی — سلطان کے
ساتھیوں نے ایک بھرپور نعرہ مارا۔

حیدر

سلطان نے دو چکر اور لگا کر گھوڑی کو پھر دیوار پھلانگنے پر مجبور کیا۔ دوبارہ
گھوڑی کو دوڑاتے گیا اور روٹی نکال کر جیب میں ڈال لی — ایک بار پھر وہ میدا
ن میں آیا اور اشرف کی طرف دیکھتے ہو کہا۔

کیوں چوہدری اب یہ گھوڑی میری ہے نا؟

اشرف بڑی بددلی سے چبوترے کی سیڑھیاں اترا۔

لے جاؤ تمہاری ہے — تم جیت چکے ہو — ہم آج بازی ہار گئے ہیں۔

نسرین نے ماں سے کہا۔

میری بات سچی ہوئی نا ماں! کسی خوش نصیب بہن کا بھائی ہے۔

سلطان کے سب ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے۔ شنکر نے سلامت
چھمیا اور کنیز کو بیل گاڑی میں بٹھایا ہوا تھا — سلطان گھوڑی پر سوار ہاجرہ اور
ناز کے پاس آکھڑا ہوا — دونوں نے اسے مبارک باد دی — اور واپسی چلی گئیں

وہاں سے وہ شنکر کی بیل گاڑی کے پاس آکھڑا ہوا — سلامت بی بی — چھمیا — کنیز
اور شنکر نے بھی اسے مبارک باد دی۔

چھمیا نے ہلکے سے سلامت بی بی سے کہا۔

ماں میں اس گھوڑی پر بیٹھ کر جاؤں گی۔

سلامت بی بی مسکرا دی۔

سلطان سے پوچھ لو بٹھاتا ہے تو جاؤ۔

سلطان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

کیا کہتی ہے ماں!

کہتی ہے تمہاری گھوڑی پر بیٹھ کر جاؤں گی۔

سلطان نے چھمیا سے کہا۔

آجاؤ۔

چھمیا فوراً اٹھ کر اس کے پیچھے بیٹھ گئی اور سلطان نے گھوڑی سرپٹ گاؤں
کی طرف دوڑا دی — راستے میں چھمیا نے سلطان کا گال پیار سے تھپتھپاتے
ہوئے کہا —

تم نے آج بہت بڑا کام کیا ہے۔

سلطان بھی آج موج میں تھا۔ اس نے بھی اس کا گال تھپتھپا دیا۔

سب تمہاری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

سامنے نالہ آگیا تھا۔ چھمیا نے اپنے بازو مضبوطی سے سلطان کی کمر کے گرد
حائل کر دیئے اور نیلی مچھلی کی طرح پھلانگتی ہوئی پانی میں سے گزرنے لگی۔

16

سہ پہر خوب ڈھل گئی تھی - درختوں کے سائے پھیل گئے تھے - سلطان نیلی پر سوار باجرہ اور ناز سے مل کر نارنگ سے نکلا - بند پر وہ آہستہ آہستہ پریم پور کی طرف جا رہا تھا کہ اپنے بائیں طرف کیکر کی چھدری چھاؤں تلے ایک نوجوان لڑکی بیٹھی دکھائی دی - وہ اپنے سامنے گھاس کے ڈھیر میں سے تھوڑا تھوڑا گھاس لے کر اسے کھرپے سے جھاڑ کر قریب پڑے ہوئے ٹاٹ میں ڈالتی جا رہی تھی اور سسکیاں لے کر روتی بھی جا رہی تھی -

سلطان پریشان ہو گیا - نیلی کو اس نے بند سے نیچے اتارا اور لڑکی کے پاس جا کر گھوڑی سے اترتے ہوئے اس نے پوچھا -

کیوں رو رہی ہو میری بہن ؟

وہ روتی رہی اور گھاس جھاڑتی رہی - یوں محسوس ہو رہا تھا - جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو گا -

سلطان نے پھر پیار سے کہا -

تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا -

لڑکی نے نگاہیں اوپر اٹھائیں - موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر گالوں پر لٹک رہے تھے -

کیا بات ہے کیوں روتی ہو -

وہ اور سسک دی -

ہم غریبوں کی قسمت میں لکھا ہی رونا ہوا ہے -

کوئی وجہ بھی تو ہو گی نا

ایک وجہ ہو تو بتاؤں

بولو شاید میں تمہارے کسی کام آ سکوں

جس نے مجھے دکھ دیا ہے - اس کے سامنے کوئی بھی سر نہیں اٹھاتا - یہ میرا ننگا سر دیکھ رہے ہو وہ میرا دوپٹہ چھین کر لے گیا ہے - اس لیے کہ میں ایک غریب کی لڑکی ہوں - میرا کوئی بھائی بھی نہیں - اسے پتہ ہے کوئی بھی میری ہمدردی نہیں کرے گا -

لڑکی کی ہچکیاں بندھ گئیں -

سلطان کی آنکھیں نمناک ہو گئیں -

مجھے تمہارے اس ننگے سر کی قسم میں اسے بہت بڑی سزا دونگا۔ تم
ایک بار اس بدذات کا مجھے نام اور پتہ بتا دو۔
لڑکی نے سسکتے ہوتے کہا۔
تم بھی کسی بہن کے بھائی ہو گئے۔ میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈ
چاہتی۔ وہ پہلے بھی ایک بار میرا ڈوپٹہ چھین کر لے گیا تھا۔ اور میں روز
ہو گئی تھی۔ کس سے شکایت کرتی۔ بوڑھا باپ اور ماں ہے ان سے کہتی
بھی رو رو کر اپنا آپ جلا لیتے۔ کاش میرا کوئی جوان بھائی ہوتا تو ذیلدار کے بچ
کو اس کا مزہ ضرور چکھاتا۔
سلطان نے فوراً پوچھا۔
سرور نے تمہارا دوپٹہ چھینا ہے۔
لڑکی آنسو پونچھے۔
ہاں
سلطان زور سے دھاڑا۔
تو پھر یہیں بیٹھنا۔ میں اگر تمہیں تمہارے دونوں دوپٹے واپس لا کر نہ د
تو سلطان نہ کہنا۔ کتا کہنا۔ سلطان نے کندھے سے اپنی چادر اتار کر اس کے
سر بھی رکھ دی۔ میں ابھی آتا ہوں۔ وہ ایک چھلانگ سے سوار ہوا اور گھوڑ
کو ایڑھ لگاتی چل نیلی۔
ذیلدار کی حویلی میں وہ داخل ہوا۔ اشرف، اکرم اور سرور بیٹھے حقہ پی ر

۔ سلمیٰ نلکے کے پاس بیٹھی برتن دھو رہی تھی اور نسرین صحن کی ستھرائی کر رہی تھی
صحن کے وسط میں سلطان گھوڑی سے اترا۔ سرور اور اکرم پیلے ہو گئے تھے
م نے بڑی گھبراہٹ میں اشرف سے پوچھا۔
بھیا تم نے تھانے میں اس کی شکایت نہیں کی ابھی تک یہ روز کیسے دندناتا
ہوا آجاتا ہے۔ اشرف نے حقے کا کش لے کر ناک کے راستے دھواں نکالتے
ہوتے کہا۔
کی تھی
اکرم نے حقے کا رخ اپنی طرف کیا۔
پھر
وہ کہتے ہیں ہم کچھ نہیں کر سکتے
کیوں
ڈی سی اور ایس پی اس کی حمایت میں ہیں۔ انہوں نے پولیس کو بھی ہدایت
دی ہے کہ جس قدر ہو سکے اس کی مدد کریں۔
اس کا مطلب ہے جو چاہے کرتا رہے۔
اب کیا ہو سکتا ہے۔
سلطان ان کی طرف بڑھا اور وہ خاموش ہو گئے۔
سلمیٰ نے برتن دھونے بند کر دیتے اور ان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔
نسرین نے بھی کام بند کر دیا۔

سلطان سرور کے قریب آکھڑا ہوا۔

جس لڑکی کا ابھی دوپٹہ چھین کر لاتے ہو وہ نکالو کدھر ہے۔

سرور کھڑا ہو گیا اور غصے میں کہا۔

تم کیا اس کے بھائی ہوتے ہو۔

سلطان نے آہستگی سے کہا

ہاں ۔بس تم اس کا دوپٹہ نکالو اور ایک دوسرا دوپٹہ بھی جو تم نے ا
کہیں پہلے چھینا تھا۔

سلمٰی سلطان کی طرف دیکھتے ہوتے بڑے غصے میں بولی۔

تم نے کیا سب لوگوں کا ٹھیکہ لے رکھا ہے ۔روز جھگڑا کرنے چلے آ

سلطان نے سلمٰی کی طرف دیکھا۔

تم چپ رہو بی بی ! مردوں کی باتوں میں عورتیں نہیں بولا کرتیں۔تم ایک اچھی تربیت دینے والی ماں ہوتیں تو تمہارے بیٹے اس طرح لفنگے بدمعاش نہ ہوتے ۔تمہاری تربیت ہی غلط ہے۔

سرور نے سلطان کا گریبان پکڑ لیا۔

کیا بکتے ہو

سلطان نے ایک جھٹکے سے اسے دور گرا دیا۔

دوپٹے نکالو

اکرم جلدی جلدی اٹھا اور بھاگ کر حویلی کا بیرونی دروازہ اندر سے

آیا۔پھر اس نے اشرف سے کہا۔

بھائی جان اُٹھ جائیں آج اس کو ایسا ماریں کہ ادھر کا راستہ ہی بھول جائے۔ ہمارے سامنے یہ ہماری ماں کو کہتا ہے کہ تمہاری تربیت غلط ہے۔ہم یہاں تمہارے کھڑے کھڑے کا خون نہ پی جائیں گے۔

سلطان نے اس بار تحکمانہ انداز میں کہا۔

قبل اس کے میں تمہیں تمہاری ماں اور بہن کے سامنے بے عزت کر دوں میں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ اس لڑکی کے دونوں دوپٹے میرے حوالے کر دو۔میں واپس چلا جاؤنگا۔

اکرم نزدیک آیا۔

اب تو کوئی تمہاری لاش ہی لینے آئیگا۔

تینوں نے اسے گھیر لیا اور آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھے۔شبر اژدہاؤں کے نرغے میں آن پھنسا تھا۔مگر چوکس تھا۔تینوں اس کے کافی قریب آگئے تھے ۔سلطان کے دونوں پاؤں بار بار ہل رہے تھے ۔اور اس کی چیتے کی سی آنکھیں بڑی تیزی سے اپنا کام کر رہی تھیں۔

اچانک اپنے سامنے وہ اشرف پر جھپٹا اور دو مکے مار کر اسے دُور گرا دیا۔پہلے سے دگنی سرعت کے ساتھ وہ پلٹا اور ایک ساتھ اکرم کے مُنہ پر مکہ اور سرور کے پیٹ پر لات دے ماری۔تینوں گر گئے تھے۔سلطان آندھی بن کر ان پر جھپٹ پڑا ۔مُکے ، لات ، کہنیاں اس نے ان پر خوب برسائیں۔کوئی بندہ

ٹ تک وہ انہیں پیٹتا رہا۔ وہ تینوں بے سدھ سے ہو گئے تھے۔ سلطا
ے اپنے کپڑے جھاڑے اور بڑی تیزی سے سلمیٰ کی طرف بڑھا۔ وہ ڈر گئی تو
پیتے ہوئے کہا۔

دور ہو مجھ سے بے غیرت

سلطان نے آگے بڑھ کر اس کے سر سے دوپٹہ چھین لیا۔ جب تمہارے
بیٹے ہوش میں آئیں تو انہیں کہنا کہ ایک بے غیرت تمہارا دوپٹہ لے گیا ہے
ین اس وقت گاؤں کا چوکیدار ساتھ والے مکان کی چھت پر نمودار ہوا۔ صرف
ک لمحہ وہ وہاں رکا۔ پھر بھاگتا ہوا نیچے اترا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گھوڑے
سوار بڑی تیزی سے پریم پور کی طرف جا رہا تھا۔

سلمیٰ سے ہٹ کر سلطان نسرین کی طرف آیا اور دور ہی کھڑے ہوتے
رتے کہا ــــ

اپنا دوپٹہ مجھے دے دو میری بہن۔ میں مجبور ہوں ــــ میں ــ
لطان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

نسرین نے اکھڑی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔

کیا مجبوری ہے تمہیں

دریا کے بند کے اس طرف اس گاؤں کی ایک غریب لڑکی گھاس کھو
ہی تھی۔ تمہارا بھائی اس سے اس کا دوپٹہ اس لیے چھین لایا کہ کوئی اس کا
لی وارث نہیں۔ میں اس لڑکی کے سر پر اپنی چادر رکھ آیا ہوں اور اس
سے وعدہ کر آیا ہوں کہ میں تمہیں تمہارے دونوں دوپٹے لے کر دوں گا۔

نسرین نے اپنے سر سے دوپٹہ اتار کر سلطان کو تھما دیا۔

اگر ایک بھائی بہن کے سر سے دوپٹہ اتار کر ہی خوش ہوتا ہے تو یوں ہی سہی

تم غلط سمجھی ہو۔ کون کافر تم جیسی بہن کا سر ننگا دیکھنا پسند کرے گا۔ میں
مجبور ہوں ایک طرف تم ہو۔ دوسری طرف وہ لڑکی وہیں بیٹھی میرا انتظار کر رہی
ہوگی۔ سلطان نے ماں کے دوپٹے سے آنسو پونچھے اور پیچھے ہٹ گیا۔

ابھی وہ دو ہی قدم بڑھا تھا کہ پیچھے سے کسی نے بڑی کرخت آواز میں کہا۔

ٹھہرو

سلطان نے مڑ کر دیکھا۔

اکرم بندوق میں گولی بھر رہا تھا۔

سلطان نے بڑی پھرتی سے قمیض کے اندر سے ریوالور نکالا اور دو ہوائی فائر
کرتے ہوئے چلایا۔

یہ بندوق پھینک دو ــــ ورنہ گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔

اکرم نے بندوق پھینک دی۔

سلطان نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا۔

ہا ہا ہا ــــ بزدل۔ پیچھے سے وار کرتا ہے۔

ریوالور کا رخ اکرم کی طرف رکھتے ہوئے اس نے حویلی کا دروازہ کھو
ایک گہری نگاہ اکرم پر رکھتے ہوئے نیلی پر بیٹھا اور باہر نکل گیا۔

وہ لڑکی ابھی تک وہیں بیٹھی ہوئی تھی ۔ سلطان اس کے پاس اڑا
کھڑی ہو گئی ۔ سلطان نے دونوں دوپٹے اسے تھما دیئے ۔
میں اس کی ماں اور بہن دونوں کے سروں سے دوپٹے اتار لایا ہوں
سر پہ لو اور دوسرا سنبھال کر رکھ لینا ۔
لڑکی نے چادر سلطان کو تھمادی اور ایک دوپٹہ اوڑھ لیا ۔
تمہارا نام کیا ہے ۔ سلطان نے پوچھا ۔
بلقیس
کدھر ہے تمہارا گھر
تم ناز کے بھائی ہو نا
ہاں
میں اس کے ہمسائے میں دائیں طرف ہی تو رہتی ہوں ۔ ذیلدار نے
تمہیں اپنی ماں اور بہن کے سروں سے دوپٹے کیسے اتار نے دیئے ۔
چور کا دل ہمیشہ چھوٹا ہوتا ہے ۔ میری ایک بات غور سے سنو
کیا ؟
آئندہ اگر تمہیں کوئی بھی تکلیف ہو تو اپنے گاؤں کے چوکیدار سے کہنا
وہ بیچارہ کیا کریگا ۔
تم کہہ تو دیا کرنا ۔ پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے ۔
اچھا ٹھیک ہے ۔

سلطان نے گھاس ٹاٹ میں باندھنے میں اسے مدد دی ۔ پھر وہ چاہتا تھا
کہ گھاس کی گٹھڑی اُٹھا کر اس کے سر پہ رکھے کہ اشرف ، سرور اور اکرم بند پہ
نمودار ہوتے انہوں نے فضا میں چند فائر کئے اور پھر سلطان کی طرف بڑھے ۔
سلطان فوراً بلقیس کو لے کر کیکر کے تنے کی اوٹ میں ہو گیا اور اپنا ریوالور نکال کر
حالات کا مقابلہ کرنے کو تیار کھڑا ہو گیا ۔
جونہی وہ بند سے نیچے اترے ۔ دائیں طرف سے کوئی زور سے دھاڑا ۔
ٹھہرو !
انہوں نے دیکھا مادھو ایک کھڈے میں رائفل تانے کھڑا تھا ۔
اب بائیں طرف سے آواز آئی ۔
رک جاؤ !
انھوں نے ادھر دیکھا ۔
کھاد کے ایک ڈھیر کے پیچھے چونی رائفل لئے کھڑا تھا ۔
ایک اور آواز ان کے پیچھے سے سنائی دی ۔
موت کو آواز نہ دو ۔
وہ پیچھے مڑے ۔
سنتو بند کی اوٹ میں ان کا نشانہ لیے کھڑا تھا ۔
اس بار سلطان زور سے چلایا ۔
ہتھیار پھینک دو ۔

انہوں نے چپ چاپ ہتھیار پھینک دیئے ۔

سلطان نے پھر کہا ۔

ہاتھ اوپر اٹھالو ۔

انہوں نے فوراً ہاتھ اُوپر اُٹھالیے ۔

سلطان نے اُن کی ساری رائفلیں خالی کر کے ایک طرف پھینک دیں۔

زندگی چاہتے ہو تو انہیں اٹھا کر بھاگ جاؤ ۔

مادھو چونی اور سنتو بھی نزدیک کھڑے ہوتے ۔

اشرف نے ہمت کر کے جواب دیا ۔

میری ماں اور بہن کے دوپٹے واپس کر دو ۔

سلطان نے جواب دیا ۔

پہلے اپنے بھائی سے کہو اس لڑکی کے دونو دوپٹے واپس کر دے ۔

میں اُس کی ضمانت دیتا ہوں ۔

اوں ہوں

ایک ہاتھ دو دوسرے ہاتھ لو

میرے ساتھ گھر تک چلو ۔

میں تیار ہوں چلو

وہ تینوں گاؤں کی طرف چل پڑے ـــ مادھو، چونی اور سنتو ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے ۔

سلطان نے لڑکی سے کہا ۔

چلو میری بہن تم بھی ۔

میں اپنا گھاس تو لے لوں ۔

میں اٹھالیتا ہوں تم چلو ۔

سلطان نے گھاس کی گٹھڑی اٹھالی ۔

مادھو، چونی اور سنتو تینوں نے اس سے گھاس کی گٹھڑی لینا چاہی مگر اس نے نہ دی ۔ سب ذیلدار کی حویلی میں داخل ہوتے ۔ سلمیٰ اور نسرین پھر باہر نکل آئیں تھیں ۔ سلطان اسی طرح گھاس کی گٹھڑی اٹھاتے صحن میں کھڑا ہو گیا مادھو، چونی اور سنتو کسی اچانک خطرہ کا مقابلہ کرنے کو تیار کھڑے تھے ۔

سلطان نے آواز دی ۔

صرف ایک بھائی اندر جا کر اس لڑکی کے دوپٹے لے آؤ ۔ باقی دونوں باہر ہی کھڑے رہو ۔ مجھے ابھی تک تم سے خطرے کی بُو آرہی ہے ۔

سردار اندر سے دونوں دوپٹے اٹھا لایا اور سلطان کو دے دیئے ۔

سلطان اسی طرح گھاس کی گٹھڑی اٹھاتے پہلے سلمیٰ کی طرف بڑھا اور اس کے سر پر دوپٹہ رکھ دیا ـــ بی بی تم میری ماں کی جگہ ہو ـــ میں تم سے اس گستاخی کی معافی مانگتا ہوں ۔

پھر وہ نسرین کی طرف آیا اور دور ہی کھڑے ہو کر دوپٹہ اس کی طرف بڑھا دیا ۔

نسرین نے آگے بڑھ کر اپنا دوپٹہ لے لیا اور رو پڑی۔

کاش میرا بھی کوئی تم جیسا بھائی ہوتا۔

سلطان کی پلکیں بھر بھیگ گئیں۔ فوراً وہ واپس مڑا۔ دونوں دوپٹے اس لڑکی کو دیتے اور مادھو، چونی، سنتو اور بلقیس کے ساتھ باہر نکل گیا۔

۱۷

سلطان کا گروہ بڑی تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا۔ ساتھیوں کی تعداد
نک ہوگئی تھی۔ بیرونی کارکن اس کے علاوہ تھے۔ مسجدوں میں قرآن کے
یر اثر مندروں میں رامائن اور گردواروں میں گرنتھ کے زیر سایہ آزادی کی تبلیغ ہونے
ئی تھی۔ مولوی۔ پنڈت اور گرو ہاتھوں میں تسبیح لیے ہر طرف آزادی کے گیت
انے لگے تھے۔ اور یہی وہ عناصر ہیں جن کا سوسائٹی میں گہرا اثر ہوتا ہے۔

سارے ساتھیوں کو چار حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ ایک حصہ سلطان
کے تحت دوسرا مادھو تیسرا چونی اور چوتھا سنتو کے ماتحت کام کرنے لگا تھا۔
ردہ کی سرگرمیاں اب راتوں سے نکل کر کبھی کبھار دن میں بھی ظاہر ہونے لگی تھیں۔
ہوکیدار چوکس ہوگئے تھے۔ پیش امام ایک مضبوط دیوار بن گئے تھے۔ پنڈت اور

گروہ جگہ جگہ گھوم پھر کر لوگوں میں انگریزوں کے خلاف آگ بھڑکانے لگے تھے
قریبی تھانے میں پولیس کی تعداد کئی گنا زیادہ کر دی گئی تھی۔ جگہ جگہ پولی
عارضی کیمپ بھی لگ گئے تھے۔ پولیس شیرو کی سرگرمیوں کا بہت جلد خاتمہ کر
چاہتی تھی ——

مگر شیرو ؟

ایک سراب تھا۔

فریب اور دھوکا تھا۔

آندھی کی طرح اُٹھتا اور غولِ بیاباں کی طرح روپوش ہو جاتا تھا۔ غریبو
ہر گھر اس کی پناہ گاہ بن گیا تھا۔ ہر مظلوم اس کا دوست تھا۔ ہر بیکس اس کا بھ
اور ہر بیوہ اس کی ماں تھی۔ زمین اس کے گھوڑوں کے سامنے سمٹ گئی تھ
ہر گاؤں سے زمینداروں۔ ذیلداروں اور سرمایہ داروں کا زور بڑی تیزی سے
ٹوٹنے لگا تھا۔ ضلع کا ڈی سی اور ایس پی بھی اب خاص طور پر شیرو کی سرگرمی
پر خاص نظر رکھے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود سلطان نے شیرو کے روپ میں
اس سفید قوم کے خلاف وسیع پیمانے پر بغاوت شروع کر دی تھی۔

فی الحال جگہ جگہ قائم کی ہوئی پولیس کی چوکیاں اس کے لیے خطرہ ثابت نہ
رہی تھیں کیونکہ پولیس اس وقت پہنچتی تھی جب وہ اپنا کام کر کے ایک عام سے آد
کا روپ دھار چکا ہوتا۔ سلطان اپنا گھر بار لوٹ چکا تھا۔ ذیلدار اشرف
کے پنڈ نارنگ میں بھی ایک پولیس چوکی قائم کر دی گئی تھی۔ دن کے وقت ا

ہر جگہ پولیس گشت کرنے لگی تھی اور ساتھ ہی ساتھ شیرو کا اتہ پتہ معلوم کرنے کی
بھرپور کوشش جاری تھی۔

شروع مہینے کا چاند غروب ہو چکا تھا۔ سلطان دریا کے کنارے نرسل
اور کیکر کے گھنے جنگل میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ فضا میں ایک
زوردار سیٹی سنائی دی۔ دو چار سیکنڈ بعد پھر اسی طرح کی ایک اور سیٹی کی آواز آئی۔
سلطان اُٹھا منہ میں انگلیاں ڈالیں اور جواب میں ایک زوردار سیٹی بجائی۔
اس ایک سیٹی کا مطلب تھا کہ نمبر ایک آ چکا ہے۔ دوسری طرف سے دو سیٹیوں
کا مطلب تھا کہ نمبر ۲ آ گیا ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد مادھو جنگل میں نمودار ہوا اس کے پیچھے اپنے حصے کے
ساتھی ہی تھے۔ مادھو، سلطان کے پاس آ بیٹھا اور اس کے ساتھی دوسرے
ساتھیوں میں مل جل کر بیٹھ گئے۔

ابھی انہیں بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ فضا میں لگاتار تین سیٹیاں
سنائی دیں نمبر ۳ آ گیا تھا۔ جواب میں پہلے۔ سلطان نے ایک سیٹی سے جواب دیا۔
اور پھر مادھو نے دو سیٹیاں بجائیں جس کا مطلب تھا نمبر ۱ اور ۲ دونوں پہنچ چکے ہیں۔
ابھی نمبر ۳۔ ان تک پہنچا نہ تھا کہ لگاتار چار سیٹیاں سنائی دیں جواب میں اس طرح
پہلے ایک سیٹی بجی پھر دو اور نمبر ۳ جو ابھی تک نہ پہنچا تھا اس نے بھی جنگل ہی
میں سیٹیاں دیں۔ شاید وہ اپنے چوتھے ساتھی کو بھی اپنی آمد سے آگاہ کر رہا تھا۔
جنگل میں پہلے چوتھی اپنے ساتھیوں سمیت نمودار ہوا اور پھر سنتو اور اس

ساتھی ۔ دونوں کے گروہ پہلے سے بیٹھے ہوتے ساتھیوں میں جا ملے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب نے ایک گول اور تنگ دائرے کی شکل بنالی اور سلطان، مادھو، چونی اور سنتو چاروں اس دائرے کے اندر بیٹھ گئے۔

چاروں نے باری باری اپنے لباس کے اندر سے نوٹ نکالے اور سامنے ڈھیر کر دیئے۔ سب خاموش تھے۔ خود بخود چار ساتھی آگے بڑھتے اور نوٹ گننے لگے۔ جیسے یہ ان کا روزمرہ کا کام ہو۔ نوٹ گن چکنے کے بعد ایک ساتھی نے انگلیوں پر حساب لگایا اور پھر ہلکے سے اعلان کیا۔ بیس ہزار

سلطان نے اِسی طرح کی مدھم آواز میں جواب دیا۔

پچاس خاندانوں کے ایک سال کا خرچ۔

آٹھ دس اور ساتھی آگے بڑھے اور بالکل خاموشی کے ساتھ اپنے پہلے چار ساتھیوں کی مدد سے پوری رقم برابر کے پچاس حصوں میں بانٹ کر نرسل کی لمبی لمبی شاخوں سے گٹھیاں باندھ دیں۔

پہلے چار ساتھیوں نے ہلکی ہلکی کھسر پھسر کرتے ہوئے نوٹوں کی گٹھیاں آپس میں بانٹ لیں وہی ساتھی جس نے انگلیوں پر حساب لگا کر کل رقم کی تعداد بتائی تھی۔ ایک بار حرکت میں آیا اپنی جیب سے قلم نکالا اور نوٹوں کی ہر گٹھی کے دونوں طرف موٹے حروف میں لکھ دیا "شیرو کی طرف سے اپنے غریب اور بیکس عوام کے نام"۔ جب وہ سب گٹھیوں پر لکھ چکا تو اپنا پین جیب میں ڈالا اور دایاں ہاتھ کھڑا کر دیا۔ شاید یہ کارروائی ختم کرنے کا اعلان تھا۔

سلطان، مادھو، چونی اور سنتو فوراً کھڑے ہو گئے۔ سارے ساتھی بھی اُٹھے اور خاموشی اور راز داری سے گروہ علیحدہ علیحدہ ہونے لگے۔ نوٹوں کی گٹھیاں انہیں چاروں نے اٹھا رکھی تھیں اور ان میں سے ہر ایک علیحدہ گروہ سے تھا۔ نوٹوں کی تعداد انگلیوں پر رکھنے والا اور پھر ہاتھ لہرا کر کارروائی ختم کرنے والا سلطان کا رکن تھا۔

چاروں گروہ جس طرف سے آتے تھے اسی طرف واپس چلے گئے اور پھر رات کے اس سمے غریبوں اور بیکسوں کے گھروں میں دولت کی بارش ہونے لگی۔

دوسرے روز سہ پہر کے قریب شنکر حویلی میں مویشیوں کے آگے چارہ ڈال رہا تھا۔ چھمیا نیلی کو بڑے پیار سے دانہ کھلا رہی تھی اور سلطان نیلی کو کھریرا کرنے کے بعد دوسری گھوڑیوں کو کھریرا کر رہا تھا کہ ایک پراسرار سا شخص جو کسی مسجد کا پیش امام دکھائی دے رہا تھا حویلی کے باہر دروازے پر کھڑا نظر آیا۔ سلطان نے جونہی اس کی طرف دیکھا اس نے اپنی گردن پر کھجلی کی اور چلا گیا۔ سلطان نے کھریرا پھینک دیا۔ اپنے کمرے سے زین اُٹھا لایا اور پہلے والی دونوں گھوڑیوں میں سے ایک پر زین ڈال دی۔ چھمیا نے نیلی کو دانہ کھلانا بند کر دیا اور سلطان کا بازو پکڑ لیا۔

کدھر

سلطان بڑا سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ شاید وہ پیش امام اسے کسی خطرے سے آگاہ کر گیا تھا۔ چھمیا کو وہ ہنس کر ٹال گیا۔

ذرا اس گھوڑی کی ٹانگیں سیدھی کر لاؤں۔

چھمیا نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا ۔

جلدی واپس آنا ۔

سلطان گھوڑی پر سوار جونہی گاؤں سے نکلا ۔ ایک پنڈت اچانک کھیت [سے] اٹھا اور راستے کے ایک طرف آ کھڑا ہوا ۔ جونہی سلطان اس کے پاس سے گزرا [اس] نے بڑی تیزی سے کہا

جنگل

اور پھر بڑی تیزی سے گاؤں کی طرف بڑھنے لگا ۔ سلطان نے فوراً راستہ چھوڑ دیا اور باجرے، جوار اور مکئی کے کھیتوں میں سے گھوڑی سرپٹ چھوڑ دی ۔ [ندی] کے کنارے جنگل میں داخل ہوتے ہوتے اس نے سیٹی بجائی ۔ جواب پہلے دو سیٹیاں آئیں ۔ پھر تین اور آخر میں چار ۔ اس کا مطلب تھا ۔ سب ساتھی خطرے [کا] مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں ۔

سلطان جنگل میں گھس گیا ۔ جنگل جہاں بہت گھنا ہو گیا تھا وہاں سب ساتھی گھوڑوں پر سوار تیار کھڑے تھے ۔ سلطان مادھو، چونی اور سنتو کے قریب آیا اور ہلکے سے پوچھا ۔

ہوں

مادھو نے جواب دیا ۔

رات کو جن چار گاؤں کے سرمایہ داروں کو ہم نے لوٹا تھا ۔ ان چاروں گاؤں [کے] غریب لوگوں کو پولیس نے کافی دیر سے گاؤں کے باہر بھوکا بٹھا رکھا ہے [اور] مار مار کر ہمارا پتہ پوچھ رہے ہیں ۔ عورتیں نڈھال ہو گئی ہیں ۔ بچے بھوک سے بلک رہے ہیں مگر ان کو کوئی پرواہ ہی نہیں ۔

سلطان نے غصے میں پوچھا ۔

کیا گاؤں کے سارے لوگ ؟

چونی نے کہا

اوں ہوں —— صرف غریب

سلطان کی آواز میں غصے کی لہریں اور تیز ہو گئی تھیں ۔ فوراً اس نے کہا ۔

اپنے روپ بدل لو ۔

آناً فاناً سارے گھوڑے گھوڑوں پر کیچڑ مل دیا گیا ۔ سب ساتھیوں نے اپنے اپنے چہرے ڈھانپ لیے ۔ سلطان کے اسی کارکن نے فضا میں ہاتھ لہرایا اور چاروں گروہ مختلف سمتوں کو روانہ ہو گئے ۔

تھوڑی دیر بعد سلطان ایک گاؤں میں داخل ہو رہا تھا ۔ گاؤں کا چوکیدار پہلے ہی سے شاید ان کا منتظر تھا وہ بھاگا بھاگا پولیس کے پاس گیا اور انہیں اطلاع دی کہ شیرو گاؤں میں داخل ہو کر لوگوں کو لوٹ رہا ہے ۔ پولیس نے فوراً غریب عوام کا گھیراؤ ختم کر دیا اور گاؤں کی طرف دوڑی ۔ جب وہ ایکھ کے ایک کھیت کے پاس سے گزر رہے تھے تو ان پر گولیوں کی بوچھاڑ ہو گئی ۔ کچھ پولیس والے جب بھاگنے کی کوشش کر کے اوٹ کا سہارا لینے لگے تو کھیت سے ہنددستی بم آئے اور سارے پولیس والے ڈھیر ہو گئے ۔

سلطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیت سے باہر آیا اور غریب عوام جو
تک دھوپ میں بھوکے پیاسے بیٹھے تھے ان کے پاس آکر زور سے چلایا
میرے غریب اور محنت کش ساتھیو، اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ میں
ہوں میں نے پولیس کو ختم کر دیا ہے ۔ جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا کچھ
نہیں بگاڑ سکتا ۔ جاؤ میری بہنو اور بھائیوں اپنے اپنے کام میں لگ جاؤ اور
آزادی اور وطن پرستی کے گیت گاؤ۔

سب مرد اور عورتیں کھڑے ہو گئے اور زور زور سے چلانے لگے۔

شیرو زندہ باد

ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

ہم تمہاری خاطر کٹ مریں گے۔

ہم تمہارے لیے جان کی بازی لگا دیں گے۔

تم زندہ رہو

خوش رہو

اور دشمن پر کاری ضربیں لگاتے رہو کے نعرے بلند ہونے لگے۔ سلطان
اور اس کے ساتھی ہاتھ ہلاتے ہوئے کھیتوں میں روپوش ہو گئے۔

جونہی گولی چلنے کی آواز آئی۔ باقی تینوں گاؤں کے چوکیداروں کے کان کھڑے
ہو گئے۔ اور انہوں نے فوراً اپنے اپنے گاؤں کے پولیس والوں کو اطلاع دی
اس گاؤں میں پولیس اور شیرو کا تصادم ہو گیا ہے۔

سب پولیس والے جب غریب عوام کا گھیراؤ ختم کرتے ہوئے سلطان
والے گاؤں کی طرف بھاگے تو مادھو، چونی اور سنتو نے ان پر گولیوں کی بارش
کرادی اور سب کو ڈھیر کر دیا ۔

مادھو، چونی اور سنتو اپنے اپنے گاؤں کے غریب عوام کے پاس گئے اور
انہیں بالکل وہی الفاظ کہے جو سلطان نے کہے تھے ۔ جواب میں سب لوگوں
نے اپنے بھرپور تعاون کے نعرے لگا کر ان کا استقبال کیا۔

سب ساتھی پھر دریا کے کنارے اکٹھے ہوئے ۔ اپنے اپنے گھوڑے
نہلاتے اور پھر جنگل میں اکے دکے ہوتے ہوئے اپنے اپنے گاؤں کی طرف
چلے گئے ۔

سلطان جب حویلی میں داخل ہوا تو شام ہو گئی تھی ۔ چھمیا صحن میں کھڑی
اس کا انتظار کر رہی تھی ۔ سلطان گھوڑی کو باندھا اور زین دھانہ اتار کر جب اس
کے پاس آیا تو اس نے غصے میں کہا

جھوٹا

سلطان مسکرا دیا

کیا بات ہے

کہتا تھا ۔ گھوڑی کی ٹانگیں سیدھی کرنے جا رہا ہوں۔

تو اور کیا

پھر جھوٹ ۔ چھمیا نے ڈانٹا ۔

سلطان پھر ہنس دیا۔

پاگل کر دیا ہے تم نے ۔ کرتے کچھ ہو بتاتے کچھ ہو۔

سلطان اس کے نزدیک آ گیا۔

کیا کیا ہے میں نے

اپنے من سے پوچھو

میرا من تو صاف ہے۔

سوچ کر کہو ۔ کہاں رہتے ہو ساری ساری رات

سلطان ٹال گیا ۔ میں نے کہاں جانا ہے ۔ نہ گاتے نہ بجھی اور نیند آئے

چھمیا اور غصے میں آ گئی۔

جھوٹ مت بولو سلطان ! شنکر بھائی نے مجھے تمہارے متعلق آج سب کچھ بتا دیا ہے ۔ کہ تم لوہار نہیں ہو ۔ ذیلدار اشرف کے چھوٹے بھائی ہو اور تم ۔ تم ہی شیرو ـــــ سلطان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے کھینچتا ہوا اپنے کمرے میں لے گیا ۔ کس نے بتائیں تمہیں یہ ساری باتیں۔

چھمیا نے بھولے پن سے کہا۔

بھیا نے اور کس نے

سلطان نے غصے میں کہا

آنے دو اسے آج کرتا ہوں اس سے بات

چھمیا مسکرا دی

اتنے گاؤں در گاؤں ہو کر ڈر گئے ہو ۔ میں کوئی تمہارا راز تو کسی سے نہ اگل دونگی ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں ، میں تمہاری راز دار رہونگی ۔ میں قدم قدم پر تمہارے کام آؤنگی ۔ تم دیکھنا میں اگر مر گئی تو میری روح بھی تمہاری مدد کرتی رہے گی ۔ کیا اب بھی تم بھائی سے باز پرس کرو گے ۔

سلطان نے ہلکے سے کہا

چھمیا اگر میرے کسی اپنے ساتھی کے کارن میرا بھید کھل گیا تو میرے ساتھیوں کے سامنے میرے منہ پہ کالک لگ جائے گی ۔

چھمیا رو پڑی ۔

مجھ پر اعتماد رکھو ۔ میں تمہاری سنگتی میں جہنم جانے کو بھی بخوشی تیار ہوں ۔ تم دیکھنا تمہاری خاطر میں سارے سنسار کو ٹھوکر مار دونگی ۔

سلطان نے اس کے گال تھپتھپائے ۔

مجھے تم پر اعتماد ہے ۔

آج کتنے پولیس والے ختم کیے ۔

کوئی ساٹھ

اب دیکھنا میں تمہارے ساتھ کیسی سنگت نبھاتی ہوں ۔ بھائی جان کو بھی پتہ چل گیا ہے ۔

کیا

کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ۔

سلطان ہلکے سے مسکرایا

میں تو کسی سے محبت نہیں کرتا

چھمیا نے اسے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا پھر اس کا کان پکڑ لیا۔

ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو۔۔ اس نے سلطان کا کان مروڑا۔

کیا کہوں

وہی جو تمہارے دل میں ہے۔

میرے دل میں تو ایک ہی لڑکی ہے۔

کون

چھمبو

اور چھمیا کا سر جھک گیا۔

بس اب مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔میں عرصے سے یہی سننے کی منتظر تھی۔

سلطان نے اس کا کان پکڑ لیا۔

اب شرمانا چھوڑو۔ چلو بھینسوں کا دُودھ دوہیں

دونوں ہنستے ہوئے باہر آگئے۔

۱۸

سورج ابھی طلوع نہ ہوا تھا۔فضا میں ابھی اندھیرا ہی تھا۔تاہم ستاروں کا کارواں آزادی کے نغمے الاپتا ہوا اپنی انجانی منزل کی طرف روپوش ہو چکا تھا۔ گاؤں کے ہر گھر سے کھانسنے کی آوازیں آنی لگی تھیں۔گرمیوں کی وجہ سے کسی گھر سے چکی پیسنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔تاہم گاموں کا خراس گھمر گھمر چل رہا تھا ملکیت بھی جاگ اُٹھے تھے۔کسان ہل چلا رہے تھے اور بیلوں کو تیزی سے ہانکنے کی خاطر طرح طرح کی آوازیں نکال رہے تھے۔۔کچھ کسان ابھی تیاری کر رہے تھے۔لکڑی کی ہل اور جوا۔انہوں نے اپنے گھر کے سامنے گلی میں رکھ دی ہوئی تھیں اور بیل پکڑ پکڑ کر باہر لا رہے تھے۔

بھینسوں کا دودھ لوگوں نے مکھی کے ڈر سے اندھیرے مُنہ ہی دودھ لیا تھا.

اور چھوٹے بچے اپنی بھینسوں کو دریا کی طرف لے جا رہے تھے۔ جن لوگوں کی بھینس صحن ہی میں بندھی تھیں وہ بھینسوں کے نزدیک نیم خشک گھاس سلگا کر دھواں کر رہے تھے تاکہ مکھی اور مچھر جانوروں کے نزدیک نہ آتے۔

عورتیں تازہ پانی بھرنے کے لیے۔ سروں اور بغلوں میں گھڑے دبائے کونجوں کی طرح قطاریں بناتے کنوئیں کی طرف جا رہی تھیں ــ ہل جتے ہوئے بیلوں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آواز اور رہٹ کی چوبی مشین کے کل پرزوں کی آواز صبح کے اس سہانے سمے عجیب پرکشش سا ماحول پیدا کر رہی تھی۔

سلطان اس سمے حویلی میں داخل ہوا ــ گھوڑی کو باندھ کر زین دھانا نہ ایک طرف رکھ کر جب وہ واپس مڑا تو چھمیا اس کا بستر جو ساری رات خالی پڑا رہا تھا ــ لپیٹ کر اندر رکھ رہی تھی ــ شنکر شاید کہیں باہر گیا ہوا تھا ــ سلطان بھی اندر چلا گیا ــ چھمیا بستر رکھ کر وہیں کھڑی تھی ــ سلطان جب اندر داخل ہوا تو وہ مسکرا دی۔

کیا حال ہے۔

ٹھیک ہوں۔

کیا بانٹا

دس ہزار اور ایک سو انچاس

بہت ہیں۔

آج بہت دیر کر دی

کچھ ساتھی زخمی ہو گئے تھے

چھمیا اداس ہو گئی

کتنے

دس

ٹھیک تو ہیں نا

سلطان کا چہرہ کچھ اتر گیا۔

دو شہید ہو گئے

وہ کیسے ؟

پولیس سے ٹکراؤ ہو گیا تھا۔

پھر ــ کتنے تھے پولیس والے

پندرہ پندرہ بیس کی تین چار ٹولیاں تھیں۔

ٹکراؤ کہاں ہوا۔

رام گڑھ کے چند سرمایہ داروں کو ہیں لوٹ کر نکلا ہی تھا کہ وہ ہم پر جھپٹ پڑے۔

صرف تمہارا اکیلا ہی گروہ تھا۔

ہاں

مادھو، چونی اور سنتو کدھر تھے۔

وہ دوسرے طرف گئے ہوئے تھے۔

پھر کیا ہوا۔

میں ساتھیوں کے ساتھ واپس گاؤں کی طرف بھاگا۔ پولیس نے ہمارا پیچھا کیا

چھمیا بیتاب ہوگئی تھی۔

پھر۔ جلدی بتاؤ نا

گلی کے ایک موڑ پر میں نے اپنے آدھے آدمی کھڑے کئے۔ اور نزدیکی

مکانوں کی دیواریں اور چھتیں پھلانگتے ہوئے میں اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ

پھر پیچھے آیا اتنی دیر تک پولیس بھی اسی گلی میں داخل ہو چکی تھی۔

گلی کے موڑ کے قریب جب وہ پہنچے تو میرے ساتھیوں نے فائرنگ

کھول دی۔ اتنی دیر تک میں گلی کا پچھلا حصہ اپنے دس ساتھیوں کی مدد سے بند کر

تھا۔ پولیس والے جب واپس بھاگے تو میں نے انہیں گولیوں کی آڑھ باڑ پر لیا۔

کوئی بچا تو نہیں

ایک بھی نہیں بچا

چھمیا مسکرا دی اور سلطان کا شانہ تھپتھپایا۔

شاباش صحیح معنوں میں سلطان ہو۔

مگر اپنے ساتھی پھر کیسے زخمی ہو گئے۔

گلی کے موڑ پر کھڑے ساتھی اندھے جوش میں آکر سامنے گلی میں آگئے تھے۔

اور زخمی ہو گئے۔

چھمیا نے اُس کی قمیض ٹٹولی

تمہارے تو سارے کپڑے پسینے میں بھیگے ہوتے ہیں۔

ہاں آج بہت بھاگ دوڑ کرنا پڑی تھی۔

زخمی ساتھیوں کو جنگل والی پناہ گاہ میں چھوڑ کر پھر نصیبہ کو ان کے علاج کے لیے

لے کر گیا تھا۔ اور ابھی اسے واپس بھی لے کر آیا ہوں۔

رات کے وقت اس نیلی کو لے جایا کرو نا۔

اوں ہوں۔ اسے سب لوگ پہچانتے ہیں۔ اس طرح ہمارا بھید ایک دن

میں کھل کر سامنے آجائے گا۔

یہ تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔

چھمیا نے اس کی قمیض کے بٹن کھولنے شروع کر دیئے۔

یہ قمیض اتار دو۔ پہلے نہا آؤ اور پھر آکر ناشتہ کرو۔ آرام کرو گے؟

ہاں

میں اتنی دیر تک تمہارا بستر بھی لگاتی ہوں۔ اور تمہارے دوسرے کپڑے

بھی نکالتی ہوں۔

چھمیا صابن اور تیل کی بوتل لے آئی۔

چلو نہا آؤ جلدی جلدی۔

سلطان نہانے چلا گیا۔ چھمیا نے اس کے کمرے کی صفائی کی دیواروں کی

جھاڑ پھونک کرنے کے بعد اس نے بڑی صفائی سے اس کا بستر لگا دیا۔ پھر وہ گھر

جاکر سلامت بی بی اور کنیز کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹانے لگی۔

سلطان جب نہا کر واپس لوٹا تو چھمیا اس کا ناشتہ لے کر آگئی۔ گھی میں پکے ہوئے

کھانا پکانے والی کوٹھڑی سے کنیز نکل آئی اور سلطان سے کہا۔

شہر کب جاؤ گے بھائی جان!

نصیر کو ٹبی بنگلہ چھوڑ کر پھر جاؤں گا۔

گھر کی کچھ چیزیں بھی لانی ہیں۔

بولو کیا کیا۔

نصیر کو چھوڑ آؤ۔ پھر بتاؤنگی۔ ماں جی اور چھمیا سے بھی پوچھ ونگی شاید ا
نے بھی کوئی چیز منگوانی ہو۔

نصیر نے سلطان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

اب چلو بھی نا

دونوں باہر والی حویلی میں آ گئے۔ سلطان نے نئی خریدی ہوئی زین نیلی پر
ڈالی۔ بڑی آراستگی سے اس کا تنگ کسا اور باہر گلی میں لایا۔ پہلے خود بیٹھا۔ نیلی
اب اس سے بدکتی نہ تھی بالکل خاموش کھڑی تھی۔ اس کے بعد نصیر بیٹھ گیا۔

گاؤں سے نکل کر سلطان نے نیلی کو ایڑ لگائی اور وہ کھیتوں میں سے ہوتی ہ
پگڈنڈی پر ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ ٹبی بنگلہ پہنچے اور
ایک بڑی سی حویلی کے سامنے رک گئے۔ سامنے صحن میں شبو کھڑی تھی۔ نص
جب گھوڑی سے اتر رہا تھا۔ تو سلطان نے شرارت سے کہا۔

یہ کون سا وقت ہے مریض دیکھنے کا۔

نصیر نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

کیوں

میرا تو چوہدری کو کہیں دوپہر یا سہ پہر کو ہوتا ہوگا۔

مگر دوائی صبح ہی دینے آتا ہوں۔

یہ کیوں نہیں کہتے اپنا علاج کرانے آتے ہو۔

نصیر نے کنکھیوں سے دیکھا

کیا مطلب

وہی دیوی کا درشن

بہت باتیں بنانا آگئی ہیں۔

سلطان نے صحن میں کھڑی شبنم کی طرف اشارہ کیا

جاؤ جاؤ۔ دیوی تمہاری منتظر کھڑی ہے۔ میں یہاں یونہی ہی کباب کی ہڈی
ا کھڑا ہوں۔

سلطان واپس مڑ گیا۔

نصیر اندر داخل ہوگیا۔

شبو نے دھیمی سی آواز میں کہا۔

اسے ساتھ کیوں نہیں لے آئے۔

اس نے ذرا شہر جانا ہے دوائیاں لانے

کیا حال ہے تمہارے ابا کا

اس وقت تو ٹھیک ہی ہوتے ہیں۔

کل بخار ہوا تھا یا نہیں۔

کل تو نہیں ہوا تھا۔

میں اب ختم ہو گیا۔

کمزور بہت ہو گئے ہیں۔

ٹھیک ہو جائیں گے۔ کہاں ہیں اس وقت۔

چھت پر وہاں درختوں کا سایہ ہے نا ٹھنڈی ہوا لگتی ہے۔

میں پھر چلتا ہوں اُوپر ہی

ہاں چلو میں بھی آئی۔

نصیر چھت پر گیا۔ شبو کا باپ رحمت پلنگ پر نیم دراز تھا۔ نصیر کو دیکھ کر بیٹھ گیا اور نصیر کو بھی اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

نصیر نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

اب کیا حال ہے۔

رحمت نے کراہ کر کہا۔

بخار تو اب جان چھوڑ ہی گیا ہے۔ مگر یہ ہونٹ پک گئے ہیں۔ آنکھوں میں بھی سرخی آگئی ہے۔

گرم کو تین کھانے سے ہو گیا ہے۔ مکھن کھایا کریں خوب

وہ تو کھاتا ہی ہوں۔ اچانک اس نے زور سے آواز دی۔

شبو! اے شبو!

شبو بھاگتی ہوئی چھت پر آئی

جی ابا جی!

ڈاکٹر صاحب کے لیے کوئی دودھ پانی تو لاؤ نا۔

نہیں کا بندوبست کر رہی ہوں۔

اچھا جلدی کرو۔

شبو پھر دوڑتی ہوئی نیچے گئی اور دودھ کا ایک لمبا سا گلاس بھر لائی جس کے اُوپر آدھی ملائی بھری ہوئی تھی۔

شبو نے دودھ دیتے ہوئے پوچھا۔

کھانا کھائیں گے۔

نصیر نے دودھ لے لیا۔

نہیں کھا کر آیا ہوں

رحمت نے غصے میں کہا

پوچھا نہیں کرتے بیٹی تم لے آؤ۔

نصیر نے منع کر دیا۔

نہیں بالکل کوئی ضرورت نہیں

شبو قریب پڑی ہوئی چھوٹی سی پیڑھی پر بیٹھ گئی۔

رحمت نے کچھ بات کا رخ بدلا۔

ڈاکٹر صاحب میں آج سے آپ کے ہسپتال کے لیے سو روپیہ ماہوار دیا

کرونگا اور روزانہ ایک بھینس کا دُودھ۔

مہربانی ہے آپ کی

شبو روزانہ دودھ دے آیا کرے گی ۔۔ کیوں شبو!

ہاں ابا ۔۔ یہ ساتھ ہی پریم پور تو ہے۔

نصیر نے دودھ کا گلاس خالی کر کے شبو کو دیا۔ تھرمامیٹر سے رحمت کی
حرارت دیکھی اور پھر ایک دن کی خوراک دے کر وہ کھڑا ہو گیا۔

میں اب چلتا ہوں۔

بیٹھیں اتنی کیا جلدی ہے۔

وہ ہسپتال میں مریض میرا انتظار کر رہے ہو گئے۔

نصیر نیچے اترا۔ شبو بھی اس کے پیچھے تھی۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے
اس نے بڑی رازداری کے ساتھ نصیر سے کہا۔

میں شام کو دودھ لے کر آؤنگی۔

نصیر خوش ہو گیا۔

اچھا

شبو اپنی ماں کے پاس چلی گئی اور نصیر باہر نکل گیا۔

١٩

سلطان نے مادھو کے گھر پر دستک دی۔

کون ہے ۔۔ اُس کی ماں کی آواز تھی۔

میں سلطان ہوں ماں

اندر آجاؤ بیٹے۔

سلطان اندر چلا گیا۔ مادھو اور اس کا باپ برآمدے میں پیڑھیوں پر بیٹھے
انگھا رہے تھے۔

آؤ سلطان کھانا کھاؤ۔ مادھو کے باپ نے کہا۔

نہیں باپو کھا کر آیا ہوں۔

اور کھالو نا

نہیں پیٹ میں جگہ نہیں

مادھو کھانا کھا کر کھڑا ہو گیا

کدھر

ذرا شہر چلیں

مادھو نے گھوڑے پر زین ڈالی اور دونوں ۔ دائیں جانب والی گلی میں سے
ہوتے ہوئے ۔ تھوڑی دور آگے بڑھے اور پھر ایک مکان کے دروازے پر دستک
اندر سے سنتو کی آواز آئی ۔

کون ہے

مادھو ہوں

تو اندر آ جاؤ نا ۔ باہر کھڑے کیا کر رہے ہو ۔

سلطان اور مادھو اندر چلے گئے

سنتو صحن میں بیٹھا حقہ پی رہا تھا اور ایک سنتو سے بھی بھرا بھرا سا جوان
صحن میں پڑی ہوئی چارپائیوں کی ادوان کس رہا تھا ۔ سلطان نے مادھو سے پوچھا

یہ کون ہے ۔

مادھو نے غور سے اس جوان کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا ۔

سنتو کا چھوٹا بھائی اجیت ہے ۔

پہلے دیکھا تو نہیں

جیل میں تھا

کب آیا

ایک ہفتہ ہو گیا ہو گا ۔

جیل کیوں گیا تھا

جبر لوپور کے چوہدری کو مارا تھا

کتنا عرصہ رہا جیل میں رہا ۔

دو سال ۔ بڑا لڑاکا اور اکھڑ ہے ۔ کسی بات برداشت نہیں کرتا ۔ بھائی
سے بھی لڑ پڑتا ہے ۔ ویسے ہے نڈر آس پاس کے سب گاؤں کے جوان اس
سے خوف کھاتے ہیں ۔ کبڈی بھی بڑی اچھی کھیلتا تھا ۔

کشتی بھی کرتا ہے ۔

دونوں اس کے پاس جا کھڑے ہوئے ۔ سلطان اجیت سے ہاتھ ملا کر سنتو کے
پاس جا کھڑا ہوا ۔

چلو اٹھو چلیں

کدھر

شہر

سنتو تیاری کرنے لگا ۔ اجیت نے بڑے اچنبھے سے سلطان کی طرف
دیکھتے ہوئے مادھو سے پوچھا ۔

یہ کون ہے

سلطان

کون سلطان

سردار

اجیت نے ادوان کسنا چھوڑ دی

اچھا یہ ہے سلطان ؟

ہاں

آج رات پھر دس سے دو دو ہاتھ ہونگے ۔

شامل ہو رہے ہو گروہ میں

ہاں میں نے بھائی کو بتا دیا ہے ۔

آج ایک اور جوان بھی گروہ میں شامل ہو رہا ہے ۔ اس کا بھی سلطان سے آج ہی مقابلہ ہوگا ۔

کیا نام ہے اس کا

یوسف

کون سے گاؤں کا ہے ۔

احمد نگر کا ہے۔

ٹھیک ہے پھر تو آج رات خواب مزہ رہے گا ـــــ اب تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔

شہر جا رہے ہیں ۔

سنتو تیار ہو چکا تھا لہٰذا تینوں باہر نکل گئے ۔ ذرا آگے بڑھ کر انہوں نے چوٹی کو ساتھ لیا اور چاروں شہر کی طرف جاتی ہوئی کچی سڑک پر اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے دھول اڑاتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ فاصلہ ناپنے لگے ۔

جلالپوری اڈے کے پاس سے وہ شہر میں داخل ہوئے ۔ اور سرکلر روڈ پر ہوتے ہوتے شاہ دولہ گیٹ کے پاس آکر رک گئے ۔ وہاں ایک نلکے کے نیچے ٹانگے کے گھوڑوں کو پانی پلانے کے لیے حوض بنی ہوئی تھی ۔ چاروں نے اپنے گھوڑوں کو پانی پلایا ۔ پھر وہ شاہ دولہ گیٹ کے اندر داخل ہوئے ۔ سلطان اپنی بیلی پر سوار تھا اور راستہ چلتے لوگ کھڑے ہو ہو کر گھوڑی کو دیکھ رہے تھے ۔

سلطان تھوڑا سا ہی آگے بڑھا تھا کہ مادھو نے پوچھا ۔

ادھر کہاں جا رہے ہو ۔

چھمو اور کنیز کے لیے چوڑیاں لینی ہیں ۔

سنتو نے زور سے کہا ۔

بھئی سب ہی لے لیتے ہیں ۔ گھر پر کس کی ماں بہن اور بیوی نہیں ۔

سب نے چوڑیاں خریدیں، پھر وہ برتنوں کے بازار سے ہوتے ہوئے ریلوے روڈ آئے ۔ سلطان نے گھریلو استعمال کی کچھ چیزیں ۔ وہاں سے وہ مسلم بازار آئے سیر کی دوائیاں خریدنے کے بعد سبزی منڈی اور میوہ مارکیٹ سے ہوتے ہوتے وہ سناروں کے بازار میں جا گھسے ۔ سلطان نے وہاں سے ایک خوبصورت سونے کی زنانہ انگوٹھی خریدی ۔

وہاں سے پھر وہ واپس مڑے اور شیشاں والا گیٹ کے چوک میں بھیل کے

درخت تلے آ کھڑے ہوتے ۔ سلطان نے تینوں ساتھیوں سے پوچھا ۔

کیا کھاؤ گے بھائی ۔

مادھو نے سنتو اور چونی کی طرف دیکھا

بولو بھائی

چونی نے جواب دیا ۔

کھانا پینا کیا ہے ۔ پیاس لگی ہوتی ہے لسی کے دو دو گلاس پیتے ہیں اور اللہ بیلی

کونے والی لسی کی دکان کے لکڑی کے بنچ پر بیٹھ کر انہوں نے لسی پی ۔ پگڑیوں کے پلوؤں سے مُنہ پونچھتے ہوتے وہ اُٹھے اور جلالپوری اڈے کے راستے واپس چل دیتے ـــــ

چاروں پہلے ہسپتال گئے ۔ نصیر اندر ہی تھا ۔ سلطان نے اسے دوائیوں کے پیکٹ دیتے اور بڑی رازداری سے پوچھا ۔

جنگل گئے تھے ۔

نصیر نے ادھر ادھر دیکھا ۔

ہاں گیا تھا

کیسے ہیں اب

ٹھیک ہیں

خطرے کی کوئی بات تو نہیں

نہیں نہیں

ان کا کھانا گیا یا نہیں

شنکر دے آیا تھا جا کر ۔ نصیر دوائیاں کھول کھول کر دیکھنے لگا ۔

ٹھیک ہیں ۔ سلطان نے اطمینان کی خاطر پوچھا

ہاں

جنگل کی طرف جاؤ گے

اب تو رات کو ہی جائیں گے ۔ اچھا ہم اب چلے

نصیر ٹین کے ڈبوں اور شیشیوں میں دوائیاں ڈالنے لگا ۔

جاؤ

مادھو، سنتو اور چونی اپنے گھروں کو چلے گئے ۔ سلطان حویلی میں داخل ہوا چھیا اور کنیز شاید اسی کا انتظار کر رہی تھیں ۔ اس نے سارا سامان انہیں دیا اور بعد میں رسی سے بندھی ہوئی چوڑیاں تھما دیں ۔ کانچ کی خوبصورت نیلی نیلی چوڑیاں تھیں ـــــ

چھیا خوشی سے جھوم اُٹھی

ہائے بھگوان اتنی خوبصورت چوڑیاں

وہ کنیز سے ضد کرنے لگی ۔

باجی پہناؤ نا

کنیز سامان سمیٹنے لگی ۔

دم تو لو نا

چھمیا ضد کرنے لگی اور کنیز کا ہاتھ پکڑ لیا۔

نہیں باجی تم پہلے پہناؤ۔

کنیز واقعی اسے چوڑیاں پہنانے لگی۔

سلطان باہر جانے لگا

چھمیا فوراً بول پڑی

کہاں چلے ہو بیٹھو کھانا تو کھاؤ نا

سلطان جانے لگا۔

ادھر باہر ہی لے آؤ

کنیز بھی بول پڑی

ادھر بیٹھ کر ہی کھا لو بھیا

میں نے ابھی نہانا ہے پھر کھاؤں گا۔

سلطان باہر نکل گیا اور کنویں پر جا کر نہا آیا۔ چھمیا اس کا کھانا بھی لے آئی۔
گوری گوری سڈول، گداز اور گول باہوں پر اس نے کانچ کی نیلی نیلی دونوں ہاتھ پر
ایک ایک درجن چوڑیاں پہن رکھی تھیں۔

سلطان کے سامنے جب اس نے کھانا رکھا تو چوڑیوں کا ترنم آمیز چھناکا

سلطان نے پیار سے پوچھا

کیسی ہیں چوڑیاں

چھمیا جھوم ہی تو گئی

بہت پیاری ہیں۔

کنیز نے بھی پسند کی ہیں

ہاں بہت تعریف کر رہی تھی

تمہیں بھی پسند ہیں کیا

چھمیا کچھ سنجیدہ ہو گئی

تمہاری لائی ہوئی چیز بھلا میں کیسے پسند نہ کرونگی۔

کرامت بھائی کہاں ہیں

چلے گئے ان کی بھی تو اپنی ایک منزل ایک جستجو اور علیحدہ فرض ہے۔

وہ بے حد قابل تعریف ہے۔

ہاں

سلطان کھانا کھا چکا تو چھمیا نے پوچھا

میرے لیے شہر سے کیا لاتے ہو

چوڑیاں تو لایا ہوں

وہ تو سب کے لیے تھیں نا

تو تمہارے لیے پھر کیا لاتا

چھمیا نے ٹیڑھا منہ بنایا

ہوں کیا لاتا

بتاؤ تو سہی نا کیا لاتا

چھمیا روٹھ گئی

بس مجھ سے نہ بولو

سلطان نے ہری ہری چوڑیوں سے لدا ہوا اس کا گورا گورا اور گداز بازو دیکھا

بس ناراض ہو گئیں

چھمیا نے مُنہ دوسری طرف کر لیا

سلطان نے اسے کھینچ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ تھوڑی دیر وہ اس کے ہاتھ کو پیار سے سہلاتا رہا پھر جیب سے انگوٹھی نکال کر اس کی چھوٹی انگلی میں پہنا دی۔

چھمیا نے غور سے انگوٹھی دیکھی پھر خوشی سے پاگل ہو ہو گئی۔

ہائے بھگوان ایسی خوبصورت انگوٹھی۔ وہ اپنا ہاتھ دائیں بائیں لہرا لہرا کر دیکھنے لگی۔

تم نے آتے ہی مجھے کیوں نہ دی تھی

میں نے سوچا خود پہناؤنگا۔ کیسی ہے

ہائے کتنی خوبصورت ہے

سُننکر، کنیز یا ماں جی نے پوچھا تو کیا بتاؤ گی

چھمیا نے فوراً کہہ دیا

کہونگی ـــــ کہونگی ـــــ ـــــ وہ تھوک نگلنے لگی

کیا کہو گی

کہونگی مجھے سلطان نے دی ہے۔

وہ کیا سمجھیں گے

کیا سمجھیں گے۔ یہی نا کہ دونوں پریم کرتے ہیں۔

تجھے لاج نہ آئے گی

اوہ لاج کاہے کی۔

کیوں

وہ نارنگ کے ذیلدار کی ماں ہے نا۔ وہ آج اپنے بیٹے سرور کے لیے میرا رشتہ لینے آئی تھی۔

سلطان پریشان سا ہو گیا۔

چھمیا نے شرارت کی

گھبرا کیوں گئے ہو

سلطان نے تیزی سے کہا

پھر

پھر کیا ماں جی نے صاف انکار کر دیا

سلطان خوش ہو گیا

اچھا ـــ کیا کہا تھا انہوں نے

میں نہیں بتاؤنگی

کیوں

لاج آتی ہے۔

مجھ سے کاہے کی لاج

تو بتا دوں

بتاؤ نا۔ تنگ کیوں کرتی ہو

چھمیا باتوں ہی باتوں میں مزے لے رہی تھی

اچھا شام کو بتاؤں گی

سلطان خفا ہو گیا

جاؤ پھر مجھ سے بات نہ کرو

بس روٹھ گئے

انہوں نے کہا تھا —— چھمیا نے بڑے پیارے انداز میں ہونٹوں پر انگلی رکھ دی

کہا تھا۔

کیا کہا تھا

یہی کہ میں نے چھمو کا رشتہ کر دیا ہے۔

سلطان پھر بیتاب ہو گیا

کس سے

چھمیا نے اپنی کاسنی رنگ کی چنری کا پلو دانتوں میں دبا لیا

سلطان سے

سلطان پھول کی طرح کھل اُٹھا

سچ ؟

تو اور کیا جھوٹ

کون کون تھا پاس

کنیز بھی، کرامت، نصیرا اور شنکر بھائی بھی تھے۔

پھر تم نے کیا کہا۔ سلطان خلاؤں میں کھو گیا تھا۔

میں بھلا کیا کہتی۔ چھمیا نے اُس کا شانہ جھنجھوڑا

کہاں کھو گئے ہو

سلطان چونک پڑا

ہاں تم تو واقعی کچھ نہ کہہ سکتی تھی

چھمیا اب سنجیدہ ہو گئی

آج رات تمہارا مقابلہ بھی ہے نا

ہاں

کون ہے وہ

احمد نگر کا کوئی یوسف ہے

کون لایا ہے اسے

بڑا مندر ہے نا

ہاں

اس کا جو پنڈت ہے وہ لایا تھا۔

تم نے پہلے اسے دیکھا ہوا ہے۔
نہیں تو
بھگوان ہمیں کامیاب کریگا۔
ایک اور مقابلہ بھی ہے آج
چھمیا پریشان ہوگئی
کس سے ؟
سنتو کے چھوٹے بھائی سے
جس کا نام اجیت ہے
ہاں
وہ بڑا شریر اور خراب ہے اس سے بچ کر رہنا پڑیگا۔ ڈھیٹ اور ضدی ہے۔ بات بات پر اڑ جاتا ہے اور جھگڑا کرنے لگتا ہے۔
پھر کیا ہوا۔ میں کوئی بچہ تو ہوں نہیں
پر تم ایک ہی دن میں دو مقابلے کیوں کرتے ہو
تو کیا فرق پڑتا ہے
واہ فرق کیوں نہیں پڑتا ۔ دوسرے مقابلے تک تم تھک چکے ہوگے
تم فکر مت کرو میں اپنا بچاؤ کرنا خوب جانتا ہوں۔
تم پھر تھوڑی دیر آرام کرلو ۔ میں جاتی ہوں
ہاں میں ذرا سونے لگا ہوں ۔ رات کو بھی نیند نہیں کی تھی۔
میں پھر کس وقت جگا دوں۔
شام سے ذرا پہلے ہی جگا دینا۔
سلطان لیٹ گیا اور چھمیا برتن اٹھائے باہر چلی گئی۔

۲۰

مندر کا اندرونی حصہ آج پھر روشنیوں سے جگمگا اٹھا تھا۔ بے شمار لوگ جمع تھے۔ گروہ کے سارے جوان سیاہ لباس پہنے اور اپنے اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے۔ سلطان رسہ تھامے سیاہ لباس میں اپنا چہرہ ڈھانپے مستعد کھڑا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ساتھ والے کمرے سے برکت سائیں دو نوجوانوں کی رہبری کرتا ہوا باہر لایا۔ ان میں ایک یوسف تھا اور دوسرا اجیت۔ سائیں برکت نے باہر آتے ہی سلطان کو ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ رسہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا اس کی جگہ اب یوسف اور اجیت رسہ سنبھال کر مقابلے کے لیے تیار کھڑے ہو گئے تھے۔ اور پھر جونہی سائیں برکت بیٹھا مقابلہ شروع ہو گیا۔ دونوں سر دھڑ کی بازی لگاتے ہوئے تھے۔ کوئی پانچ منٹ تک رسہ ایک جگہ جما رہا پھر یوسف کی آنکھوں میں وحشت برسنے لگی تھی۔ آہستہ آہستہ اس نے اپنے بازوؤں کو سکیڑا اور اجیت کو کھینچ کر اپنے قدموں میں گرا دیا۔

سائیں برکت کھڑا ہو گیا اور اپنے قریب بیٹھے ہوئے مادھو سے کہا۔

سنتو اور ایک اور جوان کو تیار کرو۔

کاہے کے لیے

جو سلطان کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔

وہ کیوں جی

ان دونوں جوانوں کو اب سلطان کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ مگر یہ آپس میں زور آزمائی کرتے ہوئے تھک گئے ہیں اور سلطان ابھی تازہ دم ہے۔

مگر دو آدمی کیوں۔ سلطان کے مقابلے میں ہی ایک ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے گروہ میں سب سے طاقتور تم تھے اور تم دو عام جوانوں کا بخوبی مقابلہ کر سکتے تھے۔ مگر سلطان نے اس دن تمہیں بچوں کی طرح کھینچ لیا تھا۔ لہٰذا اس کے مقابلہ ایک آدمی رکھنا۔ یوسف اور اجیت سے ناانصافی ہو گی۔

مادھو کھڑا ہو گیا

جیسے آپ کا حکم

مادھو نے پہلے سلطان کے کان میں کچھ کہا وہ اٹھا اور رسہ پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ سائیں برکت دوبارہ اٹھا اور سنتو کے علاوہ ایک جوان کو بھی سلطان کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ سائیں برکت پھر بیٹھ گیا اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ سنتو اور دوسرے

ساتھی نے پوری قوت لگا دی مگر سلطان اپنی جگہ سے ہلا تک نہ ۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے رسّہ کسی مضبوط درخت سے باندھ دیا گیا ہو۔ دفعتاً سلطان کی آنکھوں میں وہی پراسرار چمک عود کر آئی ۔ آہستہ آہستہ اس نے رسّہ کھینچنا شروع کیا اور دونوں کو اپنی لائن تک لے آیا۔

سائیں برکت پھر اُٹھا اور اجیت سے کہا

میرا ارادہ تھا کہ تمہارا اور یوسف دونوں کا مقابلہ باری باری سردار سے کراؤں گا دوسرے سارے ساتھی ضد کر رہے ہیں کہ چونکہ تم یوسف سے ہار چکے ہو لہٰذا صرف یوسف ہی سردار سے زور آزمائی کرے گا ۔

اجیت نے زور سے کہنا شروع کر دیا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ میرا سردار سے مقابلہ ضرور ہوگا ۔ میں یوسف سے ہارا نہیں یہ ایک اتفاقی امر تھا کہ وہ مجھے کھینچ کر لے گیا۔

یوسف بھی بول پڑا

ایک بار پھر مقابلہ ہو جائے ۔

اجیت چلا پڑا ۔

کچھ بھی ہو میرا سردار سے مقابلہ ضرور ہوگا میں اسے ہر حالت میں ہرا کر چھوڑوں گا۔ سائیں برکت نے تنبیہہ کی ۔

آہستہ بولو ادھر دیکھو تمہارے اس طرح اُونچی اُونچی باتیں کرنے سے سارے ساتھیوں میں بے چینی پھیلتی جا رہی ہے ۔ ایسا نہ ہو کوئی اُٹھ کر تمہارے اس رویے کے خلاف آواز بلند کر دے اور معاملہ بڑھ جائے ۔

اجیت ڈھیٹ ہو گیا تھا ۔

کچھ بھی ہو جائے ۔ ایک بار سردار سے ضرور ٹکر لوں گا ۔

سلطان جو ابھی تک رسّہ پکڑے ہوئے کھڑا ہوا تھا ہاتھ کے اشارے سے مادھو کو اپنے پاس بلایا مادھو جب قریب آیا تو اس نے ہلکے سے کہا ۔

سائیں برکت سے کہہ دو میں ایک ہی وقت میں دونوں جوانوں سے مقابلہ کروں گا ——

مادھو نے سائیں برکت سے کچھ کہا اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی ۔

سردار تم دونوں کو ہی مقابلے کی دعوت دیتا ہے ۔

اجیت نے ناک سیکڑ کر کہا ۔

اس نے ہمیں مقابلے کی دعوت نہیں دی اپنی شکست کو پکارا ہے ۔

سائیں برکت نے طنزیہ کہا ۔

یہاں ہر بات کا فیصلہ قوت بازو ہی کرتی ہے ۔ چرب زبانی نہیں ۔ آگے بڑھو اور دونوں رسّہ پکڑ لو ۔ سردار کے پاؤں کی طرف دیکھو ان کا ہلنا اس بات کی غمازی کر رہا ہے ۔

کہ وہ مقابلے کے لیے بیتاب ہے ۔

دونوں نے آگے بڑھ کر رسّہ پکڑ لیا ۔ سائیں برکت نے ایک بار سلطان کی طرف دیکھا ۔

سلطان کی آنکھیں ؟

ایسا محسوس ہو رہا کوئی خونخوار چیتا شکار پر جھپٹ پڑنے والا ہو۔ ساتھی برکت کے آہستہ آہستہ قدم اُٹھائے اور مادھو کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

مقابلہ شروع ہو گیا۔ یوسف اور اجیت دوہرے ہو ہو کر پورا زور لگا رہے تھے۔ مگر سلطان ستون بنا کھڑا تھا۔ کئی منٹ تک رسّہ اسی طرح جا رہا۔ مادھو سنتو، چونی، نصیر، شنکر اور دوسرے بے شمار ساتھی اور بیرونی کارکن بڑی بیتابی سے کسی نتیجے کے منتظر تھے۔

دفعتۃً پورا مندر سلطان کی ایک خوفناک دھاڑ سے گونج اٹھا۔

ہا

سلطان نے رسے کو ایک زوردار جھٹکا مارا تھا۔ یوسف اور اجیت دونوں اس کی چھاتی سے آلگے۔ دوسرے ہی لمحے سلطان بھوکے عقاب کی طرح جھپٹا اور یوسف کو دائیں ہاتھ اور اجیت کو بائیں ہاتھ میں اٹھا کر دونوں کو اپنے سر کے اُوپر فضا میں لہرانے لگا۔ پھر اس نے دونوں کو زمین پر رکھ دیا۔ یوسف آگے بڑھا اور سلطان کو گلے لگا لیا۔

میں تم سے اپنی وفاداری کا اعلان کرتا ہوں یقیناً تم ہی اس گروہ کے سردار بننے کے حق دار ہو۔ میں محسوس کرتا ہوں تم سے مقابلہ کر کے میں نے غلطی کی ہے

سلطان نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی

تم جیسے مخلص دوست میرے گروہ کا عظیم سرمایہ ہیں

اچانک پچاس کے قریب جوان آئے ہاتھ میں پکڑے ہوئے برچھے لہرائے اور پوری قوت سے سامنے والی کچی دیوار میں کھینچ مارے۔ اس کے بعد دو اور ایسے ہی گروہ آئے اور اپنے برچھے اسی طرح دیوار میں دے مارے۔ دیوار چھلنی کی طرح چھد گئی تھی پورے گروہ نے ایک بار پھر سلطان سے وفاداری کا عہد کر لیا تھا۔

اجیت ابھی تک ایک طرف ہٹ کر کھڑا تھا۔ سنتو اُٹھ کر اس کے پاس آیا اور بڑی نرمی سے اس کے کان میں کچھ کہا۔

اجیت بھڑک اُٹھا۔

یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اسے گلے نہیں ملونگا۔ ایک ——— ایک ہارا اس قدر بلند عزم رکھنے والے گروہ کا سردار کیسے ہو سکتا ہے۔

سنتو نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

مادھو کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا تھا۔

چونی کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔

یوسف اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

بہت سے بیٹھے ہوئے ساتھی کھڑے ہو گئے تھے اور سب کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔ سلطان کی حالت بیان سے باہر تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور دیوار کا سہارا لے رکھا تھا۔ اس کی مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں اور پورا جسم رعشے کے مریض کی طرح کانپ رہا تھا۔ کچھ جذباتی ساتھی چلّا اُٹھے۔

ذات پات کا سوال کھڑا کرنے والا یہاں سے بچ کر نہ جا سکے گا۔ وہ آگے
بڑھے سلطان ایک دم گرجا۔

ٹھہرو۔ اس کا جسم ابھی تک کانپ رہا تھا۔

ساتھی رک گئے۔

بیٹھ جاؤ

وہ چپ چاپ بیٹھ گئے۔

سنتو کے چہرے پر جذبات کی ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ غصے میں جلتا ہوا وہ آگے بڑھا اور راجیت کا بازو پکڑ کر باہر نکل گیا۔ سب ساتھیوں نے اپنے چہروں سے نقاب اتار دیئے۔ سیاہ لباس اتر گئے۔ سلطان کا وہی کارکن اس کے نزدیک گیا کچھ پوچھا اور پھر فضا میں ہاتھ لہرا دیا سب ساتھی ایک دو دو ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔

نصیر ہسپتال چلا گیا۔ سلطان اور شنکر حویلی میں آ گئے۔ سلطان نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔

شنکر تم چونی کو ساتھ لے کر زخمیوں کا کھانا جنگل لے جاؤ۔

شنکر آج بہت سنجیدہ تھا۔ چپ چاپ وہ رہائشی حویلی کی طرف چلا گیا۔ سلطان اپنے کمرے کی چھت پر چلا گیا۔ وہاں اس کا بستر پہلے ہی لگا ہوا تھا وہ کسی تھکے ہوئے مسافر کی طرح گر کر لیٹ گیا۔

وہ بے سدھ پڑا ہوا تھا کہ چھمیا آئی اور اس کا سر سہلانے لگی۔ سلطان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چھمیا نے چہکتے ہوئے کہا۔

ایک ساتھ دو آدمیوں سے جیتنے کی مبارک ہو

سلطان نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس اداس سا بیٹھا رہا۔

چھمیا نے اس کا چہرہ پکڑ کر اپنی طرف کیا۔

تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے تم کوئی لوہار تھوڑے ہو۔

سلطان کھڑا ہو گیا۔

میں اگر لوہار بھی ہوتا تو بھی مجھے اپنے لوہار ہونے پر فخر ہوتا۔

آج وہ پہلا شخص ہے جس نے ذات پات کا سوال کھڑا کیا ہے۔ کل کوئی دوسرا آئے گا تو مذہب کا سوال کھڑا کر دے گا۔

پھر ——— پھر

میرا گروہ وہ گروہ نہ رہے گا۔

وہ شیرو نہ رہے گا جس کا نام سن کر پولیس کانپتی ہے۔ آزادی کے گیت گانے والا کوئی نہ رہے گا۔ مسلمان، ہندو اور سکھ ایک قوت نہ کہلا سکیں گے۔ آشیانہ بکھر جائیگا۔ ہر سو آندھیاں چل نکلیں گی۔

اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

نہیں نہیں میں اس طوفان کو یہیں روک دوں گا۔ میں وہ زبان کاٹ دونگا جس نے دوبارہ ایسی آواز بلند کی ہیں ——— مجھے آزادی کو امر بنانا ہے ——— مجھے اپنے گروہ کو کندن بنانا ہے۔

چھمیا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
کہاں کھو گئے ہو۔ آؤ چلیں ماں جی بلا رہی ہیں ـــــ چھمیا اسے کہتی ہوئی دوسری حویلی میں لے گئی ـــ

۲۱

تم نے ذات پات کا سوال کھڑا کر کے مجھے اس قابل نہیں رکھا کہ میں اپنے ساتھیوں اور سردار کے سامنے سر اُٹھا کر چل سکوں۔ سنتو نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے اجیت سے بڑے غصے سے کہا۔

اجیت نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا۔

میں نے اصلیت کو ظاہر کر کے کوئی جرم نہیں کیا۔

سنتو گرجا

میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی اصلیت پر

میں تو اس کے تحت کام کرنے کو تیار نہیں

تمہیں سردار سے اپنے رویے کی معافی مانگنا ہو گی۔

ہر گز نہیں ۔ میں ایک نیچی ذات والے سے کیسے معافی طلب کر سکتا ہوں

سنتو سنجیدہ ہو گیا تھا اور کسی گہری سوچ میں پڑا ہوا تھا ۔

وہ سرِ عام تم دونوں کو ہرا چکا ہے ۔

کچھ بھی ہو وہ ایسے گروہ کا سردار نہیں ہو سکتا ۔

وہ مجھ جیسے چار آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہے اور مادھو جیسے گاڈزورتین بھی ہوں تو اس کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے ۔ سردار بننے کے لیے بلند قومیت نہیں طاقت ور بازو اور شاہین صفت انسان کی ضرورت ہے اور سلطان کے علاوہ کوئی شخص اس کا حقدار نہیں ہو سکتا ۔

اجیت نے ایک صلاح دی

میں تو کہتا ہوں تم فی الفور اس گروہ سے نکل جاؤ ۔

سنتو پریشان ہو گیا ۔

کیوں

اگر مجھے اس گروہ کا سردار نہ مانا گیا تو میں انگریزوں کو اس گروہ کی سرگرمیوں سے آگاہ کر دونگا میں بتا دونگا کہ شیرو کون ہے اور کون کون اس گروہ کا ہمدرد اور ساتھی ہے ۔

سنتو زور سے دھاڑا

اجیت !

تم خواہ مخواہ اس کی طرفداری کیوں کرتے ہو ۔

سنتو کہیں دور کھو گیا ۔

وہ ——— وہ

ہمارا سردار ہے ۔

وہ آزادی کا علمبردار ہے ۔

تینوں قوموں کی متحدہ طاقت کا ایک بہترین مظہر ہے ۔

وہ شاہین ہے ۔

جو ہم سے بہتر اپنے شکار پر جھپٹنا جانتا ہے ۔

وہ ایک داغ ہے سات سمندر سے پار آئی ہوئی قوم کے ماتھے پر

وہ اپنے ہر بشیر و شیرد سے طاقت ور ترین ثابت ہوا ہے ۔

اس نے گروہ کو کامیابی کی نئی راہوں پر ڈال دیا ہے ۔ سب ساتھی اس پر جاں نثار کرتے ہیں ۔

اس نے ——— اس نے

اس گروہ کو اپنے خون سے مضبوط بنایا ہے ۔ وہ اس گروہ کی بہتری کی خاطر ماں ، بہن اور بھائیوں تک کو خاطر میں نہیں لایا ۔

وہ ایک بہترین رہبر ہے ۔

ایک عمدہ سردار

ایک مخلص دوست

ایک آزادی پسند شہری

اور ایک غمگسار وطن پرست ہے۔

میرجان

میری روح

میرا جسم

میرا مال و دولت

میرا گھر ہر چیز اس کے لیے قربان ہے۔

سنتو نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔

کیا اب بھی تم سوچ سکتے ہو نہ میں اس گروہ سے علیحدہ ہو جائیگا۔ میں ہر اس شخص کو چھوڑ دونگا جو مجھے اس سے علیحدگی پر مجبور کریگا۔ میں ہر اس دیوار کو گرا دوں گا جو میرے اور اس کے درمیان حائل ہوگی۔

میرا اس کا سنگ اٹوٹ اور امر ہے۔

میرا اس کا جنم جنم کا ساتھ ہے۔

میں سائیں برکت جیسی بزرگ ہستی

مادھو جیسے غمگسار

چونی جیسے مخلص

سلطان جیسے باہمت سردار

اور اپنے عتاب صفت ساتھیوں کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔

اوں ہوں اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے۔

ہرگز نہیں — یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

اجیت غصے میں کھڑا ہوگیا۔

تو پھر مجھے اپنا ہاتھ دکھانا ہی پڑیگا۔ میں تمہیں صبح تک کا وقت دیتا ہوں اس گروہ سے علیحدہ ہو جاؤ ورنہ کل دوپہر تک اس گروہ کے سارے افراد کو انگریز کے ہاتھوں تباہ کرا چکا ہوں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور اجیت کبھی بھی اپنے ایک بار کیے ہوئے فیصلہ سے باز نہیں آیا یہ تم پہلے سے ہی بہتر طور پر جانتے ہو۔

سنتو کی حالت پاگلوں جیسی ہوگئی تھی۔ وہ بڑبڑاتا ہوا باہر آیا اور چھت پر جانے کے لیے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

مورکھ

نادان

میرے ہوتے ہوتے کوئی بھی اس گروہ کا بال بیکا نہیں کرسکتا۔

تم ——— تم اگر

میرے راستے میں آتے

تو ——— تو میں۔

ہر دیوار کو گرا دونگا۔

میری بندوق کی گولی اور میری سفید کٹار ہر رشتے کو بھول جائیگی۔ پھر تم دیکھو گے کہ تم سے پیار کرنے والا سنتو ایک پاگل بھیڑیے کا روپ بھی

دھار سکتا ہے۔
اسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کب چھت پر آیا گیا تھا۔ وہ اس وقت چونکا جب
اس کی ماں نے پوچھا۔
کون سا رشتہ بھول جاؤ گے بیٹا
سنتو نے سر کو جھٹک دیا اور سنجیدہ ہو گیا۔
ماں! حالات نے مجھے ایک امتحان میں ڈال دیا ہے۔
بوڑھی ماں بیچاری گھبرا گئی۔
کیسا امتحان میرے بچے!
ماں جب ایک خون دو حصوں میں بٹ جائے —— اور ——
میں سمجھی نہیں بیٹا
بھائی بھائی کے سامنے سانپ بن کر کھڑا ہو گیا ہو۔
کھل کر کہو میں انصاف کروں گی
جب میرا ہی خون میرے راستے کی دیوار بن گیا ہو۔
اگر وہ دیوار تمہاری اپنی ذات کے لیے ہے تو کوئی خطرہ نہیں۔ ماں
نے دکھ سے کہا۔
اگر اس سے میرے گروہ اور سردار پر حرف آئے۔
آزادی کو نقصان پہنچے
قوم کی عزت کا سوال اُٹھ جائے۔
خاندان کے وقار کا جنازہ اُٹھ کھڑا ہو۔
وطن کی آبرو دھجیر دھجیر ہونے کا سوال پیدا ہو گیا ہو۔
پھر
پھر بولو ماں تم کیا کہتی ہو
دانش ماں نے سلجھا ہوا جواب دیا۔
مالی درخت کی بہتر پرورش کے لیے سوکھے اور سڑے پتے اور شاخیں
اٹ دیتا ہے۔
جھاڑ جھنکار سے گزرنے والا مسافر اپنے ہاتھ میں ہتھیار رکھتا ہے۔
اور بڑی بے رحمی سے اپنے راستے میں حائل ہونے والی کانٹے دار شاخوں کو
اٹ کر ہی منزل کو پا لیتا ہے۔
سنتو سسک پڑا۔
کوئی شخص اگر ہمارے گروہ کے خلاف ساز باز کرے۔ غداری کرے۔
ن دشمنی کا ثبوت دے اگر غلط ضد کی وجہ سے جس میں اس کا اپنا ہی قصور ہو
اہی کا باعث بنے اس کے متعلق تم کیا کہتی ہو ماں
اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں
اگر وہ اپنا ہی خون ہو؟
تو کیا ہوا
اگر وہ بھائی ہو تو؟

پھر کیا ہے۔ مجرم مجرم ہے خواہ وہ بھائی ہو یا غیر

کیا اس وقت ایک ماں کا خون جوش نہ مار یگا۔

نہیں

وہ انتقام لینے والے کو گنہگار تو تصور نہ کریگی

ہرگز نہیں

اگر ایسا وقت تمہارے اپنے ہی دونوں بیٹوں پر آ پڑا ہو پھر

تو ان کے لیے بھی یہی فیصلہ ہے جو میں دے چکی ہوں۔

ایسی صورت میں سنتو کو اپنی نظروں سے گرا تو نہ دوگی۔

وہ میرے نزدیک پہلے سے زیادہ باعزت ہوگا۔

سنتو سسک پڑا۔

ماں تقدیر نے مجھے ایسے ہی دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ جہاں اجیت میری تباہی اور بربادی کا نشان بن گیا ہے۔ جہاں ——— جہاں

اس نے صریح غداری کا ثبوت دیا ہے۔

میرے گروہ کے خلاف زہر اگل دیا ہے۔

آزادی کے لیے ایک سوداگر بن گیا ہے۔

بوڑھی ماں کا سر جھک گیا۔

خواہ وہ تمہارا بھائی ہو یا باپ ہر کوئی گنہگار ہے اور سزا کا حق دار ہے۔

سنتو واپس چلا گیا۔ وہ کندھے پر رکھی ہو چادر سے اپنے آنسو خشک کرتا جا رہا تھا۔

میں تمہارا ممنون ہوں ماں تم نے صحیح فیصلہ کرنے میں میری ہمت بندھائی ہے۔

دوسرے روز صبح سویرے ہی سنتو پھر اجیت کے پاس گیا اور بڑے نرم لہجے میں پوچھا کیا تم ابھی تک فیصلے پر قائم ہو۔

اجیت بے تعلق سا دکھائی دے رہا تھا۔

ہاں — میں کوئی بھی کچا فیصلہ نہیں کرتا۔

کیا تم واقعی انگریزوں کو گروہ کی نشاندہی کروگے۔

قسم گرو کی میں غلط نہیں کہتا

اگر تمہیں سردار بنا دیا جائے تو پھر؟

میں اپنے سارے فیصلے واپس لے لونگا۔

میں سردار سے بات کر آؤں پھر آ کر تمہیں آخری فیصلے سے آگاہ کرتا ہوں میرے آنے تک تم نے کہیں جانا نہیں۔ کمرے سے نکل کر وہ صحن میں آیا۔ اس کی ماں نے آواز دی ——

کدھر جا رہے ہو بیٹا کھانا کھاتے جاؤ۔

سنتو نے اکھڑتی ہوئی آواز میں کہا۔

میں کھانا بھول گیا ہوں ماں! کوئی میری سانس کی پھانسی بن گیا ہے۔ میرا بھائی میرے لیے اندھا کنواں بن گیا ہے۔

سنتو باہر نکل گیا۔ کوئی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ پھر واپس آ گیا۔ اور

زہریلی مسکراہٹ لبوں پر بکھرتے ہوئے اجیت سے کہا۔

چلو چلیں

وہ کھڑا ہو گیا

کدھر؟

مندر!

کیوں

گروہ کے سب ساتھیوں نے تمہیں سردار بنانا قبول کر لیا ہے۔

اجیت خوش ہو گیا

سلطان نے بھی

سنتو کا سر جھک گیا

ہاں

اجیت کمرے سے باہر آیا۔

اب بات ہوئی نا

دونوں بھائی گھر سے باہر آئے ہی تھے کہ گاؤں کا چوکیدار مل گیا اور بڑی آہستگی سے کہا۔

سردار نے کہا ہے شام کو

سنتو نے اجیت کی طرف دیکھا۔ کچھ ایسے انداز میں جیسے وہ اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے رہا ہو۔

اجیت نے خود سنتو سے پوچھ لیا۔

کیا کہتا ہے۔

سردار کا پیغام لایا ہے کہ تمہارے سردار ہونے کا اعلان سب ساتھیوں کے سامنے شام کے وقت ہی کیا جائیگا۔

اجیت نے فراخدلی کا ثبوت دیا

تو پھر کیا ہوا شام کون سی دور ہے۔ گھر کا کام کاج کرتے ہی دن گذر جائیگا۔

سنتو دور سے بولا۔

ہاں ٹھیک ہے۔

ویسے بھائی آج جب میں سردار ہو گیا نا۔ تو اس سلطان لوہار کو اپنے ساتھیوں کی فہرست میں سب سے نیچے رکھونگا۔ بس اس کے پیچھے اپنے آدمی لگا دونگا۔ تاکہ یہ کبھی بھی میرے خلاف کوئی حرکت نہ کرنے پائے۔

سنتو کا رنگ غصے میں سرخ ہو گیا تھا۔ اپنے جذبات اجیت سے چھپانے کی خاطر وہ اندر چلا گیا۔

شام بھی آ گئی۔ سب ساتھی پہلے روز کی طرح ہی بیٹھے ہوتے تھے۔ نصیر شکر ب آتے ہوتے تھے۔ ہاں سلطان، مادھو اور جونی ابھی تک نہ آتے تھے۔ یوسف ی طرح سیاہ لباس پہنے چہرہ ڈھانپے کھڑا تھا اس کے نزدیک اجیت بھی سی لباس میں اس کے پاس کھڑا تھا۔ ان دونوں کے دائیں جانب سانتر رکیت ر بائیں طرف سنتو کھڑا تھا۔

سب لوگ بالکل ان ہی جگہوں پر بیٹھے اور کھڑے ہوئے تھے ۔جہاں وہ کل
اس وقت بیٹھے تھے جب اجیت نے مندر میں ذات پات کا سوال کھڑا کیا
باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی سنتو زور
سے گرجا ۔

اجیت

اس نے حیرت سے کہا ۔

جی

اتنی دیر میں سلطان، مادھو اور چونی آگئے اور اپنی اپنی جگہوں پر جا کھڑے
ہوتے جہاں جہاں وہ کل کھڑے تھے ۔

سنتو پھر دھاڑا

اجیت کیا یہ وہی وقت اور جگہ نہیں جب اور جہاں تم نے ذات پات
کا سوال کھڑا کیا تھا ۔

اجیت نے چہرے پر نقاب درست کیا ۔

ہاں

میرے پاس وقت نہیں ہے ۔ میں تمہیں چند سیکنڈ دیتا ہوں ۔ سوچو اور
اپنے کل والے غلط رویے کی سردار سے معافی مانگو ۔

اجیت نے احتجاج کیا ۔

کیا تم مجھے اسی لیے لائے تھے ۔

ہاں

تم نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے ۔

تم نے بھی میرے اعتماد کو دھوکہ دیا تھا ۔

مجھے امید نہ تھی تم بھائی ہو کر ایسا کرو گے

مجھے بھی امید نہ تھی کہ تم چھوٹے بھائی ہو کر ۔سب کے سامنے میری پگڑی
اچھال دو گے ۔

میں تمہارے گروہ سے نفرت کا اظہار کرتا ہوں ۔

میں تم سے نفرت کا اظہار کرتا ہوں ۔

اس کا نتیجہ بے حد بھیانک ہوگا ۔

وہ وقت ہی نہیں آئیگا ۔

اجیت باہر جانے لگا ۔

دیکھتا ہوں کیسے نہیں آیا ۔

سنتو ایک جست لگا کر دروازے کے پاس جا کھڑا ہوا

ٹھہرو

اجیت رُک گیا ۔

اپنی اسی جگہ پر جا کھڑے ہو جاؤ جہاں پہلے کھڑے تھے ۔

اجیت وہیں جا کر کھڑا ہو گیا ۔

بولو کیا کہتے ہو ۔

میں نے تمہیں کہا تھا سردار اسے اپنے کل کے غلط رویے کی معافی مانگو

کیوں

سنتو نے تیز آواز میں کہا

یہ میرا حکم ہے۔

میں انکار کرتا ہوں

کیا تم سردار سے معافی نہیں مانگو گے۔

ہرگز نہیں میں اس لوہار سے

سنتو کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ آئی اور اجیت کا سینہ چھد گیا۔ چکرا کر وہ زمین پر گر گیا۔ سنتو نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کے ٹریگر گارڈ میں انگلی رکھ کر اسے ہوا میں گھمایا۔

میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا۔ دوبارہ یہ الفاظ زبان پر نہ لانا مگر تم ——

تم غدار ثابت ہوگئے۔

ننگِ وطن اور سازشی نکلے۔

تم —— تم نے

اسی درخت کو کاٹنا چاہا جس کی آبیاری میں نے اپنے خون سے کی تھی۔

تم نے اسی گروہ کے خلاف آواز بلند کی جس کا میں جسم تھا اور وہ میری روح تھی ——

تمہاری روح ناپاک تھی۔

تمہارا ضمیر ہی گندا تھا۔

ہر محب وطن تم سے ایسا ہی سلوک کرتا جیسا میں نے کیا ہے۔

اجیت دم توڑ گیا۔

سنتو نے اس کی طرف پیٹھ کر کے پھر دھاڑا۔

لے جاؤ اس غدار کی لاش اور دریائے چناب میں پھینک دو۔

چار آدمی آگے بڑھے اور لاش اٹھا کر باہر لے گئے۔

سنتو نے بڑے غمگین آواز میں سلطان کی طرف دیکھا اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

سردار! میرے بھائی نے گروہ میں جو گندگی پھیلائی تھی وہ میں نے اس کے خون سے دھو دی ہے۔ سنتو واپس مڑا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

۲۲

رات ڈھلتی جا رہی تھی۔ دن بھر کے شور اور کشمکش کی جگہ اب سکون اور خاموشی ہی خاموشی تھی۔ لوگوں نے گاؤں سے باہر اپنی اپنی زمینوں میں اپنے مویشی باندھ رکھے تھے۔ ان کے پاس سونے والے سب ایک جگہ جمع ہو کر کسی سے ہیر اور سیف الملوک سن رہے تھے۔ اور ذرا دائیں طرف راہٹ کے پاس مدھر بھری بانسری کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔

ساتھ والے جنگل سے گاہے گاہے گیدڑ بھی چلا رہے تھے۔ پورے گاؤں میں سکوت تھا۔ ہاں گاموں کے خراس کی گھمر گھمر آواز آ رہی تھی۔ سلطان اور چھمیا دونوں چھت پر بیٹھے ہوئے تھے آج دو دن سے شنکر بھی گھر پر نہ تھا۔ کرامت اسے بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ دونوں کے سامنے پلیٹ میں انگور کا ایک بڑا سا خوشہ پڑا تھا۔ چھمیا نے کھانے کے برتن ایک طرف ہٹائے اور انگور دھو کر سلطان کے سامنے رکھ دیئے۔

چلو کھاؤ

سلطان نے انگور کے دانے توڑے اور بائیں ہاتھ سے چھمیا کا منہ پکڑا دائیں ہاتھ سے انگور سے بھری ہوئی مٹھی چھمیا کے منہ میں اُلٹ دی۔ چھمیا مسکرا رہی تھی اور کھا رہی تھی۔ سلطان نے جلدی جلدی اور دانے توڑے اور زبردستی چھمیا کے منہ میں ڈال دیئے وہ جلدی جلدی پھر اپنی مٹھی بھرنے لگا۔ چھمیا کا مُنہ اسقدر ٹھنسا ہوا تھا کہ وہ بات بھی نہ کر پا رہی تھی۔ اس نے جلدی جلدی اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔ سلطان نے اس کے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی۔ چھمیا نے نفی میں سر ہلایا مگر بات نہ کر سکی۔

جلدی کھاؤ نا۔ سلطان نے اس کے گال پر تھپکی لگائی۔

چھمیا نے اس سے سارے انگور لیے اور اس کے مُنہ میں ڈال دیئے۔ لگاتار وہ انگور توڑ توڑ کر سلطان کے مُنہ میں ڈالنے لگی۔ سلطان چلایا۔

بس کرو نا

اوں ہوں۔ کھاتے جاؤ۔ اتنے جوان ہو کر یہ انگور نہیں کھا سکتے ہو۔

دونوں جلدی جلدی ایک دوسرے کو کھلانے لگے اور پلیٹ خالی ہو گئی۔

چھمیا اٹھی پہلے سلطان کے ہاتھ دھلائے پھر اپنے ہاتھ دھو کر دوبارہ سلطان کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

شنکر مجھیا نہیں آئے ۔ آج دوسرا دن جا رہا ہے ۔ بڑی آہستگی سے
اسں نے پوچھا

سلطان کچھ سوچنے لگا ۔

آج تو آجانا چاہیئے تھا انہیں ۔۔۔ صبح تک نہ آئے تو میں خود اُن کا پتہ کرنے نکلونگا ۔

آج رات کہیں باہر تو نہیں جانا تم نے

کیوں

بس یونہی پوچھا ہے ۔

جاؤنگا

کدھر ؟

آج بہت دور کی مہم ہے ۔

کتنے گاؤں ؟

تقریباً سات گاؤں

کون کون سے

جلالپور سوتیاں، کوانکھ، ملک پور ۔ مرجا، پرونشاہ اور عالم گڑھ

یہ تو بہت دُور ہیں

ذرا سویرے جائینگے نا

کل کتنے گاؤں اب تک ٹھیک ہو چکے ہونگے ۔

ہم نے شروع میں صرف دو ہی گاؤں سے مہم شروع کی تھی ۔ پھر بیس ۔ اس کے بعد پچاس اور اب تک ہم نے تقریباً سو گاؤں میں دولت کی تقسیم برابر کر لی ہے ۔۔۔ غریب لوگوں میں جاگیرداروں اور ذیلداروں کا خوف ہم نے ختم کر دیا ہے ۔ اب غریب بھی دوسرے لوگوں میں شانہ تان کر چلتے ہیں اگر انہیں ذرا سی بھی تکلیف ہوتی ہے وہ وہ دھمکی دینے لگتے ہیں ۔

ہم شیرو سے شکایت کریں گے ۔

چھمیا نے تنبیہہ کی

جس قدر تمہاری مہم پھیلتی جا رہی ہے اس قدر روز بروز محتاط ہوتے جانا ۔

کیوں

یہ سفید چمڑی والی قوم ضرور تمہارے خلاف سیاست اور مکرو فریب کے جال پھیلانا شروع کر دے گی ۔ وہ اپنوں اور پرایوں کو شیرو کا بھید جاننے کی خاطر ہر طرح کا لالچ دے گی ۔

ہم نے ابھی تک انگریز حکومت کے خلاف کسی قسم کی بغاوت کا اعلان نہیں کیا ہے ۔ ہم نے تو صرف اپنے ہی ملک کے معاشرے کی اصلاح کا بیڑہ اُٹھایا ہے ۔ غریب عوام کے سروں پر ہر وقت ۔ سرمایہ داروں، جاگیرداروں، ذیلداروں اور چوہدریوں کا لہراتا ہوا خوف ہم ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتے تھے ۔ یہی لوگ انگریز حکومت کے چمچے ہیں جن کی وساطت سے وہ ہر قسم کا کام نکال سکتی ہے ۔ ہم نے ارد گرد سب ایسے عناصر کو اس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ

دوسروں پر دھونس جما سکیں۔

ہم نے اُن کی دولت لوٹ کر غریبوں میں بانٹ دی ہے۔

انہیں تنبیہہ کر دی ہے اگر ان کے علاقے میں کسی غریب پر بھی ظلم ہوا اُن کی لاش بھی نہیں ملے گی۔

ویسے نچلا طبقہ بھی ہماری حمایت کی وجہ سے اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔

چھمبا نے ایک آہ بھری۔

پتہ نہیں کب یہ سفید قوم ہمارے ملک سے دفع ہو گی۔

سلطان نے ایک لمبا سانس لیا۔

ہم چند نفوس اس حکومت کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاں اگر اسی طرح ہر معاشی مساوات اور آزادی کی شمعیں روشن کر دی جائیں۔ عوام قربانی دینے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں اور حب الوطنی اور آزادی کا جذبہ پیدا کرنے والی قوتیں حرکت میں آ جائیں تو کیسے یہ دوسروں کے خون کی پیاسی قوم یہاں سے دفع ہونے پر مجبور نہ ہو جائے۔

آج ایک نہ ایک دن وہ وقت تو آئیگا ہی نا

کیوں نہیں آئیگا — ہم نے مولویوں اور پنڈتوں کو بیدار کر دیا ہے۔ اور یہی لوگ معاشرے کی گاڑی کے پہیے ہوتے ہیں۔ اب یہ خود ہی اس گاڑی کو چلاتے رہیں گے۔ ان لوگوں سے بڑھ کر سوسائٹی پر کوئی اور اثر انداز نہیں ہو سکتا — ان کا بلا واسطہ معاشرے کے ہر فرد سے تعلق رہتا ہے۔

تم جاؤ گے بھی یا یہیں بیٹھے رہو گے۔ اتنی دور تم نے جانا ہے اور صبح سے پہلے ہی پہلے واپس بھی آنا ہے۔

سلطان ہنس دیا

تمہیں میرے یہاں بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

میرے بس میں ہو تمہیں اپنے پاس سے اٹھنے ہی نہ دوں۔ تمہارے بغیر تو اب میں خود اور میری زندگی ادھوری ہے۔

تم نے کھانا کھا لیا ہے

ابھی نہیں

جاؤ پھر کھاؤ جا کر

تمہیں رخصت کر کے ہی جاؤنگی۔

دھیان رکھنا جب چوکیدار حویلی کے سامنے آکر کہے گا "جاگتے رہنا" اس وقت مجھے یہاں سے چلے جانا ہے۔ اس کا مطلب ہو گا سارے ساتھی مختلف راستوں سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکے ہیں، صرف مادھو سنتو ارجرنی گاؤں سے باہر پرانے کنوئیں کے پاس میرا انتظار کر رہے ہونگے۔

گھوڑی پر زین ڈال دی ہے۔

شام ہی کو ڈال دی تھی۔

آج بھائی جان بھی نہیں — بس پھر اس حویلی کو باہر سے تالہ لگا دونگی۔

تمہاری مرضی ہے۔

میں اکیلی تو یہاں نہیں سوؤں گی ۔ اسی حویلی کی چھت سے دھیان رکھوں گی

ٹھیک ہے ۔

سلطان کچھ کہنے ہی والا تھا کہ رہائشی حویلی سے سلامت بی بی اور کنیز کے زور زور سے ان کی آوازیں آنے لگیں ۔

سلطان گھبرا کر کھڑا ہو گیا ۔

یہ کیا ہو گیا ؟

چھمیا بھی پریشان ہو گئی ۔

بھگوان رحم کرے ۔

دونوں تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگے ـــــ چھمیا اس قدر گھبرائی ہوئی تھی کہ سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کا پاؤں دہرا ہو گیا اور موچ آ گئی ۔ لڑکھڑا کر وہ سلطان پر گر گئی ـــــ اس نے چھمیا کو اپنے بازوؤں میں لیتے ہوئے پیار سے پوچھا ـــــ

کیا ہوا

پاؤں دہرا ہو گیا ہے ۔

زیادہ تکلیف تو نہیں

چھمیاں سیڑھیاں پر بیٹھ گئی اور پاؤں پکڑ لیا ۔

موچ آ گئی ہے ۔

سلطان نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور سہارا دے کر نیچے لایا ۔

دونوں جب وہ حویلی میں داخل ہوئے تو ـــــ تو اوسان خطا ہو گئے ۔ کرامت کی گھوڑی صحن میں کھڑی تھی ۔ اس کے ایک طرف شنکر اور دوسری طرف کرامت کی لاش بندھی ہوئی تھی ۔ محلے کے بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے ۔

چھمیا تھوڑی دیر بھائی کی لاش کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھتی رہی پھر غش کھا کر گر گئی ۔ محلے کی عورتوں نے اسے اٹھا کر ایک کھاٹ پر لٹا دیا ۔ کچھ عورتیں اس کے ہاتھ پاؤں رگڑنے لگیں اور کچھ منہ میں پانی ڈالنے لگیں ۔

سلطان پتھر کا بت بنا گھوڑی کے پاس کھڑا تھا ۔ ایسا محسوس کر رہا تھا اس میں جان ہی نہ ہو ۔ تاہم اس کے چہرے پر درندگی اور خونخواری کے رنگ آ جا رہے تھے ۔ اتنی دیر میں مادھو، سنتو اور چونی بھی حویلی میں داخل ہوئے ۔

ایک آدمی بتی اٹھائے ہجوم میں سے نکلا اور آگے بڑھا ۔ اس کے پیچھے نصیر تھا جو آتے ہی بتی کی روشنی میں دونوں لاشوں کی رسیاں کھولنے لگا تھا ۔ دونوں لاشوں کو اتار کر چارپائیوں پر ڈال دیا گیا ۔ گھر میں ماتم ہو گیا تھا ۔ نصیر جب گھوڑی کی زین اتار رہا تھا ۔ تو اس کی نظر زین سے بندھے ہوئے ایک کاغذ پر پڑی ۔ جو کسی نے اپنی چادر کا پلو پھاڑ کر باندھا تھا ـــــ

نصیر نے کھول کر جلدی جلدی دیکھا ۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے شنکر

اور کرامت کے خون میں کسی نے کوئی تنکا ڈبو ڈبو کر اس کاغذ پر لکھا ہو۔ نو
پڑھنے لگا۔ سلطان جو ابھی تک بے حس ہی کھڑا تھا بجلی کی کوند مانند آگے بڑھ
کاغذ پڑھنے لگا۔ سُرخ سُرخ حروف سب کا منہ چڑھا رہے تھے۔

" ان دونوں کے خاندان میں اگر کوئی بھی غیرت مند ہو تو ان کا انتقام ضرور لے
ہم بڑی بیتابی سے اس کا انتظار کرینگے جوان کے بعد اپنے آپ کو ہمارے مقابلے
میں کھڑا کرے " فیضو

نصیر نے کاغذ مٹھی میں دبا لیا اور غصے میں زور سے غرایا۔

میں ضرور انتقام لونگا۔ میں بے غیرت نہیں — میں بتا دونگا کہ ان دونوں
کے پیچھے قربان ہونے والوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ میں —— میں
ضرور انتقام لونگا۔ میں ہر حالت میں تمہاری پکار کا جواب دونگا۔

سلطان نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے کاغذ چھین لیا۔

یہ میرا فرض ہے۔ وہ غصے میں سُرخ ہو رہا تھا۔

میں انتقام لونگا

بہت بھیانک انتقام

میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا جس سے یہ لاشیں نکلیں

جس نے ہمارے ہی خون سے یہ کاغذ لکھ کر ہماری غیرت کو آواز دی ہے

میں اس کے خون سے اسے نہلا دونگا۔

وہ زور سے چلایا۔

فیضو! فیضو! فیضو

اس نے میرے انتقام کو دیکھا نہیں

اس نے مجھے پہچانا نہیں

میں —— میرا نام سلطان ہے — میں اس کی دھرتی الٹ
دونگا۔ دیکھنا میں موت کا سایہ بن کر اس کے پیچھے لگ جاؤنگا۔

سلطان نے ایک بار چھمیا پر نگاہ ڈالی وہ بڑی بے لبسی سے شنکر کی لاش
کو گھورے جا رہی تھی اس پر شاید سکتہ طاری ہو گیا تھا۔

مادھو نے آگے بڑھ کر سلطان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور اس سے
کاغذ لے کر دیکھنے لگا۔

پھر وُہ کراہت آمیز آواز سے بڑبڑایا۔

فیضو! تم جیسے ذلیل کی یہ جرآت ہم تمہارا خون پی جائیں گے۔

سلطان نے پوچھا

کون ہے یہ

شاہ پور کا بدمعاش۔ اشتہاری مجرم ہے۔ حکومت اس کے لیے پانچ ہزار
انعام بھی مقرر کر چکی ہے۔ اب تک کرامت اور شنکر کو چھوڑ کر وہ پچیس قتل
کر چکا ہے۔

اکیلا ہی ہے۔

نہیں اس کے بیشمار ساتھی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ایک گاؤں میں

ٹکتا بھی نہیں ۔ گھومتا رہتا ہے ۔ کبھی یہاں کبھی وہاں ۔ اس کے خبر رسار بھی بہت ہیں ۔

سلطان غرایا ۔

بس پھر وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا ۔

مادھو نے تائید کی

ہم قبر تک اس کا پیچھا نہ چھوڑیں گے ۔

سلطان نے کچھ سوچ کر کہا

سب ساتھیوں کو پیغام بھجوا دو ۔ کل شام مندر میں ———

مادھو نے چونی کی طرف غور سے دیکھا اور وہ باہر نکل گیا ۔

سلطان پھر بولا ۔

لوگ آ رہے ہیں ۔ ان کے بیٹھنے کے لیے دوسری حویلی میں چٹائیاں بچھا

چلو آؤ مادھو نے کہا

دونوں باہر نکل گئے ۔ سنتو بھی ان کے پیچھے تھا ۔

۲۴

گھپ سیاہ اندھیرے میں گیدڑ ایکدم چلا اٹھے تھے ۔ جیسے کوئی
ل روح جنگل میں ناچ اٹھی ہو یا ——— یا دور کہیں شیطانی قوتیں
لاں ہوں ۔ دریا کنارے بھیڑیوں کا ایک جوڑا دفعتہً پوری قوت سے
ٹھا اور ماحول پہلے کی نسبت اور زیادہ دہشتناک اور بھیانک ہو گیا تھا
ایسے میں سلطان اکیلا ہی مندر میں داخل ہوا ۔ اندر سارے ساتھی
ئیں ساتھیوں کی قطار بنائے چپ چاپ اور مستعد چھ قطاروں میں
ے تھے اور ان سب کے آگے دائیں طرف مادھو کھڑا تھا ۔ پہلی لائن کے
طرف سنتو اور چونی کھڑے ہوتے تھے ۔

سلطان کے سر کے اشارے سے سنتو اور چونی کو باہر نکلنے کو کہا اور

وہ دونوں چند قدم آگے بڑھ کر مادھو کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ سلطان کے نزدیک آیا اور مادھو کو مخاطب کیا۔

فیضو کی کوئی خبر ملی ؟

مادھو کی آنکھوں میں انتقام کی جھلک خاصی عیاں تھی۔

ہاں

کس گاؤں میں ہے اس وقت ؟

مادھی پور چپارہ

کتنے آدمی ہیں اس کے ساتھ ؟

دس

ہم کتنے آدمی رکھیں

دس ہی

سلطان پہلی قطار کی طرف بڑھا اور ایک ایک ساتھی کو غور سے دیکھتا آگے بڑھنے لگا۔ مادھو، چوتی اور سنتو اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ قطار کے وسط میں آ کر وہ رک گیا اور ایک ساتھی کو پاؤں سے لے کر سر [illegible] دیکھا۔ پھر اس کا کندھا تھپتھپایا اور لائن سے باہر نکال دیا۔ پیچھے والی [illegible] کی اسی طرح جانچا اور ساتھی نکالے اب دس کا [illegible] ابھرا تھا۔ وہ [illegible] سے اس کا چند دن پہلے مقابلہ ہو چکا تھا۔ سلطان نے اس [illegible] بالا یا پھر بڑے عجیب انداز میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال [illegible] یوسف نے بھی عجیب بے خودی کے عالم میں اپنی نگاہیں اس سے ملا دیں تھیں۔ یوسف کی آنکھیں بہت کچھ کہہ گئی تھیں۔ سلطان نے ہلکے سے پوچھا کیا تم اس مہم میں ہمارے ساتھ جانا پسند کرو گے۔

یوسف کا سینہ تن گیا۔

میری خوش قسمتی ہوگی اگر سردار تجھ جیسے نو وارد پر اپنے [illegible] کا اظہار کریں۔ سوچ لو ہو سکتا ہے تم اس مہم سے زندہ نہ آ سکو۔

یوسف کی آواز میں سمندر جیسی گہرائی تھی۔

موت کا خوف ہوتا تو سر پہ کفن باندھ کر گھومنے والے اس گروہ میں شامل ہی نہ ہوتا۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ ضرورت کے کسی بھی موقع پر [illegible] کے شرمندگی کا باعث نہ بنوں گا۔ ہاں ——— میں ——— تم [illegible] کے مرتے میرے قدم پیچھے ہٹنا نہیں جانتے۔ اپنے شکار کی طرف [illegible] میں اس پر تمہاری خواہش کے مطابق جھپٹوں گا۔ سلطان مسکرا دیا [illegible] سے پکڑ کر لائن سے باہر نکال لیا۔

سلطان نے اپنے اسی کارکن کی طرف خاص انداز میں دیکھا [illegible] فضا میں ہاتھ لہرا دیا۔ سب ساتھی باہر نکل گئے۔

سلطان، مادھو، چوتی [illegible] [illegible] سر کے [illegible] سے نکل کر [illegible] حرکت کے پاس [illegible] [illegible] [illegible] تھا [illegible] تم سب [illegible] [illegible] [illegible] ہاتھوں کے سکوت [illegible] ساتھیں

برکت نے کہنا شروع کیا۔

محتاط رہنا

سلطان ہونکارہ بھرنے لگا۔

جی اچھا

چوکیدار، پیش امام، پنڈت یا اپنے کسی قابلِ اعتماد ساتھی کے علاوہ کسی کے ہاں سے کھانا نہ کھانا۔

جی بہت اچھا

جب تم کھلے میدان میں اس کا تعاقب کرو تو چاروں طرف نگاہ رکھنا۔

جی

وہ طاقتور بھی ہے اور قریبی بھی اس کے بچھائے ہوتے جال سے بچنے کے لیے تمہیں بھی سیاست اور تدبر سے کام لینا ہوگا۔

میں اس کے ہر حربے کو ناکام بنا دونگا۔

اپنے ساتھیوں کو بکھیر نہ دینا۔ جہاں بھی رہو اکٹھے اور متحد رہو۔

ٹھیک ہے جی

اب تم جاؤ۔

سب گاؤں کی طرف آ تے۔ مادھو باقی ساتھیوں کو لے کر گاؤں سے پرانے کنوئیں کی طرف چلا گیا۔ سلطان گاؤں میں آیا۔ اور بڑی تیزی سے حویلی میں داخل ہوا۔ اپنے کمرے سے نئی زین نکالی اور نیلی پر ڈالی۔ زین کے ایک طرف رائفل اور دوسری طرف ایک مضبوط کلہاڑا باندھنے کے بعد اس نے زین کے اگلے حصے سے ایمونیشن کی تھیلیاں باندھیں۔ پھر ریوالور میں گولیاں بھر کر اس نے اپنے سلوکے کی جیب میں ڈال لیا۔

گھوڑی کے گرد ایک چکر لگانے کے بعد شاید اسے کوئی نیا خیال گزرا رائفل زین سے اتاری۔ دس گولیاں میگزین میں بھریں اور گیارہویں چیمبر میں ڈال کر اس نے سیفٹی کیچ لگا دیا۔

نیلی کی لگام پکڑے وہ حویلی سے نکلا اور رہائشی حویلی میں داخل ہوا۔ اسلحہ سے لدی ہوئی نیلی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ صحن میں چھمیا ایک کھاٹ پر لیٹی ہوئی تھی۔ بالکل چپ چپ اور اداس۔ سلامت بی بی اور کنیز بھی اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ سلطان آہستہ آہستہ چلتا ہوا سلامت بی بی کے پاس آکھڑا ہوا۔

میں جا رہا ہوں ماں! شاید میرے کئی دن باہر لگ جائیں۔ میں نے دو آدمیوں کو کہہ دیا ہے۔ وہ چارہ لے آیا کریں گے۔

سلامت بی بی کی پلکیں بھیگ گئیں

تم کب لوٹو گے۔

جب تک فیضو اور اس کے ساتھیوں کا سر قلم نہ کرلوں۔

سلامت بی بی کی آواز ڈوبنے لگی۔

اب تم اور نصیر ہی میرے دو بازو رہ گئے ہو۔ جلدی لوٹنا بیٹے

یں بڑی بیتابی سے تمہارا انتظار کرونگی ۔

ماں تم دعا مانگو میں کامیاب لوٹوں

انشاء اللہ ۔ تم کامران آؤ گے ۔

سلطان خاموش ہوگیا ۔ کچھ دیر لگاتار ٹکٹکی باندھے وہ چھمیا کی طرف دیکھتا رہا پھر بڑی ہلکی سی آواز میں پوچھا ۔

چھمو کیسی ہے اب ؟

سلامت بی بی رو پڑی

یہ تو پاگل ہوگئی ہے بیٹا ۔ نہ ہم سے بات کرتی ہے نہ ہی ہم میں سے کسی کو پہچانتی ہے ۔

نصیر بھائی کیا کہتے ہیں

علاج کر رہا ہے ۔

اچھا ماں میں جا رہا ہوں

سلامت بی بی نے اُٹھ کر اس کی پیشانی چوم لی ۔

جاؤ سپردِ خدا

گاؤں سے نکل کر سلطان پرانے کنویں کے پاس آیا ۔ سارے ساتھی اس کے منتظر کھڑے تھے ۔ سلطان ایک بار سارے ساتھیوں کی طرف غور سے دیکھا پھر بائیں طرف قبرستان میں ہوکر گزرتی ہوئی سڑک پر ان کے گھوڑے اندھیری خاموش اور پرہول رات میں دھول اڑاتے ہوئے بڑی تیزی سے اپنی نئی

نزل کی طرف بڑھنے لگے ۔

ماڑی پور چیارہ جب وہ داخل ہوتے تو گاؤں کی مسجد میں سرسوں ے تیل کا چار کونا لوہے کا دیا جل رہا تھا ۔ مسجد کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر سلطان نے سیٹی بجائی ۔ اندر سے ایک آدمی بھاگتا ہوا نکلا ۔ اس نے اپنے ائیں ہاتھ میں اپنے جوتے اٹھا رکھے تھے ۔ مسجد سے باہر آکر اس نے جوتے ہنے اور سلطان کے پاس آکھڑا ہوا وہ مسجد کا پیش امام تھا ۔ سلطان نے ور سے اس کی طرف دیکھا ۔

ہاں

ادھر ہی ہیں

کہاں ؟

یہاں اس کا ایک دوست ہے اس کے پاس ہیں ۔

کتنے ہیں

دس

پھر

تم ان سے کہاں نمٹنا پسند کرو گے ۔

کھلے میدان میں ۔ میں اسے دھوکہ دے کر مارنا نہیں چاہتا ۔

پھر صبح تک انتظار کرنا پڑے گا وہ تو شاید اب صبح ہی یہاں سے نکلے گا ۔

ہیں "جاگتے رہنا" کا شور کرتا ہوا چوکیدار آگیا اور سلطان کو سلام کر کے

نیلی کی لگام پکڑی۔

پیش امام نے پھر پوچھا۔

کھانا

کوئی ضرورت نہیں ہم کھا کر چلے ہیں۔ ماد ھو نے جواب دیا۔

پیش امام نے چوکیدار سے کہا۔

لے جاؤ پھر

وہ رات انہوں نے اسی چوکیدار کے ہاں گزاری۔ دوسرے روز صبح سویرے ہی ناشتہ کے بعد سلطان نے چوکیدار کو ان کا پتہ کرنے کے لیے بھیجا تو وہ دوڑتا ہوا واپس آیا۔

وہ کس قدر گھبرایا ہوا بھی تھا۔

سلطان نے جلدی سے پوچھا۔

کیا بات ہے۔

ہانپتے ہوتے اس نے کہا۔

سردار وہ تو چلے گئے۔

کس طرف ؟

عالم گڑھ کی طرف

کب نکلے یہاں سے

رات کے کسی حصہ میں ہی چلے گئے تھے۔

سلطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلا اور بڑی تیزی سے تعاقب کرنے لگا۔

عالم گڑھ میں جب وہ داخل ہوئے تو قبرستان کے پاس ایک پنڈت سر جھکاتے گاؤں سے باہر آرہا تھا۔ سلطان اس کے پاس رُک گیا اور رازداری سے پوچھا۔

فیضو آیا ادھر

آیا تھا۔

پھر کدھر گیا۔

ساتھ والا گاؤں ہے ناڈھڈے

ہاں

وہاں چلا گیا ہے۔

کتنے ساتھی ہیں

دس

تم نے گنے تھے

بالکل

اچھا ہم جاتے ہیں

نہیں

کیوں ؟

میں نے پوری تفصیل سے پتہ کیا ہے۔ وہ رات اسی گاؤں میں رہے گا۔

نایں نے تیار کرا رکھا ہے۔ کھا کر آرام کرو اور اندھیرے منہ اس گاؤں
یں داخل ہونا۔
مادھو بول پڑا۔
پنڈت جی ٹھیک کہتے ہیں
وہ سب اس کے ساتھ ہو لیتے
شام کو جب اندھیرے خاصے پھیل چکے تھے وہ عالم گڑھ سے نکلے اور
ستہ آہستہ دوسرے گاؤں کی طرف ہو لیے۔ وہ رات انہوں نے مسجد
یں گزاری۔ دوسرے روز فیضو صبح سویرے ہی وہاں سے نکلا۔ سلطان اس
کے تعاقب میں ہو لیا۔ فیضو بھی کوئی شرارہ تھا وہ انہیں چکمہ دے کر کسی دوسرے
استے پیروشاہ جا داخل ہوا۔
سلطان پہلے ہی راستے پر ابھی تک بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔
ی سڑک کے کنارے جب وہ ایک مندر کے پاس سے گزرنے لگے تو ایک پنڈت
ن کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔
سلطان نے حیرت سے پوچھا
پنڈت جی کیا بات ہے۔ ہم نے بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کیا تھا مگر پھر
بھی اسے پا نہ سکے۔ کیا وہ واپس تو نہیں چلا گیا۔
پنڈت مسکرا دیا
نہیں

پھر
وہ کھیتوں کی آڑ میں تمہیں چکما دے گیا تھا اور راستہ بدل لیا تھا۔
پھر اب
پنڈت کی آنکھیں سرخ ہو گئیں
کہاں جائیگا
کدھر ہے۔
ابھی ابھی پیروشاہ میں داخل ہوا ہے۔ وہ بڑا فریبی آدمی ہے اور بہت
ی چال چل رہا ہے۔
سلطان نے حیرت سے پوچھا۔
کیا
وہ تمہیں اپنے تعاقب میں لگائے آہستہ آہستہ اپنے اڈے کی طرف لے
جا رہا ہے۔
کہاں ہے اس کا اڈہ
ملک پور میں وہاں اس کے بلشمار ساتھی ہیں۔ بس وہ تمہیں اپنے پیچھے پیچھے
لگا کر وہاں لے جا رہا ہے۔
کیا وہ رات یہیں رہیگا۔
بالکل صبح کو وہ یہاں سے کوچ کرے گا۔
سلطان کی چھاتی تن گئی

کھانا میں نے تیار کرا رکھا ہے۔ کھا کر آرام کرو اور اندھیرے منہ اس گاؤں

میں داخل ہونا۔

وہ ڈھولو ل پڑا۔

پنڈت جی ٹھیک کہتے ہیں

وہ سب اس کے ساتھ ہو لیے

شام کو جب اندھیرے خاصے پھیل چکے تھے وہ عالم گڑھ سے نکلے اور

آہستہ آہستہ دوسرے گاؤں کی طرف ہو لیے۔ وہ رات انہوں نے مسجد

میں گزاری۔ دوسرے روز فیضو صبح سویرے ہی وہاں سے نکلا۔ سلطان اس

کے تعاقب میں ہو لیا۔ فیضو بھی کوئی شرارہ تھا وہ انہیں چکمہ دے کر کسی دوسرے

راستے پیرو شاہ جا داخل ہوا۔

سلطان پہلے ہی راستے پر ابھی تک بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

کچی سڑک کے کنارے جب وہ ایک مندر کے پاس سے گزرنے لگے تو ایک پنڈت

ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

سلطان نے حیرت سے پوچھا

پنڈت جی کیا بات ہے۔ ہم نے بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کیا تھا مگر پھر

بھی اسے پا نہ سکے۔ کیا وہ واپس تو نہیں چلا گیا۔

پنڈت مسکرا دیا

نہیں

پھر وہ کھیتوں کی آڑ میں تمہیں چکما دے گیا تھا اور راستہ بدل لیا تھا۔

پھر اب

پنڈت کی آنکھیں سرخ ہو گئیں

کہاں جائیگا

کدھر ہے۔

ابھی ابھی پیرو شاہ میں داخل ہوا ہے۔ وہ بڑا فریبی آدمی ہے اور بہت

چال چل رہا ہے۔

سلطان نے حیرت سے پوچھا۔

کیا

وہ تمہیں اپنے تعاقب میں لگا کے آہستہ آہستہ اپنے اڈے کی طرف لے

جا رہا ہے۔

کہاں ہے اس کا اڈہ

ملک پور میں وہاں اس کے بیشمار ساتھی ہیں۔ بس وہ تمہیں اپنے پیچھے پیچھے

وہاں لے جا رہا ہے۔

کیا وہ رات وہیں رہیگا۔

بالکل صبح کو وہ یہاں سے کوچ کرے گا۔

سلطان کی چھاتی تن گئی

میں اس کا راستہ ہی بند کر دونگا۔

کیسے

وہ پیروشاہ سے نکل کر ملک پور جانے کے لیے مرجے سے ہو کر اس برساتی
نالے میں سے ہی جائیگا نا

بالکل راستہ ہی یہی ہے۔

پھر میری بھی ایک سیاست دیکھنا

کیا؟

آؤ اندر بیٹھتے ہیں

سارے مندر کے اندر آ گئے۔

سلطان نے کہنا شروع کیا۔

ابھی تھوڑی بعد جبکہ سورج غروب ہونے لگا ہم سب پیروشاہ میں اکٹھے
ہونگے۔ تاکہ اسے پتہ چل جائے کہ ہم تعاقب میں ہیں۔

پھر

بتاتا ہوں سنتے جاؤ

گاؤں میں تھوڑی دیر ٹھہر کر ہم باہر نکل جائیں گے اور سیدھے برساتی نالے
میں چلے جائیں گے۔

وہاں کیا کرو گے۔

سنو تو

نالے کے بیچوں بیچ جو راستہ جاتا ہے نا اس کے دائیں طرف سنتو ایک؟
ھی کے ساتھ بیٹھ جائے گا۔ بائیں طرف چونی اور ایک ساتھی اور سامنے
ساتھی کے ساتھ مادھو۔ سب وہاں لیٹے رہیں گے اور اپنے سامنے ریت
مدمہ بنا لیں گے۔ اس کام میں ان کی مدد کر کے میں پھر گاؤں میں آ جاؤنگا میرے
ر یوسف کے علاوہ باقی تین ساتھی بھی ہونگے۔

صبح جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے گا تو میں اُن کا تعاقب کرونگا
ب ایک دوسرے کے آگے پیچھے رہیں گے تاکہ وہ یہ اندازہ نہ لگائے
طرف جا رہیں۔ جب وہ نالے کے اندر پہنچے گا تو ہیں پیچھے سے فائرنگ۔
ع کر دونگا۔ اب اس کا ردعمل صرف دو طرح کا ہوگا۔

ایک تو وہ مقابلے پر ڈٹ جائے گا۔ یا بھاگ کھڑا ہوگا تاکہ ہم اس کا تعاقب
ہوتے اس کے اڈے تک پہنچ جائیں۔ یہاں آ کر ہم اس کے بھاگنے کا
کام بنا دینگے کیونکہ اس وقت تک مادھو، سنتو اور چونی بھی فائرنگ
چکے ہونگے۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو گھرا ہوا پا کر مقابلے پر ڈٹ جائیگا
ل ہم اس پر قابو پا سکتے ہیں۔

پنڈت مسکرا دیا

بہترین سکیم ہے۔ یقیناً وہ بچ کر نہ جا سکیگا۔

کیوں میں نے صحیح سوچا ہے نا

پنڈت نے سر جھکا لیا۔

سردار کا فیصلہ کیسے غلط ہو سکتا ہے۔

چونی بیچ میں بول پڑا۔

کھانے کو کچھ ملیگا۔

پنڈت ہنس دیا

سب کچھ ہے۔

سنتو نے پیٹ پر ہاتھ مارا

لاؤ پنڈت جی پھر دیر کاہے کی

سب مل کر کھانا کھانے لگے۔

شام کے وقت وہ پیرو شاہ داخل ہوئے۔ ایک گلی کے کونے پر ایک آدمی بڑے غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ جب وہ اس کے نزدیک آئے تو وہ بھاگ کر کسی گلی میں اوجھل ہو گیا۔ سلطان سمجھ گیا تھا کہ فیضو کا آدمی ہے۔

وہ سب دوسری گلی میں گھس گئے۔ کچھ دیر گاؤں کے چوکیدار کے ہاں ٹھہرے پھر وہاں سے بھی نکلے اور رات کے اندھیرے میں وہ اپنی بنائی ہوئی سکیم کی تکمیل کی خاطر بڑی تیزی کے ساتھ برساتی نالے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

۲۳

سورج کی سنہری کرنوں نے دھرتی کا شبنم میں دھلا دھلایا سینہ چوم لیا تھا۔ سان بیلوں کو جوڑیاں لیے ہل جوتنے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بیڑ بکریوں کے ریوڑ ہانکتے ہوئے بنجر زمینوں کی طرف لے جا رہے تھے۔ رات کا سکوت اور بھیانک پن ٹوٹ گیا تھا۔ ہر طرف، ہر سو کشمکش اور جستجو کا شور بلند ہو رہا تھا۔

فیضو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس گاؤں سے نکلا۔ سلطان پہلے ہی تاڑ میں تھا اور اتفاق میں نکل کھڑا ہوا۔ فیضو اپنے ساتھیوں کے ساتھ [illegible] کی طرف جانے والی کچی سڑک پر بڑی تیزی سے اسی برساتی نالہ کی طرف جا رہا تھا جو [illegible] پہاڑیاں کے درمیان بہتا ہے۔

فیضو اور اس کے ساتھی گو بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے مگر ان کا دھیان اپنے پیچھے ہی تھا اور سلطان کی طرف سے کسی اچانک حملے کے لیے وہ پوری طرح تیار تھے۔ مگر تقدیر آج ان کے حق میں نہ تھی۔ جونہی وہ برساتی نالے میں تھوڑا اسا آگے بڑھے سلطان نے فائر کھول دیا۔ فیضو اور اس کے ساتھی فوراً ریت پر کود گئے اور گھوڑوں کی آڑ میں ہو کر جوابی فائرنگ کرنے لگے۔ وہ یہ دیکھ کر کافی مطمئن تھے کہ ان کا تعاقب کرنے والے صرف چار ہی ہیں۔

اچانک سامنے سے مادھو نے گولیوں کی بوچھاڑ ماری اور بڑی قہر آلود آواز میں دھاڑا ذلیل کتنے ہتھیار ڈال دو — ورنہ تمہارا ایک ایک عضو چھلنی کر دونگا —

گھوڑوں کی آڑ اب بیکار ہو گئی تھی کیونکہ دونوں طرف سے گولیاں برسنے لگی تھیں۔

گھبرا کر انہوں نے بائیں طرف بھاگنے کی کوشش کی مگر سامنے چونی تھا اس نے انہیں گولیوں کی آڑ پر لیا اور غرایا۔

اب بھاگ نکلنا اتنا اسان نہیں فیضو! ہم نے تمہارے ہر فریب اور مکر کو ناکام بنا دیا ہے آج ہمارے ہاتھوں تمہاری موت یقینی ہے۔

فیضو اور اس کا ساتھی بری طرح بوکھلا گئے تھے — اب وہ دائیں طرف گھوڑوں کی آڑ میں بھاگے مگر تھوڑا سا ہی آگے بڑھے تھے کہ ادھر سے بھی گولیوں کی بوچھاڑ آئی اور ساتھ ہی ساتھ سنتو کی غصیلی آواز بھی۔

اب چوہے کی طرح چھپتے کیوں ہو فیضو!

فیضو اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ فوراً ریت پر لیٹ گیا۔ اس کے کچھ ساتھی بری طرح زخمی ہو چکے تھے — اب وہ لیٹ کر چاروں طرف گولیاں برسانے لگے

سلطان کہنیوں اور گھٹنیوں کے بل چلتا ہوا ذرا آگے بڑھا اور دستی بم کا پن نکال پوری قوت سے اپنے سامنے پھینکا ایک زوردار دھماکا ہوا اور فیضو کے دو ساتھی ایک المناک چیخ کے ساتھ ڈھیر ہو گئے — سلطان زور سے چلایا۔

اپنے آپ کو ہتھیار ڈال کر ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ یاد رکھو کتے کی سی گمنام موت مارے جاؤ گے۔

فیضو اپنے ساتھیوں سمیت کھڑا ہو گیا اور ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔

سلطان پھر چلایا۔

ہتھیار وہیں پڑے رہنے دو اور خود پورے دس قدم گن کر دائیں طرف ہو جاؤ۔

فیضو اپنے ساتھیوں سمیت سلطان کی ہدایت پر عمل کر کے کھڑا ہو گیا۔

سلطان، یوسف اور تین ساتھیوں کے ساتھ اٹھا اور ہتھیار تانے ان کی طرف بڑھنے لگا۔ مادھو، چونی اور سنتو بھی اپنے ساتھیوں سمیت ہتھیار تانے آگے بڑھنے لگے تھے۔ سلطان جب قریب آیا یوسف سے کہا۔

ان کی تلاشی لو یوسف!

یوسف نے سب کے کپڑے ٹٹول ٹٹول کر تلاشی لے لی۔

سلطان ریوالور تانے فیضو کی طرف بڑھا۔

تم فیضو ہو!

اس نے ہاتھ اوپر اٹھائے ہوتے ہی جواب دیا۔

ہاں

ہاتھ نیچے کرلو اب

تم نے کرامت اور شنکر کو کیوں قتل کیا۔

میں ایسے سوالوں کے جواب دینے کا عادی نہیں ۔۔ میں جو کر گزرتا ہوں اس پر کبھی نہیں پچھتایا۔

شنکر کی بہن جو تم نے اغوا کی تھی کہاں ہے۔

بچوں کے سے سوال نہ کرو۔ میں کیسے تمہیں اپنے ان معاملات میں شریک کرسکتا ہوں۔

سلطان نے ایک بھرپور طمانچہ اس کے منہ پر دے مارا۔

آج تمہیں ہر چیز بتانا ہوگی۔

فیضو نے نفرت اور حقارت سے کہا۔

ہتھیار کی نوک پر بات کرنا آسان ہے ۔ ریوالور ہاتھ میں پکڑ کر ایسا سلوک تو میرے ساتھ کوئی کمزور عورت بھی کرسکتی تھی۔

سلطان نے غصیلی نگاہوں سے دیکھا۔

میں تمہیں بازو آزمانے کا موقع بھی دوں گا۔

فیضو مسکرادیا

اگر تم ہار گئے تو تمہیں ہم سے کوئی تعرض کیے بغیر واپس چلے جانا ہوگا اور اگر میں ہار گیا تو جو چاہو سلوک کرو تم اس میں حق بجانب ہوگے۔

مجھے تمہارا یہ چیلنج منظور ہے۔

تو پھر پھینک دو اس ریوالور کو اور دیکھو کس کی مٹھی میں بل زیادہ ہیں۔

جونہی سلطان نے ریوالور پھینکا۔ فیضو اس پر ٹوٹ پڑا۔ لگاتار مکوں اور ...وں سے اس نے سلطان کو دوہرا کر کے رکھ دیا۔ سلطان نے بہتیرا سنبھلنے ...ش مگر فیضو کچھ اس طرح گیا تھا کہ اس کا کوئی جتن ہی نہ چل رہا تھا۔

...طان ایک بار جب لڑکھڑا کر گرنے لگا تو فیضو نے اس کی گردن پر ٹھوڑی کے ...دونوں پاؤں کی ٹھوکریں دے ماریں۔ سلطان ریت پر گر گیا۔

فیضو نے کھڑے ہو کر ہولناک قہقہہ لگایا۔

بتاؤ کون جی دار ہے۔

سلطان نے اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا۔

میں نے آج تک ہار اور شکست قبول نہیں کی۔

آج تمہیں میں ہار ماننے پر مجبور کردوں گا۔

سلطان نے جب اٹھنے کی کوشش کی تو فیضو نے پھر اس کی گردن پر پاؤں ...کر مارنا چاہی تو سلطان نے اس کا پاؤں پکڑ لیا اور مروڑ کر فیضو کو کئی گز دور ...ک دیا۔

فیضو اب کچھ محتاط ہوگیا تھا۔ شاید اس نے اندازہ کرلیا تھا کہ اس کا مدمقابل ...ے کم خطرناک نہیں۔ وہ اب آہستہ آہستہ تول تول کر قدم رکھتا ہوا ...ان کی طرف بڑھا جس کی گردن، چہرہ اور بازو زخمی ہوگئے تھے اور اس

کے کپڑے خون آلود ہو چکے تھے ۔

فیضو نے آگے بڑھ کر جونہی سلطان کو مکہ مارنا چاہا سلطان نے اس کا ہا
پکڑ کر پوری قوت سے مروڑا ۔فیضو دہرا ہو کر جھک گیا ۔سلطان نے فورا
کا ہاتھ چھوڑا اور اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کی گردن پر ایک بھرپور ضرب لگا

فیضو لڑکھڑاتا ہوا دُور جا گرا ۔سلطان اس کے قریب کھڑا ہو کر
اُٹھو میں اب بہت جلد تمہارے سارے آتار دینا چاہتا ہوں۔

فیضو جونہی اٹھا سلطان نے اس کی گردن ،چہرہ ،سر ،پیٹ اور پیٹھ
تیز مکوں سے سجا ڈالی ۔فیضو درد کی شدت سے کراہ اٹھا ۔سلطان اب اس
پر سوار ہو گیا تھا ۔

سلطان ؟

اس وقت وحشی ہو گیا تھا ۔

خونخوار بھیڑیا جیسے زخمی ہو کر تباہی پر اُتر آیا ہو ۔

زخمی ہو کر اس میں چیتے کی سی پھرتی آگئی تھی ۔

اس کے جسم کا ہر عضو حملے کی لیے تیار ہو گیا تھا ۔

وہ بار بار جھپٹ رہا تھا ۔

فیضو زمین پر بے سدھ سا لیٹا تھا ۔

سلطان نے کرخت آواز میں پوچھا۔

مانتے ہو ہار ۔

فیضو نے نفی میں سر ہلا دیا ۔

ابھی مجھ میں اتنی سکت ہے کہ تمہارا مقابلہ کر سکوں ۔

وہ اٹھ کر پھر سلطان پر جھپٹا ۔

سلطان نے اسے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر دور پھینک دیا اور
پوچھا ۔

انتے ہو ہار

اں ہوں ۔۔فیضو پھر انکار کر گیا اور اُٹھ کھڑا ہوا ۔

سلطان نے اس کے دونوں بازو پکڑ کر ایک زوردار گھٹنا اس کے
یٹ میں مارا ۔

فیضو نے سلطان کی گردن پکڑ کر اس کا گلہ گھونٹنا چاہا ۔۔مگر سلطان نے بڑی
یسے دو مکے اس کے منہ پر دے مارے ۔

فیضو پھر زمین پر گر کر اونچے اونچے سانس لینے لگا ۔

سلطان پھر دھاڑا ۔

بولو

ایسے میں تھوڑا ہی ہار مانتا ہوں ۔۔ ابھی تو میری موت بھی مجھے نظر
ہ آرہی ۔

فیضو میں اُٹھنے کی اب سکت نہ رہی تھی ۔۔ سلطان نے اسے پکڑ کر
اٹھایا اور دونوں ہاتھوں سے اس کی کمر پکڑ کر دبانے لگا ۔

جب تم ہار ماننا چاہو تو مجھے بتانا۔

سلطان نے مضبوط بازوؤں کا حلقہ آہستہ آہستہ تنگ ہو رہا تھا
دفعتہً اس نے فیضو کو اپنے ساتھ چمٹا کر اس قوت سے اپنے بازوؤں کو
سکیڑا کہ فیضو چلا اٹھا اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی
کوئی تیز دھار آرے سے کاٹ رہا ہو۔ فیضو کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس
ہوا آنکھوں کے سامنے ستارے لہرا گئے اور بے بس ہو کر وہ چلا پڑا۔

بس

سلطان نے اسے چھوڑ دیا۔

مانتے ہو ہار

فیضو ریت پر گر گیا

ہاں

سلطان اس کی چھاتی پر سوار ہو گیا

اب بتاؤ رتیا کو اغوا کر کے تم نے کہاں رکھا ہوا ہے۔

فیضو اونچے اونچے سانس لیتا رہا اور کوئی جواب نہ دیا

سلطان نے اس کے بال پکڑ کر جھنجھوڑے

بتاؤ کہاں ہے رتیا !

فیضو نفی میں سر ہلا گیا۔

اوں ہوں — یہ بات میری تمہاری شرط میں شامل نہ تھی۔

سلطان نے اپنا ریوالور پکڑ لیا۔

بتاتے ہو یا

فیضو بھی بڑا ڈھیٹ تھا۔

ہرگز نہیں

سلطان نے اس کی دائیں ٹانگ بھی دو گولیاں داغ دیں۔

اب

نہیں

سلطان نے اس کی بائیں ٹانگ پر گولیاں برسائیں۔

بولو

نہیں

سلطان پاگل ہو گیا تھا۔ تیزی سے وہ اٹھا اور اپنے گھوڑی کی زین سے بندھا
ہوا کلہاڑا اتار لایا۔ اس کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا اور آنکھیں کسی آنے والی
تباہی کی نشاندہی کر رہی تھیں۔

اس کے قریب آ کر سلطان دہاڑا

میرا نام سلطان ہے میں تم سے کہلوا کر چھوڑوں گا رتیا کہاں ہے۔

وہ نیچے جھکا اور فیضو کی دونوں ٹانگیں گھٹنے کے قریب سے کاٹ دیں۔

فیضو درد کی شدت سے دیوانوں کی طرح دہاڑا

سلطان نے اپنا خون آلود کلہاڑا اس کے سر پر لہرایا۔

بتاؤ کہاں ہے ریتا

فیضو نے بڑی مشکل سے کہا

وہ اب یہاں نہیں

کہاں ہے پھر

مر چکی ہے

کس نے مارا اسے

میں نے قتل کیا تھا اسے

سلطان نے پھر اپنا کلہاڑا لہرایا اور فیضو کی گردن کاٹ کر سر علیحدہ کر دیا۔ اسی وقت مادھو نے اپنی سٹین گن کی باڑھ ماری اور فیضو کے سارے ساتھیوں کو ڈھیر کر دیا۔ برساتی نالے کے دونوں طرف پار جانے والے لوگ خوف کے مارے کنارے پر ہی کھڑے ہو گئے تھے۔ شہر جانے والے ٹانگوں کی قطار بھی رکی ہوئی تھی۔

سلطان کا سارا لباس خون آلود تھا۔ وہ اٹھا اپنی چادر پھاڑی اور پھر وہ فیضو کا سر اٹھا کر گھوڑی کے قریب لایا چادر کے پھاڑے ہوئے پلو سے فیضو کے سر کے بال باندھے ایک بار چادر کا پلو جھٹک کر اس کی مضبوطی کا جائزہ لیا پھر فیضو کا سر اپنی زین کے ساتھ باندھ لیا۔

تھوڑی دیر تک وہ برساتی نالے ہی میں چلتے رہے پھر بائیں کنارے پر چڑھے اور گھوڑے سرپٹ دوڑا دیئے۔

۲۵

جنگل کی آگ کی طرح فیضو کے قتل کی خبر ہر طرف پھیل گئی تھی ۔۔۔ لوگ نے اپنے گاؤں سے باہر نکل کر سلطان اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کر رہے ے۔ بڑے بوڑھے بڑے اطمینان کا اظہار کر رہے تھے۔

بڑی مدت بعد اس فیضو کو کسی نے ٹھکانے لگایا ہے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا تھا انے ۔۔۔

سلطان جب نارنگ کے پاس سے گزر رہا تھا تو سارا گاؤں کیا مرد کیا عورتیں ی باہر نکل آئے تھے۔ ہاجرہ اور ناز سلطان کی حالت دیکھ کر رو پڑی تھیں ۔۔۔ ان نے سلطان کو وہاں روک لیا تھا اور طرح طرح کے سوال کرنے لگے تھے۔

لطان کا چہرہ ہاتھ، پاؤں اور کپڑے سب خون آلود تھے۔ ہاجرہ اور ناز کی

حالت رو رو کر بُری ہو رہی تھی۔ کچھ جوان فیضو کا سر جو سلطان کی زین کے ساتھ بندھا ہوا تھا ٹٹول کر دیکھنے لگے تھے۔

ایک طرف سے سائیں برکت تیز تیز قدم دکھاتا ہوا آیا۔ سلطان اور اس کے ساتھی احتراماً نیچے اتر گئے۔ سائیں برکت نے سلطان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا گھوڑی پر بیٹھ جاؤ۔ بس تم جیسے سپوت کو نیچے کھڑا ہو کر ہی سلام کرتا ہوں۔

سلطان ان کے سامنے کھڑا رہا۔

سائیں برکت نے پھر کہا

بیٹھو بیٹھو

سلطان جب گھوڑی پر بیٹھنے لگا تو سلمیٰ عورتوں کے ہجوم کو چیرتی ہوئی نکلی اور سلطان کی خون آلود قمیص کا دامن پکڑ لیا۔

ٹھہرو

سلطان نے جو ایک پاؤں رکاب میں جما چکا تھا مڑ کر دیکھا۔ سلمیٰ نے اس کی قمیص پکڑی ہوئی تھی اور اس کے پیچھے نسرین بھی تھی۔

سلطان نے بڑی بے اعتنائی سے پوچھا۔

کیا بات ہے بی بی!

سلمیٰ نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

تم جیت گئے ہو بیٹا میں ہار چکی ہوں اب معاف کر دو مجھے۔ سلمیٰ اور آگے بڑھی اور سلطان کا خون آلود چہرہ اپنے دوپٹے سے صاف کرنا چاہا۔

سلطان نے اس کا ہاتھ پیچھے ہٹا دیا۔

میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا بی بی!

سلمیٰ نے شکایتاً کہا۔

کھاؤ ماں کو۔ اس قدر سنگدل تو نہ ہو جاؤ۔ تم نے کیا سمجھا تھا ایک ماں اپنے بیٹے کو اس طرح خون میں لتھڑا ہوا دیکھ سکیگی۔ تمہاری حالت دیکھ کر میرا دل جل رہا ہے۔

اس نے سلطان کی قمیص پکڑ کر کھینچی۔

آؤ میرے ساتھ گھر چلو

سلطان کی پلکیں بھیگ گئی تھی۔

کیسا گھر کس کا گھر بی بی!

نسرین بھی بول پڑی۔

کون ہے ماں یہ؟

سلمیٰ رو پڑی

تمہارا بھائی مرید ہے

قریب ہی کھڑی ہاجرہ اور ناز اس بات چیت سے سخت پریشان ہو گئی تھیں۔

نسرین بھائی کہہ کر سلطان سے لپٹنے کو بھاگی۔

سلطان نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسے روک دیا۔

تمہیں غلط فہمی ہوتی ہے۔ میری بہن۔ میرا نام مرید نہیں طفیل ہے ویسے

لوگ مجھے سلطان کہہ کر پکارتے ہیں ۔ میری ماں اور بہن تو وہ کھڑی ہیں ۔ اس نے ہاجرہ اور نازکی طرف اشارہ کیا ۔

نسرین رک گئی اور ماں کی طرف دیکھتے ہوئے احتجاج کیا ۔

ماں کیا تم ــــــ

سلمیٰ نے آنسو پونچھے

یہ جھوٹ کہتا ہے بیٹی یہی تمہارا بھائی مرید ہے

اتنی دیر تک ہاجرہ بھی آگے بڑھی اور سلمیٰ سے کہا ۔

میرا تو ایک ہی بیٹا ہے ۔ چوہدرانی کیوں اسے بھی مجھ سے چھینتی ہو ۔ اس کے بغیر تو میں زندہ بھی نہ رہ سکوں گی کیا اس طرح بھی کبھی بیٹے تبدیل ہوتے ہیں ۔ تمہارا مرید تو جیل ہی میں مرگیا تھا ۔ اب تم میرے بچے کی بہادری سے متاثر ہو کر اسے اپنے مرید کا روپ دیکر اپنا سینہ ٹھنڈا کرنا چاہتی ہو ۔

سلمیٰ رو رہی تھی ۔

اس سے قسم لو کیا یہ تمہارا بیٹا ہے ۔

ہاجرہ نے سلطان کی طرف غور سے دیکھا

وہ ٹال گیا

ہمیں کیا ضرورت ہے ماں قسم دینے کی ۔ یہ عورت تو پاگل ہوگئی ہے ۔

سلمیٰ پھر بول پڑی ۔

اس بات کا فیصلہ کل ہوگا ۔ اگر یہ مسجد میں کھڑا ہو کر سر پہ قرآن پاک رکھ کر کہہ دے کہ یہ میرا بیٹا نہیں تو میں ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤنگی

سلطان نے بات کو ختم کرنا چاہا

ہمیں کوئی ضرورت نہیں بی بی ! تم اپنے کام سے غرض رکھو ۔

ایک طرف کھڑے ہوئے سائیں برکت ، مادھو ، چونی اور سنتو جو اس بھید سے واقف تھے اپنے آنسو پونچھ رہے تھے ۔

اتنے میں ہاجرہ بول پڑی ۔

نہیں بیٹا ! تم کل مسجد میں کھڑے ہو کر قسم اٹھالو تاکہ یہ قصہ ہی ختم ہو جائے ورنہ یہ روز ہی ایسا مطالبہ کرتی رہی گی ۔

سلطان نے غور سے ہاجرہ کی طرف دیکھا

اس نے دکھ سے کہا

کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے بیٹے

سلطان چونک پڑا

نہیں ماں

ہاجرہ نے سلمیٰ سے کہا

ٹھیک ہے میرا بیٹا کل اٹھائیگا قسم ۔ مجھے خبر نہ تھی تو چوہدرانی سے بچے چھیننے والی عورت بن جائے گی ۔

سلطان نے ہاجرہ سے کہا

میں اب چلتا ہوں ماں

ہاجرہ نے بڑے پیار سے کہا

تمہارا سارا چہرہ اور بدن زخمی ہے کیسے جانے دوں بیٹا۔ آؤ میرے ساتھ گھر

سلطان ٹال گیا اور فیضو کے سر کی طرف اشارہ کیا۔

میرے تو کوئی زخم نہیں یہ تو اس کا خون میرے بدن پر لگا ہوا ہے۔

سلطان آگے بڑھ گیا۔

اچھا ماں میں کل آؤنگا۔

سائیں برکت مادھو کے ساتھ بیٹھ گیا تھا اور سب پریم پور کی طرف بڑھنے لگے۔ سلطان رہائشی حویلی میں داخل ہوا۔ سلامت بی بی، کنیز اور نصیر صحن میں بیٹھے تھے اور ان کے درمیان چھمیا کھاٹ پر بے سدھ سی لیٹی ہوئی تھی۔

سلامت بی بی سلطان کی حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔ نصیر فوراً کھڑا ہو گیا۔

سلطان خون میں نہایا ہوا تھا۔ گھوڑی اس نے ایک طرف کھڑی کی زین سے بندھا ہوا فیضو کا سر اتارا اور دائیں ہاتھ میں اسے لٹکاتے وہ ان کی طرف بڑھا۔ ان کے قریب آکر سلطان نے فیضو کا سر سلامت بی بی کے قدموں میں پھینک دیا۔

ماں یہ ہے کرامت اور شنکر کا قاتل

سلامت بی بی کنیز اور نصیر تینوں رو پڑے تھے۔ سلامت بی بی فوراً اٹھی سلطان کو گلے لگا کر اپنے دوپٹے سے اس کی پیشانی پونچھنے لگی — نصیر

نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

رہنے دو ماں اس کے زخم ہیں۔ میں خود دھو کر پٹی باندھونگا۔

چھمیا بڑے غور سے سلطان کو دیکھے جا رہی تھی۔ اچانک اس کی ں کی جھالر بھیگ گئی پھر ——— پھر پلکوں کی منڈیر پر آنسوؤں کے اغ جل اُٹھے بڑی تیزی سے وہ اٹھی اور بری طرح سلطان سے لپٹ گئی سلطان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے تھے۔ وہ چھمیا کے آنسو ھنے لگا۔ سلامت بی بی، کنیز اور نصیر خوشی سے مسکرا اٹھے تھے۔

گاؤں کا چوکیدار حویلی میں داخل ہوا تو سلطان سے کہا۔

ڈی سی اور ایس پی ذیلدار کے ہاں بیٹھے ہیں اور تمہیں بلایا ہے۔ انہوں کہا ہے۔

فیضو کا سر بھی لے آئے۔

سلطان پیچھے مڑا

چلو

چھمیا نے اسے پکڑ لیا۔

میں نہیں جانے دونگی

سلامت بی بی نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا ابھی آجاتا ہے ٹا جلدی آ یا بھئی۔ سلطان۔ چھمیا کو پکڑ کر اس نے پھر بستر پر بٹھا دیا۔

سلطان اور نصیر دونوں باہر نکل گئے اور مادھو، چونی، سنتو،

یوسف اور دوسرے پانچ ساتھیوں کو لے کر وہ نارنگ کے ذیلدار اشرف کے ہاں داخل ہوئے۔

ڈی سی اور ایس پی نے باری باری اُٹھ کر اسے گلے لگا لیا۔ سلطان نے فیضو کا سر ایس پی کے قریب ہی رکھ دیا تھا جسے وہ غور سے دیکھنے کے بعد بولا

یہی فیضو ہے

ڈی سی نے مسکرا کر پوچھا

یہ تمہیں کہاں سے ملا۔

میں نے خود اس کا پیچھا کیا تھا۔

کیوں

اس نے میرے دو بھائیوں کو قتل کر دیا تھا۔ میں نے اپنے نو دوست اکٹھے کئے اور اس کے تعاقب میں لگ گیا۔ یہ اس وقت ماڑی چابڑ میں تھا۔ یہاں سے نکل کر یہ عالم گڑھ ۔ پھر ڈھڈے اور وہاں سے پیر شاہ گیا۔ میں لگاتار اس کا پیچھا کرتا رہا اور جب یہ برساتی نالہ پار کر کے آگے جانے لگا تو میں نے اسے گھیر لیا اور قتل کر دیا۔

ڈی سی نے شاباش دی۔

جو کام پولیس عرصے سے نہ کر سکی وہ تم نے دو دن میں کر دکھایا۔ اس علاقے میں اب شیرو رہ گیا ہے۔ اگر وہ بھی ختم ہو گیا تو بالکل امن ہو جائیگا۔

سلطان نے ہمت کر کے جواب دیا۔

سنا ہے شیرو کسی غریب پر ہتھیار نہیں اٹھاتا۔

ہاں مگر وہ ہماری حکومت کے خلاف ہے اور ہمارے آدمیوں کا اس نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ سلطان نے ڈی سی کو خوش کرنے کیلئے کہا۔

وہ دن دور نہیں جب میں شیرو کو بھی اسی طرح آپ کے سامنے پیش کروں گا ——

ہمیں تم سے یہی امید تھی۔ تمہیں جس قدر اسلحہ بھی چاہیے ہم تمہیں مہیا کرینگے صرف ایک بار شیرو کو پکڑ کر تم اسے ہمارے حوالے کر دو میں وعدہ کرتا ہوں میں تمہیں تحصیلدار بنوا دونگا۔ تم نے دو دفعہ ہماری مدد کر کے ثابت کر دیا ہے کہ تم صحیح معنوں میں ہماری حکومت کے خیر خواہ ہو۔ پھر اس نے ایس پی کو انگریزی میں کہا ——

جس قدر بھی یہ مدد مانگے تم اسے فوراً دو۔ شیرو نے انگریز حکومت کے خلاف جو آزادی کا چراغ روشن کیا ہے ہوسکتا ہے وہ گاؤں سے نکل کر پوری تحصیل اور پھر ضلع میں پھیل جائے اور یوں دوسرے ضلعے بھی اس سے متاثر ہوں۔ اس صورت میں ہماری حکومت کے خلاف ایک عام بغاوت اٹھ کھڑی ہو گئی۔ شیرو جیسے ہی لوگ ہیں جو شروع میں آزادی کے ننھے ننھے چراغ روشن کرتے ہیں اور مستقبل میں آزادی کے عظیم علمبردار ثابت ہوتے ہیں۔

ڈی سی پھر سلطان سے مخاطب ہوا۔

ویل سلطان، ہم نے ایس پی صاحب سے کہہ دیا ہے تمہیں جس چیز

کی ضرورت ہو ان سے مانگو ۔ پھر اس نے ایک پولیس انسپکٹر سے سیاہ رنگ کا تھیلا لیا اور اس میں سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر سلطان کو تھما دی ۔

یہ تمہارا پانچ ہزار روپیہ انعام

سلطان نے نوٹ لیے اور مادھو کی طرف بڑھا دیئے ۔

یہ سب ساتھی آپس میں بانٹ لو

ڈی سی پھر بولا ۔

نہیں ۔ یہ صرف تمہارے ہیں ان کے لیے ہم علیحدہ رقم لاتے ۔ ہمیں خبر مل گئی تھی ۔ کہ تم دس جوانوں نے مل کر فیضو اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا ہے ۔

ڈی سی نے اور نوٹ نکالے اور سلطان کے ساتھیوں میں بانٹ دیئے ۔

وہ بے حد خوش نظر آ رہا تھا ۔ مادھو کی طرف دیکھتے ہو اس نے کہا ۔

تم شیرو کو پکڑ و ہم تمہیں اس سے بھی زیادہ انعام دیں گے ۔

مادھو نے بڑی خاکساری سے جواب دیا ۔

ہم اپنی پوری کوشش کریں گے کہ اس پر قابو پا سکیں ۔

نصیر جو ابھی تک خاموش تھا بول پڑا ۔

سر ! اگر اجازت ہو تو میں اب سلطان کو لے جاؤں ۔ اس کے زخموں کی ابھی تک دیکھ بھال نہیں ہو سکی ۔

ڈی سی نے نصیر کی طرف دیکھا اور انگریزی میں پوچھا ۔

تم ڈاکٹر نصیر ہو ۔

نصیر نے بھی انگریزی ہی میں جواب دیا ۔

جی ہاں

تمہارا کیا لگتا ہے ۔

میرا بھائی ہے ۔

ویل ! ویل لے جاؤ ۔ تم بہت بہادر قوم ہے ۔

نصیر نے سلطان کا ہاتھ پکڑ لیا اور باہر آ گیا ۔ مادھو اور دوسرے ساتھی بھی ان کے ساتھ باہر آ گئے تھے ۔ سلمیٰ اور نسرین ساتھ والے کمرے میں کھڑی ٹکٹکی باندھے سلطان کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھیں ۔

۲۶

مادھو، چونی، سنتو اور یوسف مسجد کے باہر کھڑے تھے۔ لوگوں کا ایک جم غفیر وہاں جمع ہو گیا تھا۔ اشرف سرور اور اکرم بھی تھے۔ ہاجرہ، ناز اور اکبر بھی وہیں کھڑے تھے۔ دیوار کے ایک کونے میں نسرین پریشان سی کسی سوچ میں غرق تھی۔

سلطان مسجد کے اندر کھڑا تھا۔ اس کے قریب سلمیٰ تھی۔ اتنے میں پیش امام اندر سے نکلے اور سلطان کے سر پر قرآن پاک رکھ دیا۔ سلمیٰ نے بڑے اطمینان سے کہا۔ اب اس سے پوچھیں کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنی ماں کا نام بتا دیجئے۔

پیش امام نے سلطان سے پوچھا تو وہ رکے بغیر ہی کہہ گیا۔

میری ماں کا نام ہاجرہ ہے۔

سلمیٰ کا سر جھک گیا۔ نسرین کھڑی رو رہی تھی، ہاجرہ، ناز اور اکبر کے لبوں پر بے پایاں مسکراہٹ تھی۔ مادھو، چونی، سنتو اور یوسف کے چہرے سے کسی قسم کے جذبات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

سلمیٰ سر جھکائے جب باہر آئی تو اشرف نے کہا۔

میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا ماں کہ یہ ہمارا بھائی نہیں

سلمیٰ ٹال گئی۔

مجھ سے پہچاننے میں غلطی ہو گئی تھی بیٹا۔۔۔ اس کی شکل بالکل میرے مرید جیسی ہے۔

سلمیٰ اُوپر سے مطمئن دکھائی دے رہی تھی۔ مگر اس کا دل رو رہا تھا۔ مرید کے لیے ممتا کا جذبہ اب پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔ وہ جب گھر پہنچی تو نسرین نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا وہ شاید سلمیٰ کو آج جھنجھوڑ ڈالنا چاہتی تھی۔

ماں! تم تو کہتی تھیں میرا بھائی جیل میں مر گیا تھا۔ پھر تم کیسے کہتی ہو یہ ہی مرید ہے۔۔۔

سلمیٰ رو پڑی

میں بھائی کی محبت میں اندھی ہو گئی تھی بیٹی۔۔۔ مرید جیل میں مرا نہ تھا۔ اس بیچارے کے مقدمے کی پیروی بھی کسی نے نہ کی تھی۔ سات سال جیل کاٹ کر وہ واپس آ گیا تھا۔

نسرین بھی رو پڑی۔
کیا یہی میرا بھائی ہے۔
ہاں
پھر اس نے کیسے قسم اٹھا دی کہ میں ہاجرہ کا بیٹا ہوں۔
اسے ہم سے نفرت جو ہو گئی ہے بیٹی!
پھر اسے کس طرح گھر لایا جا سکتا ہے۔
اس کے لیے ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔ میں نے وقتی طور پر دل کو پتھر تو کر لیا تھا اب میں خود اسے اپنے سے دور نہیں دیکھ سکتی۔
اشرف، سرور اور اکرم اندر داخل ہوتے اور دونوں ماں بیٹی خاموش ہو گئیں ۔۔۔
سلطان، مادھو، چونی، سنتو اور یوسف کے ساتھ نارنگ سے نکلا گاؤں سے باہر نالے کے اس پار اتر جانب والے کنویں کے پاس سے جب وہ گذرنے لگے تو سلطان رک گیا۔ کنویں کی منڈیر کے قریب ایک جوان لڑکی اور ایک ضعیف عورت جس کا جسم کانپ رہا تھا بیٹھی ہوئی تھیں۔
لڑکی ایک بار اٹھی اور کنواں چلانا چاہا۔ مگر بھاری تھا۔ لہٰذا مایوس ہو کر پھر اس بڑھیا کے پاس آ بیٹھی۔ سلطان آگے بڑھا اور بڑے پیار سے اس لڑکی سے پوچھا۔
کیا بات ہے میری بہن

لڑکی نے بڑی حیرت سے کہا۔
بہن؟
ہاں ہاں کیا بات ہے۔ سلطان گھوڑے سے اُتر پڑا۔
لڑکی رو پڑی۔
مجھے آج تک کسی نے بہن نہیں کہا۔
سلطان اداس ہو گیا۔
تمہارا کوئی بھائی نہیں۔
لڑکی آنسو پونچھنے لگی۔
نہیں
کس گاؤں کی ہو
میرا گاؤں تو یہاں سے بہت دُور ہے۔
پھر بھی
صورت پور کی ہوں۔
سلطان جستجو میں پڑ گیا۔
وہ جو شہر کے قریب ہے۔
ہاں
تو یہاں کس کے پاس رہتی ہے؟
ٹبی نبگلہ میں میرا ماموں ہے اس کے پاس رہتی ہوں۔

مستقل

مستقل ہی سمجھ لو بھیا

کیوں

کوئی خونہ ہوا۔

کیوں سورت پور میں تمہارا گھر نہ تھا۔

تھا تو

پھر کیا ہوا۔

زبردستی وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔

کس نے ؟

گاؤں کے چوہدری کے بڑے لڑکے نے

جس کا نام اکرم ہے۔

لڑکی نے حیرت سے پوچھا۔

تم کیسے جانتے ہو

سلطان نے پھر اسے پریشانی میں ڈال دیا۔

تمہارا نام ارشاد ہے نا

ہے تو سہی

اور تمہاری بڑی بہن کا نام نجمہ ہے۔

بڑھیا شاید ان کی باتیں سن رہی تھی تبھی تو بچاری آنکھیں بند کیے بستر پہ لیٹی ہوئی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے برسوں کی مریض ہو۔

نجمہ کا نام سن کر ارشاد دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

سلطان پریشان ہو گیا۔

ارشاد کی سسکیاں تھیں کہ رکنی ہی نہ تھیں۔

سلطان نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔

مجھے کچھ بتاؤ تو سہی نا میری بہن بات کیا ہے۔

ارشاد نے اپنی آنسو بھری آنکھیں اوپر اٹھائیں۔

کیا بتاؤں بھیا۔ ہمارا بسا بسایا گھر تباہ ہو کر رہ گیا ہے یہ میری بیمار ماں ہے میں اسے جگہ جگہ ساتھ لیے دھکے کھانے پر مجبور ہو گئی ہوں۔

پر کیوں

لمبی کہانی ہے بھیا

میں سننا پسند کرونگا۔

آج سے نو برس پہلے کی بات ہے۔ ہمارے گاؤں کا چوہدری جو چوہدری نہیں شیطان تھا۔ اس نے میری بڑی بہن نجمہ کی عزت لوٹنے کی کوشش کی۔ اس چوہدری کے ہاں اس کا بھانجا بھی رہتا تھا۔

سلطان رو پڑا تھا۔ ہلکے سے پوچھا۔

کیا نام تھا اس کا

مرید! اور وہ کالج میں پڑھتا تھا۔

ارشاد نے سلطان کی طرف غور سے دیکھا اور بڑی ہمدردی سے

تم رو کیوں رہے ہو بھیّا۔

سلطان نے چادر کے پلو سے آنسو پونچھ لیے۔

تم کہتی رہو میری بہن

چوہدری نے جب میری بہن کی عزت لوٹنا چاہی تو اس کے غیر

بھانجے نے اسے قتل کر دیا۔

سلطان چونکا۔

پھر

پھر اسے سات سال جیل ہو گئی۔ اس کی سنگدل ماں نے اس ک

مقدمے کی پیروی بھی نہ کی۔ میرے باپ نے وکیل کر کے اس کے مقد

کی پیروی کرنا چاہی تو چوہدری کے بیٹے نے میرے باپ کو دن دھاڑ

قتل کر دیا۔

سلطان نے غصے میں پوچھا۔

اکرم نے تمہارے باپ کو قتل کر دیا!

لڑکی رو دی۔

ہاں بھیّا

پھر اسے سزا نہ ہوئی

کہاں بھیّا۔ اس کی ماں اور بھائیوں نے دولت خرچ کر کے قانون ک

رُخ بدل دیا۔ مرید کی ماں نے بھی ان کی بھرپور مدد کی تھی۔

پھر تم لوگوں نے جیل میں مرید کا پتہ کیا تھا

ارشاد سسک دی۔

ہماری اتنی اچھی قسمت کہاں کہ ہم اپنے محسن کے ساتھ کوئی نیکی کر سکتے۔

ن اکرم نے ہمیں اس طرح اُلجھا دیا کہ ہم تباہ ہو گئے۔

کیسے؟

اس نے میری بڑی بہن کو اغوا کر کے دلالوں کے ہاتھوں بیچ دیا اور

ب سُنا ہے ——

ارشاد آگے کچھ نہ کہہ سکی اور دوپٹہ منہ میں لے کر سسک سسک کر رو

ی ——

سلطان نے اس کی ڈھارس بندھائی۔

اس نے میری بہن کو طوائف بنا دیا ہے۔

کس کے ہاتھ بیچا تھا۔

شہر کا کوئی دلال ہے۔

سلطان کا سر جھک گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ

ئی۔ ارشاد نے پریشانی سے پوچھا۔

تم بار بار کیوں رو پڑتے ہو بھیّا۔ کیا تمہارا اس واقعہ سے کوئی تعلق ہے

سلطان اس کے سامنے خاموش بیٹھا روتا رہا۔

ارشاد نے اسے جھنجھوڑا۔

اب تم بھی اپنے بارے میں کچھ کہو بھائی۔ تم مجھے دکھی ہی معلوم ہوتے ہو۔

سلطان خاموش رہا۔ اور اس کے آنسو بہتے رہے۔ مادھو، چونی، سنتو اور یوسف جو ارد گرد کھڑے تھے سب رو رہے تھے۔

ارشاد نے پھر کہا۔

کچھ کہو نا بھیا۔ تمہارا غم بھی ہلکا ہو جائیگا اور پھر تم مجھے بہن بھی کہہ چکے۔ بہنیں تو بھائیوں کی غمگسار ہوتی ہیں۔

سلطان نے آنسو پونچھے اور کہنا شروع کیا۔

میری کہانی بھی آج سے نو برس پہلے ہی شروع ہوتی ہے۔ میں صورت پور میں اپنے ماموں کے ہاں رہتا تھا اور کالج میں پڑھتا تھا کہ ایک روز میرے ماموں نے ایک معصوم لڑکی کی عزت لوٹنا چاہی تو میں نے اس درندے کو قتل کر دیا۔

ارشاد نے اسے [illegible] پر مجبور کر دیا۔

کیا تم ہی مرید ہو

سلطان نے اپنی آنکھیں صاف کیں

ہاں میں ہی وہ بدنصیب مرید ہوں

ارشاد بھیا کہتی ہوئی مرید سے لپٹ گئی

سلطان دھاڑے مار کر رو دیا۔

ایک بار پھر بھیا کہو میری بہن میں برسوں سے اس نام کو ترس گیا ہوں۔

ارشاد اس سے بری طرح لپٹ گئی۔

بھیا!

اور زور سے کہو

بھیا۔ بھیا۔ بھیا

مادھو کی چیخیں نکل گئی تھیں اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی اس نے منہ دوسری طرف کر لیا اور اونچی آواز سے رونے لگا۔ چونی، سنتو اور یوسف کی چادروں کے پلو بھی آنسوؤں سے بھیگ گئے تھے۔

یوسف آگے بڑھا اور ارشاد کو علیحدہ کیا۔

اٹھو میری بہن۔ صبر کرو ہم ہر طرح تمہارے دکھوں کا ازالہ کریں گے۔

پھر سلطان کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔

سردار! سردار۔ یوسف کو شاید ارشاد کی موجودگی میں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا لہٰذا جلدی ہی وہ دوسری طرح مخاطب ہوا۔

سلطان، سلطان

سلطان خاموش بیٹھا روتا رہا

یوسف نے اسے بازو سے پکڑ کر اوپر اٹھایا

چلیں،

سلطان جب کھڑا ہوا تو اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ چہرہ [illegible] اور بھنچ

وحشت پھیل گئی ۔ قسم مجھے پیدا کرنے والے کی اگر تمہاری بچہ زندہ ہے تو میں
اسے ضرور تمہیں واپس لاکر دونگا ۔ میں اکرم کا بھی خون پی جاؤنگا جس نے
تمہارے باپ کو قتل کیا ۔ میں اسے زندہ نہ رہنے دونگا کتے کی موت مارونگا
اسے ـــــ

ارشاد اپنی ماں کو جھنجھوڑنے لگی ۔

ماں دیکھو مرید بھائی آئے ہیں ۔ ارشاد نے دو تین بار اسے اور
جھنجھوڑا تو اس نے بڑی بے دلی سے کہا ۔ یہاں کہاں آیا مرید وہ تو بیٹی
خبر نہیں کہاں ہوگا بچارہ ۔

سلطان نے اسے سہارا دے کر اُٹھایا ۔

میں مرید ہوں ماں ۔ ذرا میری طرف غور سے تو دیکھو ۔

بڑھیا نے کافی دیر بڑے غور سے اسے دیکھا پھر اس کا سر چوم لیا ۔

بہت بدل چکے ہو بیٹا ! جیل سے کب نکلے ۔

دو سال ہو چکے ہیں ۔

گھر گئے تھے ؟

ہاں

پھر

ماں نے دھکے دے کر نکال دیا ۔

بڑی بدقسمت ہے وہ ماں

کہاں رہتے ہو اب

ٹی بنگلہ کی ہاجرہ ہے نا اس کا بیٹا بچپن میں کہیں گم ہو گیا تھا ۔ میں
ا بیٹا بن گیا ہوں ۔ پر کسی کو بتانا نہیں ماں ۔ ویسے عام لوگ مجھے
ان کہتے ہیں ۔

یں کیوں بتاؤنگی بیٹا !

سلطان نے اب ارشاد سے پوچھا ۔

تم دونوں ماں بیٹی کدھر جارہی تھیں

پریم پور

کیوں ؟

ں زیادہ بیمار ہوگئی ہیں ۔ ڈاکٹر نصیر کو دکھانے جارہی ہو ۔

یہاں کیوں بیٹھ رہی ہو ۔

نی پینا تھا ۔ پیاس لگی ہوئی ہے مگر کنواں بھاری ہے چلایا نہ
ـــــ

سلطان کھڑا ہو گیا ۔

ں کنواں چلاتا ہوں ۔ خود بھی پیو اور ماں کو بھی پلاؤ ۔

سلطان نے کنواں چلایا ۔ ارشاد نے پاس رکھے ہوئے مٹی کے
سے پہلے اپنی ماں کو پانی پلایا پھر خود پیا اور ہاتھ ہلا کر سلطان سے

بس کرو بھیا

سلطان کے ماتھے پر سفید پٹیاں بندھی ہوئی دیکھ کر ارشاد نے پوچھا۔

یہ کیا ہو گیا تھا بھیا

سلطان ٹال گیا۔

کل جھگڑا ہو گیا تھا۔

ارشاد نے کچھ سوچا

تمہیں لوگ سلطان کہتے ہیں بھیا؟

ہاں

کل فینو کا سر تم نے ہی کاٹا تھا۔

ہاں میں ہی وہ سلطان ہوں

تم بہت ہمدرد ہو بھیا

اچھا اٹھو میں تمہیں گھر تک چھوڑ آؤں۔

میں تو ڈاکٹر کے پاس جاؤں گی نا

نہیں میں ڈاکٹر کو خود تمہارے ہاں لے آؤنگا۔

اتنے پیسے کہاں سے دوگے بھیا

تمہارا بھائی زندہ ہے — تم کیوں غم کرتی ہو — ٹی بنگلہ میں کوئی تکلیف تو نہیں —

ارشاد کچھ سوچنے لگی۔

کہو کہو رکتی کیوں ہو۔

اکرم پھر یہاں بھی ہمیں تنگ کرنے لگا ہے — اس نے مجھے کئی بار اٹھا لے جانے کی کوشش کی مگر ٹی بنگلہ کے چوہدری نے مجھے بچا لیا۔

شبو کے باپ نے

ہاں

تم اسے کیسے جانتے ہو۔

وہ بھی میری بہن ہے۔

سلطان نے اس کی ڈھارس بندھائی۔

تم فکر مت کرو اب کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گا — میں س کی جان نکال لونگا جس نے تم پر غلط نگاہ ڈالی — گاؤں میں تمہیں کیسی بھی تکلیف ہو چوکیدار سے کہہ دیا کرنا وہ تمہاری حفاظت کریگا۔ اگر ضرورت ہوئی تو مجھے بلا لیا رے گا —

ارشاد کھڑی ہو گئی

تو پھر میں ڈاکٹر کے پاس پریم پور نہ جاؤں۔

کہا تو ہے میں ڈاکٹر کو وہیں لے آؤنگا۔

سلطان نے ارشاد کی ماں کو اٹھا کر مادھو کے گھوڑے پر بٹھایا پھر ارشاد ے پیچھے بیٹھ کر ماں کو سنبھال لیا۔ مادھو اور یوسف ایک ہی گھوڑے پر بیٹھ گئے۔

سلطان نے اپنی نیلی کی باگ پکڑتے ہوتے مادھو سے کہا۔

مادھو تم انہیں ٹبی بنگلہ لے چلو میں نصیر کو وہیں لے کر آتا ہوں۔
سلطان نے پھر ارشاد سے پوچھا
ارشاد تمہارے ماموں کا گھر کس طرف ہے۔
قبرستان ہے نا بھیّا
ہاں
اس کے قریب جو پیپل کا درخت ہے اس کے دائیں طرف جو گھر ہے۔
رمضان ہے تمہارے ماموں کا نام
ہاں ہاں
اچھا تم چلو میں ابھی لے کے آیا ڈاکٹر کو
مادھو سب کے ساتھ ٹبی بنگلہ کی طرف ہو لیا اور سلطان کی نیلی پریم پور کی طرف بڑی تیزی سے فاصلہ ناپنے لگی۔

۲۷

نصیر گھر داخل ہوا تو سلامت بی بی کے پریشانی سے پوچھا۔
سلطان بھی تمہارے ساتھ ہی باہر گیا تھا۔ وہ کہاں ہے بیٹا؟
تیاری کر رہا ہے جانے کی
کہاں جائے گا
کہہ رہا تھا شہر جاؤں گا۔
کیوں
ارشاد کی بڑی بہن نجمہ کو ڈھونڈنے جا رہا ہے۔
قریب کھڑی ہوئی چھیا پریشان ہو گئی۔
سلامت بی بی نے بدحواس ہو کر پوچھا۔

چلا تو نہیں گیا

جب گیا آپ سے پُوچھ کر ہی جائیگا۔

اور کون کون ہے اس کے ساتھ

مادھو، چونی، سنتو اور یوسف ہیں

سلامت بی بی جلدی جلدی باہر آئی اور دوسری حویلی میں داخل ہوئی۔ سلطان اپنے کمرے میں کپڑے بدل رہا تھا۔ سلامت بی بی نے آتے ہی پوچھ لیا۔

کدھر بیٹے ؟

ماں! آج نجمہ کو ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔

کتنے دن لگاؤ گے۔

کیا خبر کتنے دن لگ جائیں۔ کوئی پکا پتہ نہیں کہ وہ کس شہر میں ہے۔ تلاش ہی کرنا پڑے گا۔ آخر کچھ دن تو لگیں گے ہی نا

پھر کچھ دن ٹھہر کر جانا

کیوں

میں تم دونوں بھائیوں کی شادی کا بندوبست کر رہی ہوں۔

سلطان چونک سا پڑا۔

شادی

ہاں بیٹے

ایسی کیا جلدی ہے۔

بس مجھے جلدی ہی ہے۔ میں نصیر کی بھی بات پکی کر آئی ہوں۔

کہاں ماں !

وہیں شبو کے ساتھ

سلطان نے دعا کے انداز میں ہاتھ اٹھاتے۔

شکر ہے میرے بھائی کی دعائیں قبول ہوتیں۔

نصیر نزدیک آیا اور سلطان کا کان پکڑ لیا۔

اور تمہاری نہیں

سلطان نے شرارتاً پوچھا۔

وہ کیسے

نصیر نے اس کے کان میں کہا

چھمو سے

چلو دونوں بھائیوں کی پسند ہی سہی

سلامت بی بی بھی مسکرا دی۔

اں بیٹے میں نے تم دونوں بھائیوں کی پسند کا خیال رکھا ہے۔

سلطان نے سلامت بی بی کے پاؤں پکڑ لیے۔

تم بہت عظیم ہو ماں !

سلامت بی بی نے اسے اوپر اٹھایا

مائیں اپنے بیٹوں پر ہمیشہ ہی مہربان ہوتی ہیں۔

سلطان کچھ کہنے ہی والا تھا کہ گاؤں کا چوکیدار گھبرایا ہوا آیا اس کے پیچھے پیچھے نارنگ کا چوکیدار بھی تھا۔ سلطان نے اسے دیکھتے ہی پوچھ لیا۔

کیا بات ہے۔

وہ سلامت بی بی کی موجودگی میں ہچکچا رہا تھا

سلطان نے پھر کہا

جو کچھ کہنا چاہتے ہو جلدی کہہ دو ۔۔۔ یہاں کسی کے علیحدہ ہونے کی ضرورت نہیں

چوکیدار بے ترتیب سی سانسوں میں کہا

فضلو آ رہا ہے ۔

کون فضلو ؟

فیضو کا چھوٹا بھائی

کیا چاہتا ہے ۔

جھگڑا کرنے آ رہا ہے ۔

اکیلا ہے یا ۔۔۔۔

اس کے ساتھ کوئی پچاس کے قریب ہتھیار بند ساتھی بھی ہیں ۔

کہاں ہیں اس وقت

نارنگ کے نالے کے اس پار ہیں اور بڑی تیزی سے ادھر آ رہے ہیں

سارے ساتھیوں کو اطلاع کر دو ۔

میں پہلے ہی کر چکا ہوں ۔

شاباش ۔ کیا وہ جمع ہو گئے ۔

ہاں ۔ حویلی کے پچھلی سمت کھڑے ہیں ۔

انہیں کہو دونوں حویلیوں کی چھتوں پر چڑھ کر بیٹھ جائیں اور جب میں کہوں اس وقت کھڑے ہوں ۔ چوکیدار باہر چلا گیا ۔ مادھو، چونی، سنتو اور یوسف بھی بھاگتے ہوئے باہر نکل گئے ۔ وقت ضائع کئے بغیر سارے ساتھی دونوں حویلیوں کی چھتوں پر چڑھ گئے ۔ مادھو، چونی، سنتو اور یوسف بھی اپنے ہتھیار لے کر فوراً واپس چلے آئے اور چاروں سلطان کے کمرے کے سامنے برآمدے کے ستونوں کے پیچھے چھپ کر کھڑے ہو گئے ۔

سلطان نے سلامت بی بی کو رہائشی حویلی میں بھیج دیا ۔ خود وہ کمرے میں آیا ۔ ریوالور نکال کر سلوکے کی جیب میں ڈالا ۔۔ پھر راؤنڈ بھری ہوئی سٹین گن کی پانچ میگزین نکال کر چار سلوکے کی دوسری جیب میں ڈال پانچویں گن میں لگانے کے بعد اس نے گن بغل میں دبائی اور اوپر ایک چادر اوڑھ کر وہ اپنے بستر پر بیٹھ گیا ۔

تھوڑی دیر بعد باہر گلی میں گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی ۔ اور پھر باہر شور سا مچ گیا تھا ۔۔۔۔ پھر اسے محسوس ہوا جیسے بہت سے لوگ حویلی میں داخل ہو رہے ہوں ۔ سلطان اُٹھ کر باہر آیا اور مادھو کے قریب آ کھڑا ہوا ۔ اس نے دیکھا فضلو سب سے آگے آگے تھا اور اس کے پیچھے پیچھے بیشمار لوگ حویلی میں داخل ہو رہے تھے ۔ سب رائفلیں اور

سٹین گن اٹھائے ہوئے تھے۔

حویلی کے صحن میں ذرا آگے بڑھ کر فضلو نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے ذرا رعب دار آواز میں پوچھا۔

سلطان کون ہے اور کہاں ہے۔

سلطان بڑا پرسکون تھا۔

کیا چاہتے ہو۔

اس کا سر

اتنی ہمت ہے کیا؟

کیوں نہیں ذرا میرے ان ساتھیوں کی طرف دیکھو میں اس کے خاندان کے ہر فرد کو کاٹ دونگا۔ میرے پاس وقت نہیں جلدی بتاؤ وہ کہاں ہے۔ ورنہ میری پہلی گولی کا نشانہ تم ہی بنو گے۔

سلطان غصے میں چلایا۔

موت سے بچنا چاہتے ہو تو فوراً حویلی سے باہر چلے جاؤ اور سلطان سے ٹکرانے کا خیال ذہن سے نکال دو۔ وہ ایک چٹان ہے جس سے تم جیسے کئی آوارہ سر ٹکرا کر پچھتا چکے ہیں۔

فضلو کا چہرہ تمتما اٹھا۔

کیا تم ہی سلطان ہو۔

سلطان نے بغل میں اپنی سٹین درست کی۔

ہاں میں ہی سلطان ہوں۔

فضلو مسکرا اٹھا۔

تو پھر میں خوش قسمت ہوں کہ پہلا شخص وہی میرے سامنے آیا جس کی مجھے [illegible]ت تھی۔

تمہاری خوش فہمی ہے۔ تم بہت بدبخت ہو جو اس حویلی میں آن گھسے ہو۔

فضلو نے اپنی رائفل سیدھی کرنا چاہی۔

ابھی پتہ چل جاتا ہے۔

سلطان زور سے۔

ٹھہرو! ذرا اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑاؤ۔ پھر کوئی آخری فیصلہ کرنا۔

فضلو نے اوپر نگاہ کی۔ چاروں طرف سلطان کے ساتھی رائفلیں تانے [illegible]ے تھے۔ فضلو نے دیکھا وہ بڑا ہی دہشت ناک منظر تھا۔

سلطان نے پوچھا

اب کیا کہتے ہو

غصے میں فضلو نے ہونٹ کاٹ لیے۔

تم بہت عیار ہو

سلطان نے ہاتھ ہوا میں لہرایا اس کے ساتھ ہی اس کے سارے [illegible]وں نے ایک ساتھ ہوائی فائر کیا اور پوری فضا گولیوں کی شائیں شائیں [illegible]انپ اٹھی۔

مادھو بھی باہر نکل آیا اور سٹین کا رُخ فضلو کی طرف رکھتے ہوئے کہا ۔

فیضو کا انجام کیا تمہارے لیے عبرت نہ تھا ۔ اس حویلی کا رُخ کرنے سے قبل تمہیں یہ سوچ لینا چاہیئے تھا کہ فیضو کو قتل کرنے والی طاقت سے ٹکرانا کس قدر دشوار ہوگا ۔

فضلو نے گھبراہٹ میں پوچھا

تمہارا نام مادھو ہے کیا ؟

ہاں میں ہی مادھو ہوں ۔ مگر یاد رکھو تم نے اگر کبھی ہمارے راستے کا کانٹا بننے کی کوشش کی تو ہم تمہیں فیضو سے بھی بڑی سزا دیں گے ۔

فضلو نے خفت مٹاتے ہوئے کہا ۔

اپنے گھر میں ہر کوئی شیر ہوتا ہے ۔

اب سلطان نے جواب دیا ۔

تم اگر کبھی کھلے میدان میں بھی اپنا شک دور کرنا چاہو تو ہمیں تیار پاؤ گے ۔

فضلو پریشان سا ہو گیا ۔

ایسا وقت بھی کبھی ضرور آئیگا ۔

تو پھر ہم اس وقت کا انتظار کریں گے ۔

ایک نہ ایک دن میں تم سے اپنے بھائی کا انتقام ضرور لونگا ۔

سلطان نے غصیلی آواز میں کہا ۔

ایسی باتیں کرنے والا اس حویلی سے بچ کر نہ جاتا ۔ مگر تم نے ابھی تک کوئی جرم نہیں کیا اس لیے ہم تمہارے خون سے اپنے ہاتھ رنگین نہیں کرنا چاہتے فیضو مجرم تھا ۔ قانون کا بھی اور ہمارا بھی اسی لیے اسے کتے کی موت نصیب ہوئی

سلطان رکا اور پھر کہا ۔

تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ ۔ ہم تمہیں پرسکون اور باامن زندگی بسر کرنے کا موقع دیتے ہیں ۔ دوبارہ تم نے اگر ایسی کوئی حرکت کی تو تمہارا انجام بھی فیضو سے مختلف نہ ہوگا ۔ تمہاری ہر وقت کی حرکت میرے ساتھیوں کی نگاہ میں رہتی ہے کبھی بھی تم نے کوئی غلط قدم اٹھایا تو اپنے بھائی کی روح سے جا ملو گے ۔ اب تم فوراً جس راستے آئے ہو واپس لوٹ جاؤ ۔

فضلو نے سر جھکا لیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل گیا ۔

۲۸

سلطان، چھمیا اور نصیر، شبو کی شادی ہوگئی تھی ۔ سلطان اب سکونتی حویلی میں ہی رہنے لگا تھا ۔ شادی کے بعد اس نے نجمہ کی تلاش میں نکلنا چاہا مگر سلامت بی بی نے اسے روک کے رکھا ۔ نئی نئی شادی جو ہوئی تھی ۔

ایک روز سلطان نے صبح سویرے ہی سلامت بی بی سے جانے کی اجازت لی اور دوسری حویلی میں آکر پہلے نیلی کی پیٹھ تھپتھپائی اور اس پر زین ڈالنے لگا ۔

اتنی دیر میں چھمیا بھی وہیں آگئی ۔ سلطان نے بڑے پیار سے کہا ۔

آؤ چھمو !

وہ کچھ اداس تھی

اکیلے ہی جاؤ گے

نہیں ، مادھو وغیرہ بھی ساتھ ہی ہونگے ۔

کسی سے خواہ مخواہ جھگڑا نہ کرنا ۔

سلطان شرارتاً مسکرا دیا

جی بہت اچھا

واپس بھی جلدی آنا ۔

اچھا

کب تک آؤ گے ۔

تم کیا سمجھتی ہو میں تمہیں یہاں چھوڑ کر فضول باہر بیٹھا رہونگا ۔

مجھے کچھ پتہ نہیں ۔ بس تم جلدی آنا ۔

سلطان نے پیار سے اس کا گال تھپتھپایا ۔

میں بالکل دیر نہیں لگاؤنگا ۔

اتنی دیر میں مادھو، سنتو، چونی اور یوسف آگئے ۔ چھمیا دوسری حویلی میں چلی گئی ۔ سلطان نے مادھو کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔

چلیں ؟

وہ قریب آکھڑا ہوا ۔

ہاں چلیں

یہاں سارا انتظام چلانے کے لیے کون رہے گا ۔

جسکو تم کہتے ہو ۔

سلطان نے یوسف کی طرف دیکھا

کیا خیال ہے۔

جیسے تمہارا حکم مگر ———

سلطان مسکرا دیا۔

مگر تمہارا دل یہاں رہنے کو نہیں کرتا۔ یہیں نا

یوسف مسکرا دیا۔

سنتو نے حل پیش کیا۔

میری ایک مانو

کیا۔ سلطان نے کہا۔

چونی کی ماتا بیمار ہے۔ اس کو یہی رہنے دو۔

سلطان اور مادھو ایک ساتھ بولے

ٹھیک ہے

یوسف خوش ہو گیا۔

جلدی کرو پھر وہ ٹانگہ تیار کھڑا ہے۔ اور یہ تم تیلی پر زین کیوں ڈال رہے ہو ——

سلطان زین ڈال کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

نصیر ذرا شبو کے ساتھ ٹی بنگلہ جائیگا۔ آداب چلیں گھوڑی میں نے اس کے لیے تیار کر دی ہے۔

چونی گھر چلا گیا۔ سلطان۔ مادھو، سنتو اور یوسف چار دن گاؤں سے ہر آئے اور ٹانگے میں بیٹھ گئے۔ دوپہر کے قریب وہ کنجاہ روڈ پہنچے اور ں بازار میں داخل ہوئے۔ ایک بوڑھی اور اپنے پیشے سے تھکی ہاری عورت ہر تواڑی بوسیدہ سی چارپائی پر بیٹھی تھی۔ سلطان اس کے قریب آیا۔

ماتی! آج سے دو سال قبل اس بازار کے کسی آدمی نے نجمہ نام کی کوئی ڑکی خریدی تھی۔

بڑھیا نے طنز کیا۔

اس بازار میں تو پیشہ چلتا ہے۔ لڑکیوں کا شجرہ نسب نہیں کھولا جاتا۔

یوسف نے ریوالور نکال لیا۔

گناہوں کی دہلیز پر بیٹھ کر کیوں موت کو پکارتی ہو۔

سلطان، مادھو اور سنتو نے بھی ریوالور نکال لیے

بڑھیا کانپ گئی۔

اس کا نام تو رحمت ہے۔ پر لوگ اسے رحمو رحمو کہتے ہیں۔

اس کا کوئی تھوڑا بہت حلیہ بتاؤ۔ سلطان نے پوچھا۔

بڑھیا کچھ زیادہ ہی رحم دل ہو گئی۔

اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کی ایک تصویر دے سکتی ہوں۔

سلطان نے جلدی سے کہا۔

اٹھو لاؤ جلدی کرو

بڑھیا اندر گئی اور ایک چھوٹی سی تصویر اُٹھا لائی ۔ سلطان نے دیکھا ایک مرد اور ایک نوجوان سی خوبصورت لڑکی کی تصویر تھی ۔ لڑکی اداس تھی مگر اس مرد کے چہرے پر فتح مندی کی مسکراہٹ تھی ۔ سلطان نے اس سے کہا ۔

یہ لڑکی تو نجمہ ہے

بڑھیا نے جواب دیا ۔

اور ساتھ والا مرد رحمو ہے ۔

بڑی بی یہ آجکل کہاں ہے

کچھ دن یہاں ہی رہے تھے ۔ اس نے لڑکی کو عصمت فروشی پر بڑا مجبور کیا ۔ مارا پیٹا بھی جان سے مار دینے کی دھمکی بھی دی مگر وہ نہ مانی ۔ اب سنا ہے ۔ اس رحمو نے اسے رقاصہ بنا دیا ہے ۔

پر ان دنوں وہ ہیں کہاں ؟

یہاں سے تو راولپنڈی گئے تھے ۔ اب خدا جانے کہاں ہوں گے ۔

سلطان ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے نکلا ۔ اس گودام کی طرف سے ہوتے ہوئے وہ سٹیشن پہنچے پلیٹ فارم پر بیٹھ کر تھوڑی دیر انتظار کیا پھر راولپنڈی کی طرف جانے والی گاڑی میں سوار ہو گئے ۔

پوچھتے پوچھتے وہ سناروں کے بازار کی طرف سے قصائی گلی میں داخل ہوئے ۔ پوری گلی میں طبلوں کی تھاپ پر گھنگروں کی جھنکار گونج رہی تھی ۔ چاروں گے پیچھے دائیں بائیں دیکھتے ہوتے آگے بڑھتے رہے ۔ سلطان جو سب سے گے آگے تھا اپنے پیچھے مادھو کی طرف دیکھتے ہو کہا ۔

کسی کے کوٹھے میں داخل ہو کر اس رحمو کا پتہ کرنا چاہیئے ۔

مادھو نے سامنے والے فلیٹ کی طرف اشارہ کیا ۔

چلو اسی پر چڑھتے ہیں ۔

سنتو بھی بول پڑا ۔

نہیں نہیں وہ دیکھو سامنے تھڑے پر ایک عورت بیٹھی ہے اس سے ہ کرتے ہیں ۔

یوسف نے بھی تائید کی ۔

ہاں ہاں اندر جانے کے بجائے اس سے پوچھنا ہی بہتر ہے ۔

چاروں اس کے پاس آ کھڑے ہوئے ۔ سلطان نے جیب سے تصویر نکالی اور اس بڑھیا کو دکھاتے ہوئے کہا ۔

بائی جی ! اس آدمی کو جانتی ہو ۔

وہ عورت تصویر لے کر غور سے دیکھنے لگی ۔

ہاں ۔ اس کا نام رحمو ہے ۔ اور یہ لڑکی بھی اس کے ساتھ ہی ہوتی ہے ۔

کچھ پتہ ہو یہ آجکل کہاں ہے ۔

پہلے تو یہیں تھا ۔ پھر یہاں سے لاہور چلا گیا تھا ۔

کتنا عرصہ ہوا ۔

یہی کوئی ایک سال

اس کا گھر کہاں ہے کوئی ہے پتہ

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

مجھے اس کے گھر کا تو کچھ پتہ نہیں

چاروں کچھ مایوس سے قصائی گلی سے نکل گئے۔

اس روز وہ لاہور پہنچے ۔ رحمو کا وہاں سے کئی جگہ پتہ کیا پر وہاں سے بھی پتہ چلا کہ وہ ملتان جا چکا ہے ۔ رات انہوں نے لاہور ہی میں گزاری۔ دوسرے روز وہ ملتان پہنچے ۔ دن بھر وہ ادھر ادھر گھومتے رہے۔ اور

—— اور پھر اندھیرا پھیلنے کے ساتھ ساتھ وہ بازار جب گھنگھروں کی چھم چھم کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ تو وہ کپ بازار سے نکل کر حرم گیٹ میں آئے

سلطان نے دروازے کے پاس کھڑی ایک پیشہ ور عورت سے پوچھا

نجمہ بائی کے کوٹھے کا پتہ ہو کون سا ہے ؟

اس رنڈی نے پہلے تو انہیں غور سے دیکھا پھر بول پڑی۔

وہ سامنے اُوپر کی منزل میں

چاروں سامنے والی گیروے سے رنگ کی دوسری منزل کے ایک کمرہ میں داخل ہوتے آگے آگے سلطان تھا اس نے دیکھا۔ کمرے میں ایک قیمتی قالین پر چاندنی بچھی تھی۔ بائیں طرف سازندے بیٹھے تھے اور سامنے دو خوبصورت سی لڑکیاں خوب میک اپ کیے گاؤ تکیہ کا سہارا لیے بڑے ...من انداز میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ سلطان نے دیکھا ان میں ایک نجمہ تھی۔

سب اندر داخل ہو گئے۔ یوسف نے جو سب سے پیچھے تھا اندر آنے ...بعد دروازے کی اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔ چاروں بیٹھ گئے۔ نجمہ ...علاوہ دوسری لڑکی جو تھی وہ ان کے قریب آئی اور بڑے غمزے سے پوچھا۔

رقص دیکھو گے یا

سلطان نے جواب دیا۔

...یا کیا ؟

گانا

...مادھو نے سوال کیا۔

تم کیا جانتی ہو

میں تو رقص بھی جانتی ہوں اور گانا بھی

مادھو نے شرابیوں کے انداز میں کہا۔

تو پھر اتنا ناچو۔ اتنا ناچو کہ اس کمرے میں دہشت برس اُٹھے۔ آج ...م آخری رقص سمجھ کر ناچو

سازندوں نے سازوں کو حرکت دی۔

رقاصہ نے آہستہ آہستہ پاؤں [illegible] شروع کیے۔

سازوں کی آوازیں تیز ہونے لگیں [illegible] رقاصہ [illegible] جسم کا ہر عضو اور گھنگھروں ...م ...م ...م چھنگ ہو کر رہ [illegible] پھر جب طبلے کی تھاپ اپنے جوبن

پر آئی تو زر قاصہ کا لہراتا ہو جسم یوں محسوس ہونے لگا۔ جیسے دور کہیں اندھیرے میں
شمع ہوا کے دوش پر لہرا لہرا کر جل رہی ہو۔
رقص ختم ہوا تو زر قاصہ نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔
کیا تم لوگ ——
سلطان نے جیب سے نوٹوں کی ایک گھٹی نکالی۔
ہم اس لڑکی کا رقص دیکھنے کے بعد تم دونوں کو اکٹھے ہی پیسے دینگے۔ ذرا
تو بتاؤ اس کا نام کیا ہے۔ سلطان نے نجمہ کی طرف اشارہ کیا۔
میرا نام انجمن ہے اور اس کا نام نجمہ
اب تم وہیں جاکر بیٹھ جاؤ اور اسے ذرا ہمارے پاس بھیجو۔
انجمن دوبارہ وہیں جاکر بیٹھ گئی۔ بڑی آہستگی سے نجمہ کے کان میں کچھ
کہا اور وہ چپ چاپ اُٹھ کر سلطان کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے
پر فکر اور اداسی کی دبیز تہ تھی۔
سلطان نے بڑی رازداری سے پوچھا۔
تم یہاں اس نشاط گھر میں بھی اداس دکھاتی دیتی ہو۔
لڑکی کے لب کھلے
قفس خواہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو اس میں بند پنچھی کبھی خوش
نہیں رہ سکتا۔
تو تم یہاں ناخوش ہو؟

خود ہی سمجھ لو۔
اگر ہم تمہیں یہاں سے نکال دیں پھر!
نجمہ نے طنزاً کہا
بہت لوگ ایسے آتے ہیں مگر ایک بار وعدہ کرنے کے بعد کبھی لوٹ کر
یہاں آتے۔
مجھے غور سے دیکھو اس سے پہلے کہاں تم نے مجھے دیکھا ہے۔
نجمہ ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگی۔
کہیں ضرور دیکھا ہے
کہاں
یہ ذہن میں نہیں آرہا
یہیں اپنے کوٹھے میں دیکھا ہوگا۔
نہیں اس سے پہلے تم یہاں کبھی نہیں آئے۔
سلطان نے آخری حربہ استعمال کیا۔
گجرات میں ایک گاؤں ہے صورت پور دیکھا ہوا ہے تم نے۔
نجمہ کی آنکھوں میں چمک آگئی
میں بدبخت تو اسی گاؤں میں پیدا ہوئی اور وہیں پروان چڑھ کر جوان ہوئی۔
اس گاؤں میں تمہارے لیے کسی نے کوئی قربانی دی تھی۔
ہاں ایک لڑکا مرید تھا جس نے میری خاطر اپنے ماموں کو قتل کر دیا تھا۔

میں وہی مرید ہوں جو تمہاری خاطر سات برس کے لیے جیل چلا گیا تھا۔
نجمہ نے اس کے پاؤں پکڑ لیے
تم بہت عظیم ہو
میں تمہیں یہاں سے لینے آیا ہوں
نجمہ کی آواز ڈوبنے لگی ۔
اب مجھے یہاں سے کون جانے دیگا
سلطان نے ریوالور نکال لیا
کسی کی جرأت ہے تمہیں میرے ساتھ جانے سے روکے
تمہیں میری ماں اور بہن کی کوئی خبر ہو
وہ میرے پاس ہی رہی ہیں ۔ تمہیں بہت یاد کرتی ہیں
ارشاد اب جوان ہو گئی ہوگی
ہاں بالکل ہی تم جیسی ۔ اب اٹھو چلیں
نجمہ کھڑی ہو گئی
تمہارے پاس کوئی برقعہ ہے ۔
ہے برقعہ
پھر پہن کر آؤ
برقعہ تو اندر ہے پر وہ مجھے لینے نہیں دیں گے
کون نہیں لینے دیگے ۔

اس بازار کے ٹھیکیدار
چلو میرے ساتھ
یوسف وہیں کھڑا رہا ۔ سلطان ، مادھوا ور سنتو اس کے ساتھ ہو لیے
ایک کمرے میں داخل ہوئی اندر چار مرد اور ایک عورت بیٹھی تھی ۔ نجمہ جب
اندر داخل ہوئی تو سلطان زور سے کہا ۔
لو اپنا برقعہ اور چلو ہمارے ساتھ
ان میں سے ایک کالے سے مرد نے پوچھا ۔
کہاں چلے ؟
اپنے گھر ؟
ٹھہرو میں تمہیں بتاتا ہوں کہاں ہے اس کا گھر
سلطان نے ریوالور سیدھا کیا ۔
خبردار کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے ۔
پھر اس نے مادھو کی طرف دیکھا ۔
مادھو ! ذرا آگے بڑھ کر ان کا بندوبست تو کرو ۔
مادھو اور سنتو دونوں آگے بڑھے اور ان میں سے دو کا گلہ گھونٹ کر
اسے مار ڈالا ۔
عورت نے چیخ مارنا چاہی مگر ریوالور کی نالی اسے خاموش رہنے پر مجبور
کر رہی تھی ۔

مادھو اور سنتو نے دوسرے دونوں بھڑووں کا بھی گلہ گھونٹ کر ختم کر دیا۔
پھر مادھو اکیلا وحشیانہ انداز میں آگے بڑھا اور اس عورت کا بھی گلا گھونٹ دیا۔
نجمہ جلدی جلدی برقعہ پہن کر ان کے ساتھ ہوئی۔ چاروں پھر باہر آئے۔
سلطان نے مادھو کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے سازندوں کی طرف اشارہ کیا۔
مادھو، سنتو اور یوسف تینوں آگے بڑھے اور سب سازندوں کو اٹھا کر اسی کمرے میں لے گئے اور ان کے ہاتھ پاؤں اور منہ کس کر باندھ دیئے۔
تینوں پھر باہر آ گئے۔
سلطان اب اس لڑکی سے مخاطب ہوا۔
کیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گی۔
لڑکی نے بے اعتنائی سے پوچھا۔
کہاں
جہاں یہ نجمہ جا رہی ہے۔
تم لوگ ہو کون ؟
اس بات کو چھوڑو ہم تمہیں پُرامن اور باعزت زندگی بسر کرنے کا موقع دینگے
جہاں تمہارا اپنا گھر اور تمہارا شوہر ہو۔
بس اب یہاں خوش ہوں۔ میں کہیں جانا نہیں چاہتی۔
تم یہیں پیدا ہوئی تھیں۔
نہیں میرا گھر لکھنو ہے۔

اغوا ہو گئی تھی۔
نہیں ایک شخص سے محبت کی تھی۔ اس نے عصمت کا گوہر لوٹ کر
بازار کی زینت بنا دیا تو پھر چلو ہم تمہارے لیے مکان کا بھی بندوبست کرینگے
تمہاری شادی کرا دیں گے۔ تم بے جا ضد کر رہے ہو۔ بس اب اس بازار
سے نہ جاؤنگی۔ جہاں عورت صدا سہاگن رہتی ہے۔
سلطان نے دانت پیس لیے۔
ذلیل عورت! تو تم معاشرے میں گندگی میں بنا رہنا چاہتی ہو
تمہیں کیا تم کوئی ٹھیکیدار ہو معاشرے کے۔ چپ چاپ شرافت سے دفع
ہو جاؤ، ورنہ اندر سے بلاتی ہوں اپنے آدمیوں کو
سلطان نے مادھو کی طرف پھر پہلے سے انداز میں دیکھا
مادھو آگے بڑھا پہلے اس لڑکی کا گلہ گھونٹ کو ختم کیا۔ پھر اسی کمرے میں
پھینک آیا۔
سلطان نے یوسف سے کہا
تم جلدی جاؤ اور تانگہ لے آؤ
یوسف باہر لپکا
سلطان نے پھر پیچھے سے آواز دی۔
جلدی آنا یہی حرم گیٹ سے ہی پکڑ لینا۔
سلطان نجمہ سے کہنے لگا۔

راستے میں اگر تم سے کوئی پوچھے کہاں جا رہی ہو تو کیا جواب دو نگی۔

نجمہ نے بھولے پن سے جواب دیا۔

کیا کہوں ؟

کہنا پاک گیٹ میں مجرا ہے وہاں جا رہی ہوں۔

ٹھیک ہے۔

چاروں نیچے اتر کر سڑک پر آئے۔ پھر بڑی احتیاط سے چلتے ہوئے بازار حسن سے باہر نکلے۔ یوسف ٹانگہ لیے بڑی سڑک پر کھڑا تھا۔ سب باری باری بیٹھے اور ٹانگہ بڑی تیزی سے سٹیشن کی طرف دوڑنے لگا۔

۲۹

نجمہ نے اپنی ماں اور بہن کے ساتھ ٹبی بنگلہ میں پھر ایک باعزت زندگی کا آغاز کر دیا تھا۔ ان کی ماں اب کلی طور پر صحت یاب ہو گئی تھی۔ شاید نجمہ کے لوٹ آنے کی وجہ سے۔ لیکن شیطانی قوتیں ابھی تک ان کے پیچھے ہی تھیں۔

اکرم ؟

جو اس خاندان کے لیے ایک عذاب ثابت ہوا تھا۔ اپنے پورے شیطانی ارادوں کے ساتھ پھر امڈ آیا تھا۔ اسے خبر ہو گئی تھی کہ نجمہ لوٹ آئی ہے۔ لہٰذا وہ پھر ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گیا۔

ایک روز جبکہ رات بالکل خاموش تھی۔ چاند ڈوب گیا تھا۔ جھینگر رات کے گیت گا گا کر تھک ہار چکے تھے۔ اکرم ٹبی بنگلہ میں داخل ہوا۔ نجمہ کے

گھر کے قریب ہی پیپل کے درخت کے سائے تلے کھڑے ہو کر اس نے چہرے پر نقاب ڈالا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ گاؤں کا چوکیدار بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا جونہی نجمہ کے گھر داخل ہونے کے لیے اس نے دیوار پھلانگنا چاہی۔ چوکیدار کے ہاتھ میں پکڑا ہوا کھونڈا پوری قوت سے اس کی پیٹھ پر دے مارا۔ اور ساتھ ہی چلانا شروع کر دیا۔

چور! چور! چور

اکرم بدحواس ہو کر نیچے اترا اور چوکیدار کے دونوں بازو پکڑ لیے۔

میں ذیلدار کا بھائی ہوں خبردار کسی سے اس بات کا ذکر تک نہ کرنا۔ وہ ایک طرف بھاگ نکلا اور گاؤں سے باہر نکل کر کھیتوں میں گھس گیا۔

پورا گاؤں جاگ اٹھا تھا۔ سب گھروں میں بتیاں جل پڑی تھیں۔ گاؤں کے جوان جوان مرد ہاتھوں میں لاٹھیاں پکڑے چوکیدار سے پوچھ رہے تھے۔

کدھر گیا چور!

چوکیدار ٹال گیا اور ان کو غلط سمت بتاتے ہوئے کہہ دیا۔

بھاگ گیا ہے۔

لوگ مایوس ہو کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے لگے۔

پھر بتیاں جو اچانک جل اٹھی تھیں بجھ گئیں اور سکون ہو گیا۔

تاہم گاؤں کے بڑے بوڑھے ابھی تک گھروں میں چور کے متعلق تبادلہ خیال کر رہے تھے۔

دوسرے روز دوپہر سے ذرا بعد۔ اکرم پھر بٹی بنگلہ داخل ہو رہا تھا۔ چوکیدار کے گھر کے سامنے رکا اور آواز دے کر اسے باہر بلایا۔ چوکیدار کندھے پر اپنی چادر درست کرتا ہوا نکلا۔ اور اکرم کے پاس آ کھڑا ہوا۔

اکرم اسے ایک طرف لے گیا اور بڑی رازداری سے کہا۔

رات تم نے ہمارا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔

چوکیدار بے تعلق سا ہو گیا۔

کیسے ؟

ہم نجمہ کو اٹھا کر لے جانا چاہتے ہیں۔

مجھے کیا پتہ تھا کہ تم ہو۔

پھر آج رات سہی۔

کیا مطلب ؟

میرا مطلب ہے آج رات میں اسے اٹھانے آؤنگا اور کل کی طرح وہی حرکت نہ کر دینا۔

تم اکیلے کیسے اسے اٹھا لے جاؤ گے۔

کیوں

اس کے گھر والے اگر جاگ پڑے تو وہ تمہیں بھاگنے دیں گے ؟

اکرم سوچ میں پڑ گیا

یہ بھی تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ پھر بتاؤ کیا کرنا چاہیئے۔

چوکیدار بھی اپنا جال پھیلا رہا تھا۔

سرور کو ساتھ لے آؤنگا۔

کم از کم پانچ آدمی تو ہونے چاہیں نا

ٹھیک ہے پانچ ہی لے آؤنگا ۔ پر کس وقت آئیں۔

آدھی رات کے قریب آجانا

تم ذرا خیال رکھنا

فکر نہ کرو میں تمہاری پوری مدد کرونگا

میں پھر جاؤں ؟

ہاں بالکل مطمئن ہو کر جاؤ

اکرم واپس لوٹ گیا اور چوکیدار اپنے گھر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد چوکیدار پھر باہر نکلا ۔ اب وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ گاؤں سے نکل کر بڑی تیزی سے پریم پور کا رخ کر رہا تھا۔ سلطان مشین چلا رہا تھا چھمیا اور شبو چارہ مشین میں دے رہی تھیں کہ چوکیدار حویلی میں داخل ہوا ۔ اسے دیکھتے ہی سلطان نے مشین چلانا بند کر دی اور چوکیدار کے پاس آیا اور اسے کمرے میں لے گیا۔

خیریت ہے سلطان نے فوراً پوچھ لیا۔

اکرم آج رات چار آدمیوں کے ساتھ تجھ کو اٹھانے آئیگا۔

کس وقت

کوئی آدھی رات کے قریب

جاتی دفعہ مادھو کے ہاں سے ہوتے جانا ۔ اسے کہنا جس وقت اپنی مسجد شاء کی اذان ہو وہ سنتو، چونی اور یوسف کے ساتھ اس پرانے کنوئیں پر انتظار کرے۔

چوکیدار جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔

دوسرے ساتھیوں کو اطلاع کرنے کی ضرورت تو نہیں ؟

نہیں تم جاؤ

سلطان پھر کام میں جت گیا ۔ چارہ کترنے کے بعد مویشیوں کے آگے بھینسوں کا دودھ دوہنے کے بعد اس نے نیلی پر زین ڈال دی اور پھر ال جا کر دودھ دے آیا ۔ چھمیا اس کے لیے کھانا لائی اور اس نے چاپ کھا لیا اور بڑا سنجیدہ ہو رہا تھا۔ چھمیا نے اِس کے ہاتھ دھلاتے بڑے پیار سے پوچھا۔

کیا بات ہوئی آج ؟

کچھ بھی نہیں ۔ سلطان کہیں دور سے بولا۔

پھر ٹبی بنگلہ کا چوکیدار کیوں آیا تھا ۔ کوئی مہم ہے کیا ؟

ہاں

کہاں

ٹبی بنگلہ میں

چھمیا اس کے بال سہلانے لگی۔

میرے ہوتے ہوئے تم پریشان کیوں ہوتے ہو۔ میں تمہاری بیوی ہوں۔ میں کیسے تمہیں پریشان دیکھ سکتی ہوں۔ مجھے تم جیسی بیوی پر فخر ہے۔ میں پریشان نہیں صرف آنے والی مہم کے متعلق سوچ رہا ہوں۔

چھمیا اس کی چھاتی سے لگ گئی۔

بھگوان تمہیں ہر جگہ کامیاب کرے گا۔

سلطان نے اپنا گال اس کے گال پر ٹکا دیا۔

مجھے بس تمہاری دُعاؤں کی ضرورت ہے۔

عشاء کی اذان ہونے لگی اور سلطان کھڑا ہو گیا۔

اچھا چھمو! میں چلتا ہوں۔

چھمیا اس کے ہاتھ پکڑے گھوڑے تک لائی۔ سلطان نے اس کا گال تھپتھپایا اور نیلی کے ساتھ باہر نکل گیا۔

نیلی سرپٹ دوڑتی ہوئی پرانے کنویں کے پاس جا رکی۔ مادھو اپنے ساتھیوں کے ساتھ منتظر کھڑا تھا۔ جونہی سلطان وہاں پہنچا وہ درختوں کی آڑ سے نکلے اور سلطان کے ہمراہ اپنے گھوڑے ٹی بنگلہ کی طرف جاتی ہوئی پگڈنڈی پر ڈال دیے

ٹی بنگلہ جب وہ داخل ہوئے تو پہلی گلی میں ہی چوکیدار کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا سب کو وہ اپنے گھر لے گیا۔ گھوڑے اس کے ہاں باندھ دیے گئے۔ سلطان ساتھیوں کے ساتھ نجمہ کے گھر کی طرف چل دیا اور چوکیدار گاؤں میں چکر لگانے لگا۔

سلطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ نجمہ کے گھر داخل ہوا۔ نجمہ، ارشاد اور ان کی ماں اور ماموں انہیں دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ ارشاد نے پریشانی سے پوچھا۔

بھائی جان! خیریت تو ہے۔

سلطان نے اس کے کان میں کہا

اکرم آج اپنے ساتھیوں کے ساتھ نجمہ کو اٹھانے آئیگا۔ لہٰذا ہم اس کا بندوبست کرنے کیلیے پہلے ہی پہنچ گئے ہیں۔

ارشاد نے چھاتی پر ہاتھ رکھ لیا۔

ہائے میرے اللہ وہ ابھی تک باز نہیں آیا۔

سلطان نے اس کی ہمت بندھائی۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔ منی تم کیوں فکر کرتی ہو۔

نجمہ اس کی ماں اور ماموں بھی اداس سے ہو گئے تھے۔ سلطان نجمہ کے قریب آیا۔

جب تک تمہارا بھائی زندہ ہے۔ کوئی تمہاری طرف آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتا ان کے آنے تک یہیں رہیں گے۔ تم سب اپنے بستر ساتھ والے کمرے میں اور یہ کمرہ بالکل خالی ہونا چاہیئے۔ صرف ایک بتی مدھم مدھم سی جلنی چاہیئے۔

ارشاد نے اعتراض کیا۔

وہ خبر نہیں کب آئیں گے بھیا آپ لوگ لیٹ کر آرام کریں۔ دروازے کی زنجیر لگا دیتے ہیں۔ جب آئیں گے پتہ چل ہی جائے گا۔

سلطان نے نفی میں سر ہلا دیا۔

نہیں دروازہ کھلا رہے۔ جب وہ اندر داخل ہونگے تو یوسف جو وہیں کھڑا ہوگا۔ دروازہ بند کر دیگا۔ پھر ہم انہیں بتائیں گے کہ نجمہ کو کیسے اغوا کیا جاتا ہے۔

تو آپ ساری رات جاگتے رہیں گے۔

سلطان نے پیار سے کہا۔

منی! ہم آرام کرنے نہیں آتے۔ تم میری بات مانو سب بستر ساتھ کے کمرے میں لگا لو۔

نجمہ اور ارشاد سارے بستر اُٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئیں اور وہ کمرہ بالکل خالی کر دیا گیا۔ یوسف دروازے کے پاس ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ چونی بتی مدھم کر کے اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ سلطان سامنے۔ مادھو دائیں طرف اور سنتو بائیں طرف بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ سب نے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے۔

کوئی آدھی رات کے قریب باہر صحن میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پانچوں اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور کوئی آہستگی سے اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے چار اور آدمی دم سادھے اندر داخل ہو گئے۔ چونی نے دفعتہً ہی لالٹین کی بتی اونچی کر دی اس کے ساتھ ہی یوسف نے دروازہ بند کرتے ہوئے ایک ہولناک قہقہہ لگایا۔ ہا ہا ہا ہا۔ بیوقوفو! تم خود ہی بیمار لومڑیوں کی طرح شیر کی کچھار میں آن پھنسے ہو تے۔ سلطان نے

دیکھا اکرم کے ساتھ سرور اور نارنگ کے تین اور غنڈے تھے۔ سلطان ان سے ایک پر ٹوٹ پڑا۔ دوسرے اور تیسرے پر مادھو اور سنتو برس پڑے ور کو چونی نے سنبھال لیا اور اکرم یوسف کے مکوں تلے دبنے لگا۔

جب سب مار کھا کر بے سدھ ہونے لگے تو یوسف نے دروازہ کھول دیا خت آواز میں کہا۔

گی عزت پیاری رکھتے ہو تو بھاگ جاؤ یہاں سے اور پھر کبھی اس ارادے سے آنے کی کوشش نہ کرنا

سب باری باری بھاگ گئے۔

سلطان مسکرا دیا اور لباس جھاڑتے ہوئے مادھو سے کہا۔

کیسے رہے؟

مادھو بھی ہنس دیا۔

ایک دفعہ تو مار مار کر پلستر کر دیا ہے۔ انسان ہوتے تو دوبارہ ادھر کا رخ بھی ں کرینگے۔

سنتو بھی بول پڑا۔

بے غیرتی کوئی دیوار تھوڑی ہی ہے جو اُوپر آن گرے گی۔ یہ کچھ دنوں تک پھر ارستے پر چل نکلیں گے۔

چونی نے بھی تائید کی۔

تو اور کیا۔ کوے کا تو کام ہی ہے۔ بچوں کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا چھیننا۔

یوسف نے اپنی ہی صلاح پیش کی۔
ان کا کوئی مستقل بندوبست کرنا چاہیئے۔
نجمہ بھی باہر آگئی اور پریشانی سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
کب تک تم ہماری اس طرح حفاظت کرتے رہو گے۔
سلطان کہیں خلاؤں میں کھوہ گیا تھا۔
جب تک میں زندہ ہوں؟
ان کی ماں نے دکھ سے کہا
اکرم اب ہمارا جینا حرام کردیگا۔
سلطان نے اسے تسلی دی۔
کچھ بھی نہیں کر سکتا ماں جی! بس تم لوگ بےفکر رہو۔
خدانخواستہ اگر تم کہیں باہر ہوتے تو پھر
میرے ان ساتھیوں میں سے کوئی کوئی ضرور یہاں ہوگا۔ وہ بالکل میری ہی طرح تم لوگوں کی حفاظت کرے گا۔ پھر بھی اس کا کوئی مستقل بندوبست ہونا چاہیئے۔ آخر ہم کب تک بے گناہ اس کے ستم کا نشانہ بنے رہیں گے۔
سلطان گہری سوچ میں ڈوب گیا۔
میں اب بہت جلد اس کا بندوبست کر لونگا۔
سلطان باہر نکلنے لگا۔
ہم اب چلتے ہیں۔
نہیں لیٹ رہو بیٹا!
نہیں۔ ہم نے اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔
اگر وہ پھر آگیا تو
کوئی فکر نہ کریں۔ چوکیدار ہمارا اپنا آدمی ہے۔ وہ پھر ہمیں اطلاع کر سکتا ہے۔ ایک دو آدمی سے تو وہ خود ہی نبٹ لیگا۔
سلطان باہر نکل گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے ہوتے۔

۳۰

سلطان ، مادھو ، چونی ، سنتو اور یوسف سائیں برکت کے پاس آکر خاموشی سے بیٹھ گئے ۔ برکت اپنا کوئی پھٹا پرانا کپڑا سی رہا تھا ۔ سلطان نے اس کے پاؤں دباتے ہوئے کہا ۔ سائیں جی آج کچھ سنائیں ۔

سائیں برکت نے ایک بار غور سے اس کی طرف دیکھا ۔ پھر ہاتھ میں پکڑا ہوا کپڑا اور تالنتو ایک طرف رکھ دی ۔ دائیں طرف پڑا ہوا اکتارہ اٹھایا پھر تار پر انگلیاں مچل گئیں اور سائیں برکت کی مدھر بھری آواز گونج اٹھی ۔

کٹے دا اک رکھ بنایا کاریگر کمالے
خدا نے نیموں کا جو درخت بنایا ہے کس کاریگری سے بنایا ہے
ڈالی پتر پھل بنائے وزن برابر تولے
اس نے ہی شاخ پتے اور پھل بنائے اور ہر چیز کا وزن ٹھیک رکھا ۔
شاخ ہری تھیں پھل نکالے پھل دے وچوں دانہ
وہی ہے جو ہری شاخ سے پھل اور پھل میں سے دانہ پیدا کرتا ہے
یک رنگوں سے رنگ بنا دے آپ حکیم سیانہ
وہی سب سے بڑا حکیم ہے جو ایک رنگ سے کئی رنگ پیدا کر دیتا ہے ۔
بے آساں نوں آس ہے تیری جے یاراں تو یاری
اے خدا نا امیدوں کو تیری ہی امید ہے جن کا کوئی ساتھی نہیں ان کا تو بہتر ساتھی ہے
ہرڈ گئے نوں آپ اٹھاویں کر کے مددگاری
تو ہی گرے ہوؤں کی مدد کر کے انہیں سہارا دے کر اٹھاتا ہے ۔
تدھ بن کوئی ساتھی نہیں پھاتھی جان کولی
میری جان تکلیف میں پھنس گئی ہے ۔ اور تیرے بغیر کوئی ساتھی نہیں
توں چھڑاویں تاں میں چھٹاں تو ہی کریں سولی
اس تکلیف سے تو ہی مجھے چھٹکارا دلا سکتا ہے
ابر نیلیاں دی بوند فلک تھیں سپاندے منہ پا دیں
تو ہی ابر نیساں کا قطرہ سیپ کے منہ میں ڈالتا ہے
پتھر وچوں لعل چمکدا پیدا کر دکھاویں
تو ہی پتھر میں سے چمکتا ہوا لعل پیدا کر دیتا ہے
توں جھڑکیں پھر کوئی نہ جھلدا کسے جہاں ڈھوئی

اگر تو ہی دھتکار دے تو پھر کوئی پناہ دینے والا نہیں
ہتھ سر تے رکھیں مولا بخش بے ادبی ہوئی
اے خدا میری مدد کرنا اور میرے گناہ بخش دینا

سائیں برکت خاموش ہو گیا۔ مگر مادھو نے التجا کے انداز میں کہا
کچھ اور ہو جائے سائیں جی۔ ہم بدقسمت ہیں روز روز ایسی باتیں سننے کا موقع ہمیں کہاں میسر ہوتا ہے۔

برکت سائیں کی آواز پھر گونجی
رات اندھیری ندی ڈوہنگیری گھمن گھیر غماں دے
رات تاریک ہے۔ ندی گہری ہے۔ اور غموں کا خطرناک منجدھار ہے
رہڑ دے جاندے غوطے کھاندے وچہ شمار غماں دے
لوگ اس میں غوطے کھاتے اور اپنے سانس گنتے ہوئے بہتے جاتے ہیں
اوکھی گھاٹی اندر تدھ بن کوئی نہ والی
تکلیف میں تمہارے سوا کوئی سہارا نہیں
آپ سبب نال سبباں غم نوں کریں خوشحال
تو ہی اپنی مہربانی سے غموں کو خوشی میں بدلنے والا ہے
توڑ گیاں نوں آپ اٹھا دیں پھٹیاں بنیں پٹی
تو ہی گرے ہوؤں کو اٹھاتا ہے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتا ہے
بندی داناں کریں خلاصی حاصل کریں نہ چٹی
تو بغیر کسی معاوضہ کے قیدیوں کو رہا کر دیتا ہے
مُنہ کالا شرمندہ عاصی کی تیرے در آراں
میں ایک گناہگار ہوں کس مُنہ سے تمہارے در پر آؤں گا۔
مجرم تھیں چا محرم کرنا تیرا اصل سچاراں
مجرموں کو بھی دوست بنانا تیرا ہی کام ہے

سائیں برکت خاموش ہو گیا۔ وہ سارے ساتھی بھی اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے اٹھ گئے۔

سلطان نے مادھو کی طرف دیکھا اور کہا
تم سب گاؤں چلو میں ذرا نارنگ ہو آؤں

مادھو، سنتو، چونی اور یوسف گاؤں چلے گئے۔ سلطان نیلی پر بیٹھا اور گھنے درختوں میں سے ہوتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ برساتی نالہ عبور کرنے کے بعد جب وہ نارنگ کی طرف جاتی ہوئی کچی سڑک پر کچھ آگے بڑھا۔ تو سڑک کے دائیں طرف کھاد کے ایک بہت بڑے ڈھیر کے پاس ہموار جگہ پر نسرین بیٹھی اپلے تھاپ رہی تھی۔

سلطان جب اس کے پاس سے گزرنے لگا تو وہ بڑی تیزی سے اٹھی اور اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ سلطان نے گھوڑی روکی اور نیچے اتر گیا۔

کیا بات ہے میری بہن!
نسرین کچھ فکر مند تھی۔

تم نے چوتھی بار مجھے بہن کہا ہے۔
میں ہمیشہ تمہیں اپنی بہن سمجھتا رہونگا۔
نسرین اداس ہوگئی۔
تو پھر میرا ایک کام کروگے؟
سلطان نے بڑی شفقت سے پُوچھا۔
تم کہو تو سہی۔تم جیسی بہن کی خاطر میں اپنی جان بھی لڑا دونگا۔
میری ماں اور بھائی میری شادی میرے ماموں زاد بھائی سے کرنا چاہتے ہیں اور ——
اکرم سے؟
ہاں
اور تم ——
میں اسے پسند نہیں کرتی
سلطان انجان سا بن گیا۔
کیوں؟
تمہیں خبر نہیں؟
نہیں تو
وہ آوارہ ہے، بدمعاش، لفنگا اور بدطینت ہے۔میرے چھوٹے بھائی کو بھی اس نے اپنے جیسا ہی کر دیا ہے۔

تم اپنی ماں سے کیوں نہیں کہتیں کہ مجھے یہ شادی منظور نہیں۔
اسے کہا ہے۔
پھر کیا کہتی ہے۔
وہ کہتی ہے اکرم میرے بھائی کی نشانی ہے۔تمہاری شادی اسی سے ہوگی۔
سلطان نے ایک اور مشورہ دیا۔
تم صاف انکار کردو۔
میں کر چکی ہوں
پھر
نسرین رو پڑی
ماں طعنے دیتی ہے۔اور بھائی مارنے کو دوڑتے ہیں۔
سلطان اداس ہوگیا۔
میں تمہاری کس قسم کی مدد کرسکتا ہوں۔
بس تم یہ شادی رکوا دو۔
کیسے رکوا دوں میری بہن
تم سب کچھ کرسکتے ہو۔تم نے فیضو کا سر کاٹ دیا تھا۔کیا یہ ایک معمولی سا کام نہ کرسکو گے۔
پر یہ تو ایک ذاتی معاملہ ہے۔
تم اسے اپنا ہی کام سمجھ کر کرو۔بھائی نہیں ہو۔

سلطان نے سر جھکا لیا ۔

میں بہت مجبور ہوں میری بہن

کیا مجبوری ہے نہیں ۔تم تو کہتے تھے بہن کی خاطر جان لڑا دونگا ۔

سلطان کا سر ایکدم اُٹھ گیا ۔

تم کچھ دن صبر کرو ۔بہر حال میں یہ شادی نہ ہونے دونگا ۔خواہ میری جان چلی جاتے پر ایک دفعہ ضرور رکوا دونگا ۔

نسرین خوش ہو گئی ۔

تمہاری مہربانی بھیا ۔۔ اب کہاں جا رہے ہو ۔

اپنی ماں سے ملنے

سلطان آگے بڑھ گیا ۔نسرین پھر اپنے کام میں لگ گئی ۔

اسی روز رات کے وقت جبکہ اندھیرا خوب پھیل چکا تھا اور لوگ بے خبر سوئے پڑے تھے ۔مادھو، چونی، سنتو اور یوسف اسی ویران کنویں پر درختوں کے سائے میں کھڑے سلطان کا انتظار کر رہے تھے ۔

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ گاؤں کی طرف سے سلطان بڑی تیزی سے آیا اور ان کے پاس آکر رکا ۔

مادھو نے آہستگی سے پوچھا ۔

کدھر چلیں ۔

سلطان نے بڑی رازداری سے کہا ۔

نارنگ

کس کے ہاں

ذیلدار

مادھو کچھ پریشان ہو گیا ۔

خیریت ہے ۔

ہاں ۔اس اکرم کو آج ٹھکانے لگانا ہے ۔ وہ نجمہ کے باپ کا قاتل ہے ۔ دار کی بہن کے راستے میں وہ ایک گندی دیوار بن کر کھڑا ہو گیا ہے ۔اس کے وہ اس نے پھر نجمہ کا باعزت زندگی بسر کرنا مشکل کر دیا ۔ اس کی موت ئی گھروں میں امن اور سکون ہو جائیگا ۔

لاش کہاں ٹھکانے لگائینگے ۔

میں چوکیدار کو کہہ آیا ہوں ۔ وہ دو آدمیوں کے ساتھ دریا کے کنارے جگہ ہمارا انتظار کرے گا ۔جہاں بڑے بڑے پتھر پڑے ہوتے ہیں ۔ لاش سے ایک بڑا پتھر باندھ کر دریا میں پھینک دیں گے ۔

لاش خود بخود چکنی مٹی میں دھنس جائے گی ۔

سلطان نے غور سے مادھو کی طرف دیکھا ۔

کیا تم اس میں کوئی تبدیلی چاہتے ہو ۔

مادھو نے فوراً تائید کر دی ۔

نہیں یہی بہتر اور مناسب طریقہ ہے ۔

پھر چلیں

ہاں

پانچوں درختوں کی اوٹ سے نکل کر قبرستان کے پاس گزرتی ہوئی کچی
ڑک پر آئے اور بڑی تیزی سے نارنگ کی طرف بڑھنے لگے۔

سنتو ذیلدار کی حویلی کے بیرونی دروازے پر کھڑا ہو گیا تھا۔ یوسف صحن
ں مستعد کھڑا تھا۔ سلطان، مادھو اور چونی اندر داخل ہوتے۔ حویلی سے باہر
ائیں طرف گلی میں ان کی مدد کے لیے چوکیدار بھی کھڑا تھا۔

جس کمرے میں سلمیٰ اور نسرین سوئی ہوئی تھیں۔ سلطان نے باہر سے
اس کی زنجیر لگا دی۔ مادھو اور چونی اپنے ریوالور تانے اشرف اور سرور کی
چارپائیوں کے قریب کھڑے ہو گئے۔ گھپ اندھیرے میں سلطان نے
پہلے اپنے چہرے پر نقاب درست کیا۔ پھر جیب سے ایک مضبوط رسی نکالی
اور بڑی پھرتی سے اکرم کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کے حلق سے چیخ تک نہ
نکلی۔ بس بے بس مرغ کی طرح پھڑپھڑا کر رہ گیا۔

سلطان نے اکرم کی لاش کندھے پر رکھی اور باہر نکلا۔ اس کے پیچھے
پیچھے مادھو اور چونی تھے۔ جو بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ لیتے تھے۔ باہر جاتے
ہوئے سلطان نے سلمیٰ اور نسرین کے کمرے کی زنجیر باہر سے کھول دی۔

دریا کے کنارے بڑے بڑے پتھروں کی اوٹ میں تین آدمی سیاہ کپڑوں
میں چھپے بیٹھے تھے۔ فضا میں جب گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی تو ان

ں سے ایک نے اپنے ساتھ والے سے کھسر پھسر کی۔

شاید سردار آ گیا۔

دوسرے نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر اندھیرے میں غور سے دیکھا۔

وہی ہیں

تینوں اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

اتنی دیر میں سلطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے پاس آ کر رکا۔
ینوں بھاگ کر آگے بڑھے اور اکرم کی لاش جو سلطان کے آگے پڑی ہوئی
یچے اتاری۔ سلطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیچے اتر کر خاموش کھڑا
گیا۔

ان تینوں نے بڑی خاموشی سے لاش کے ساتھ پتھر باندھا اور کھڑے
ئے۔ پھر سلطان اور مادھو نے آگے بڑھ کر پتھر اٹھایا اور ان تینوں نے
اٹھا لی اور کچھ دور تک پانی میں جا کر لاش پتھر سمیت گہرے پانی میں ڈال دی
پہلے سے انتظار کرنے والے تینوں جوان سلطان، مادھو اور چونی کے پیچھے
گئے۔ اور سب دریا کے کنارے کنارے پریم پور کی طرف بڑھنے لگے۔

۳۱

سلطان نے اب اِدھر اُدھر کے کاموں سے فارغ ہو گیا تھا۔ نجمہ ارشاد اور بلقیس کی اس نے بڑے معقول طریقے سے شادی کرا دی تھی۔ اس طرف سے اب وہ مطمئن تھا۔ بڑی یکسوئی اور دلجمعی سے اب وہ اپنے اصل کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ ساتھیوں کی تعداد پہلے سے کافی بڑھ گئی تھی۔

پہلے اس نے ایک سو گاؤں میں انگریزوں کے کالے قانون کے خلاف آواز اٹھا رکھی تھی اور اب آزادی کی خاطر جان دینے کے لیے اس کے پیچھے ڈیڑھ سو کے قریب گاؤں تھا۔ اس کی تحریک اب روز بروز تمبے کی بیل کی طرح پھیل رہی تھی۔

بیش امام، پنڈت، چوکیدار اور دوسرے بیرونی کارکن اب بڑی تیزی سے حرکت میں آ رہے تھے۔ مسجدوں میں آزادی پر وعظ ہونے لگے تھے، مندروں میں بجنے والیاں گھنٹیاں آزادی کے نغمے بکھیر رہی تھیں۔ اب ہر رات کوئی نہ کوئی جاگیردار، سرمایہ دار اور چوہدری لٹنے لگا تھا اور غریبوں کے گھروں میں دولت کی تقسیم بھی تیز ہو گئی تھی۔

تھانے میں پولیس پہلے سے دوگنی کر دی گئی تھی۔ ایک تھانیدار کی جگہ اب دو تھانیدار ہو گئے تھے۔ علاقے کے سب بدمعاشوں کو شیرو کے پیچھے لگا دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ شیرو کو پکڑنے والے یا گرفتاری میں مدد دینے والے کے لیے دس ہزار کا انعام بھی مقرر کیا جا چکا تھا۔

سلطان کے کام کی نوعیت بھی اب بڑھ گئی تھی۔ دولت کی مساوی تقسیم، انگریزوں کے خلاف نفرت، آزادی کی تلقین کے علاوہ اب وہ ضلع کے ان بدمعاشوں کو بھی چن چن کر ختم کرنے لگا تھا۔ جو اس کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو رہے تھے یا آئندہ چل کر کسی مصیبت کا باعث بن سکتے تھے۔

ہر غریب، امن اور آزادی پسند شیرو کا نام بڑے احترام سے لینے لگا تھا۔

شیرو؟

اب غریبوں کی منزل تھا۔

ان کا مضبوط سہارا اور مددگار تھا۔

وہ آزادی کا علمبردار تھا۔

اندھیرے میں کھڑا روشنی کا مینار تھا۔

لوگ اب آہستہ آہستہ جاگ اُٹھے تھے۔

سات سمندر پار سے آئی ہوئی سفید فاموں کے خلاف نفرت پھیل گئی تھی۔ مسلم، ہندو اور سکھ سبھی سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکلنے کی تیاری کر چکے تھے۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔

انگریز کی سرگرمیاں تیز تر ہو گئی تھیں۔ مگر سلطان نے شیرو کے روپ میں اپنے چہرے پر ایسا مضبوط نقاب اوڑھ رکھا تھا کہ کوئی بھی اسے پہچان نہ پا رہا تھا۔ سلطان ہر رات شیرو کی طرح اپنی کچھار سے نکلتا اور اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد واپس لوٹ آتا۔

وہ اب رات کے وقت گشت کرنے والی پولیس کو گھیر کر ککڑی کی طرح کاٹنے لگا تھا۔ مگر انگریز بھی جتنے پولیس والے مرتے اس سے دُگنے اور اس کام پر لگا دیتے۔ مگر سلطان کو پکڑنا آسان نہ تھا۔

اب ہر گھر اس کا اپنا گھر تھا۔

ہر گاؤں اس کے لیے پناہ تھی۔

وہ گرد و غبار کے ایک بہت بڑے طوفان کی مانند اٹھتا اور ہوا کے ہلکے پھلکے جھونکے کی مانند اوجھل ہو جاتا۔ شہر کی انتظامیہ اپنی پے در پے ناکامیوں کے باعث حکومت کی نگاہوں میں گر چکی تھی۔ ڈی سی اور ایس پی دونوں کی نوکری خطرے میں پڑ گئی تھی۔ اسی لیے انہوں شیرو کی گرفتاری کے لیے اپنی تمام قوت صرف کر رکھی تھی۔

مگر کہاں

شیرو کی حفاظت کرنے والی قوتیں بھی پوری طرح مصروف کار تھیں۔ مقامی نظامیہ جس قدر حالات کو سنوارنا چاہتی۔ سلطان اس سے زیادہ انہیں بگاڑ کر رکھ دیتا۔ بہر حال انگریزوں کے لیے سلطان ابھی تک سراب ہی تھا۔

ایک روز جبکہ سلطان رہائشی حویلی میں چھپیا کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ گاؤں کا چوکیدار کھنکار کر اندر داخل ہوا۔ چوکیدار کا چہرہ اترا ہوا تھا۔

خیریت ہے سلطان نے پوچھا۔

تھانے والے نارنگ کے پیش امام اور چوکیدار کو پکڑ کر لے گئے تھے نا، مجھے پتہ ہے آج رات تھانے والوں کا بندوبست کرونگا۔

چوکیدار کا سر جھک گیا۔

انہوں نے شیرو کا پتہ جاننے کی خاطر انہیں اس قدر مارا ہے کہ دونوں مر گئے ہیں۔

سلطان غصے میں زخمی ناگ کی طرح کھڑا ہو گیا۔

پیش امام اور چوکیدار مر گئے۔

چوکیدار کی کانپتی ہوئی مردہ سی آواز آئی۔

ہاں سردار!

میں ان کا خون پی جاؤنگا۔

میں تھانے کو آگ لگا دونگا۔

ایک ایک سپاہی کو چھلنی کر دونگا۔

انہوں نے شیرو کی شاہ رگ پر ہاتھ ڈالا ہے۔ میں انکے ہاتھ کاٹ دونگا۔

چھمیا کانپ گئی تھی۔

سلطان بڑی تیزی سے باہر نکلا۔

تم مادھو، چونی، سنتوا در یوسف کو باہر حویلی میں بلاؤ۔

چوکیدار اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

وہ پہلے ہی وہاں آئے بیٹھے ہیں۔

سلطان غصّے میں کانپتا ہوا۔ دوسری حویلی میں داخل ہوئے۔ مادھو سنتو چونی اور یوسف پہلے ہی وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سلطان جونہی اندر داخل ہوا وہ چاروں کھڑے ہوگئے۔ سلطان غور سے انہیں دیکھنے لگا۔

ان سب کی نگاہوں میں ؟

ہائے اللہ

آگ برس رہی تھی۔ ان کے چہرے غصّے میں تپتے ہوئے تھے۔

مادھو غصّے میں کانپ رہا تھا۔

چونی دانت کچلچا رہا تھا۔

سنتو کی مٹھیاں بھینچی ہوئی۔

اور یوسف بار بار تھوک نگل رہا تھا۔

زبان سے کوئی بھی نہ بولا۔ تھوڑی دیر آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں ہوئیں

ور جو طے ہونا تھا ہوگیا۔ سلطان نے چوکیدار کی طرف دیکھا۔

اپنے گاؤں میں بھی کوئی پولیس والے ہیں۔

پنچائت گھر میں تین سپاہی ہیں۔

کیا کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر پہلے تو اپنے پنڈت جی سے کچھ پوچھ گچھ کر رہے تھے۔

اچھا! ان کا بھی بندوبست کرتا ہوں۔

تم باہر سے ایک گھوڑی لو اور سیدھے تھانے چلے جاؤ۔

وہاں کیا کروں۔

پہلے سنو! تم وہاں جاکر تھانے والوں کو کہنا کہ شیرو کو ٹبی بنگلہ میں پولیس والوں نے گرفتار کر رکھا ہے۔ لیکن پولیس کے کافی آدمی مارے گئے ہیں۔ لہذا انہوں نے شیرو کو پنچایت گھر میں بند کر رکھا ہے اور حفاظت کر رہے ہیں۔ تم یہ بھی کہنا کہ اسے تھانے لانے کے لیے پولیس کی کافی جمعیت چاہیئے ہو سکتا شیرو کے ساتھی راستے میں حملہ آور ہو جائیں۔

وہ فوراً تیار ہو جائیں گے۔ تم انہیں اپنے ساتھ لے کر آنا۔ برساتی نالہ پار کرنے کے بعد ادکھ کے کھیتوں کا جو لمبا سلسلہ شروع ہوتا ہے وہاں آتے ہی تم اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر زمین پر لیٹ جانا پھر میں ان سے نپٹ لونگا۔ میں سارے ساتھیوں کے ساتھ اسی کھیت میں ہونگا۔ اب تم جاؤ وقت ضائع نہ کرو۔

چوکیدار تیزی سے باہر نکل گیا۔

سلطان نے اب مادھو کی طرف دیکھا۔

مادھو!

مادھو کی چھاتی آج غیر معمولی طور پر تن گئی۔

جی

تم سنتو اور چونی اپنی اپنی گاڑیوں میں بیل جوت لو۔ ہماری ساتھ والی زمین سے اوکھ کاٹ کر اس میں رکھ لو اس کے نیچے جس قدر اور ایمونیشن ہو رکھ کر اسی اوکھ کے کھیت میں پہنچ جاؤ۔

مادھو خاموش سنتا رہا۔

دستی بم بھی رکھ لینا اور سارے ساتھیوں کو پیغام پہنچا دو کہ خالی ہاتھ ایک ایک دو دو ہو کر وہیں پہنچ جائیں۔ اپنی اپنی گاڑی کے ساتھ اپنے گھوڑے بھی باندھ لینا۔ راستے میں اگر کوئی پولیس والا پوچھے تو کہنا چارہ لے کر نارنگ جا رہے۔ ویسے پوچھے گا کوئی نہیں۔ ان کی بھی آنکھیں ہیں۔ دیکھ ہی لیں گے کہ چارہ جا رہا ہے۔ وہاں پہنچ کر تم سارے ساتھیوں میں اسلحہ بانٹ دینا اور تیار رہنا ٹھیک ہے۔

ٹھیک ہے۔

یوسف میرے ساتھ رہیگا۔ میں اور یہ اپنے گاؤں والے سپاہیوں کے بندوبست کرنے کے بعد وہاں پہنچ جائیں گے۔ تم یوسف کی گھوڑی بھی گاڑی سے باندھ کر لے جانا۔۔ اب تم بھی جاؤ اور جلدی جلدی اپنے کام لگ جاؤ۔

مادھو، سنتو اور چونی باہر نکل گئے۔

سلطان نے یوسف کا ہاتھ پکڑ لیا۔

آؤ میرے ساتھ

دونوں جب مسجد کے سامنے پہنچے تو گاؤں کے بے شمار لوگ وہاں کھڑے تھے جن میں ان کے لڑاکا ساتھی بھی تھے۔ دروازے کے پاس ہی ایک سپاہی رائفل تانے کھڑا تھا۔ اور لوگوں کو اندر داخل نہ ہونے دے رہا تھا۔

اسی لمحے مادھو بھی وہاں سے گزرا اس نے وہاں کھڑے دو تین جوانوں کے کان میں کچھ کہا اور وہاں جتنے ان کے لڑاکا ساتھی تھے سب کھسکنے لگے۔ سلطان نے وہاں کھڑے دوسرے لوگوں کو آنکھ ماری اور بلند آواز سے سپاہی کو سنانے کی خاطر کہا۔

تم لوگ جاؤ یہاں کیوں کھڑے ہو۔۔ جاؤ چلے جاؤ۔ پولیس کو اپنا کام کرنے دو۔ جب تک مشتبہ لوگوں پر سختی نہ ہو گی شیرو کیسے گرفتار ہو گا۔ سب لوگ فوراً وہاں سے چلے گئے۔

سپاہی خوش ہو گیا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تم بہت اچھے آدمی ہو۔

سلطان اور یوسف مسجد میں داخل ہوئے۔

کدھر سپاہی نے پوچھا۔

ظہر کی نماز پڑھیں گے۔

سپاہی ابھی تک خوش تھا۔

ہاں ہاں تم بیشک جاؤ یہ سامنے والے دروازے سے اندر چلے جانا۔ ادھر پنچایت گھر میں میرے ساتھی ایک پنڈت سے شیرو کے متعلق پوچھ رہے ہیں ادھر نہ جانا۔

سلطان یوسف کے ساتھ سامنے والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ہمارا ادھر کیا کام

دونوں مسجد میں داخل ہوئے اور بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ دونوں نے ایک بار گردن اٹھا کر اوپر دیکھا سامنے دو سپاہی ایک پنڈت کو جو سلطان کا آدمی تھا گھیرے بیٹھے تھے۔

ایک سپاہی نے اچانک لگاتار تین چار بید اُسکی پیٹھ پر دے مارے

ذلیل کتا! گھنٹہ ہو گیا ہے تم سے سر کھپاتے ہوتے۔ بتاؤ کون ہے شیرو!

پنڈت صاف انکار کر گیا۔

مجھے کچھ خبر نہیں۔

اس نے لگاتار کئی بید اس کے سر اور پشت پر دے مارے۔

دیکھتا ہوں کیسے نہیں بتاتے ہو۔

پنڈت بھی دل گردے کا آدمی تھا۔

جان سے مار ڈالو بیشک! پر شیرو کے متعلق میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔

سپاہی پھر مارنے لگا۔

دیکھتا ہوں تم کیسے نہیں جانتے ہو۔ یہیں بیٹھے بیٹھے کی جان نکال دونگا۔

سلطان نے یوسف کی طرف دیکھا۔

دونوں کی نگاہیں ملیں کوئی فیصلہ ہوا۔ سر ہلے۔ پھر دفعتہً سلطان اٹھا چیتے کی طرح اس نے پانی کی ٹنکی کے اُوپر سے چھلانگ لگائی اور ایک سپاہی کی گردن جا دبوچی دوسرے نے اپنی رائفل اسی کی طرف سیدھی کرنا چاہی مگر اس نے پہلے سپاہی کی گردن بائیں ہاتھ سے پکڑ رکھی اور دائیں ہاتھ کا ایک بھرپور مکہ رائفل والے سپاہی کی ناک پر دے مارا وہ دوہرا ہو کر دُور جا گرا۔

اسی لمحہ سلطان کے پیچھے ہی پیچھے یوسف بھی چھلانگ لگا چکا تھا۔ تیسرے سپاہی پر وہ اس قدر سختی سے حملہ آور ہوا تھا کہ اس نے مکے مار مار کر اس سپاہی کے کئی دانت توڑ دیئے تھے۔ پنڈت جو کچھ دیر پہلے بکری بنا بیٹھا تھا۔ خونخوار بھیڑیئے کی طرح تیزی سے اٹھا اور گرے ہوئے سپاہی سے رائفل چھین کر زور سے دہاڑا۔

ہاتھ اُوپر کر لو۔

سپاہی جو کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے ہاتھ اُوپر کر لیے۔

سلطان نے یوسف اور پنڈت سے کہا۔

انہیں اندر لے چلو

تینوں سپاہیوں کو پنچایت گھر کے کمرے میں لائے۔

سلطان نے پھر یوسف کی طرف دیکھا۔ یوسف نے سلطان کی طرف.
پھر سلطان کا سر ہلا دونوں نے اپنی اپنی جیبوں سے رسی نکالی اور دونوں سپاہیوں کا گلہ گھونٹ دیا۔

پنڈت پیچھے ہٹ گیا اور سلطان نے تیسرے سپاہی کو بھی ختم کر دیا۔

سلطان نے پنڈت سے کہا۔

ان کا اب کیا کرنا چاہیئے۔

پنڈت کے بجائے یوسف فوراً بول پڑا۔

فی الحال ان کو پنچایت گھر سے گزرتی ہوئی پانی کی بڑی نالی میں چھپا دیتے ہیں۔ نالی اُوپر سے بند ہے کسی کو کیا پتہ چلے گا۔ غسل خانے کے اندر جا کر ان کو نالی میں آگے تک گھسیٹ دیں گے۔ رات کو نکال کر دریا برد کر دیں گے۔

سلطان نے ایک سپاہی کو اٹھا لیا۔

پھر جلدی کرو۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں سپاہیوں کو نالی میں ڈال کر بڑے اطمینان کے ساتھ مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔

۳۲

مادھو، چونی اور سنتو، سلطان کے کہنے کے مطابق اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ دوسرے ساتھی میں اکے دکے ہو کر مقررہ جگہ پہنچ رہے تھے۔ اوکھ کے اس کھیت میں امونیشن اور ہتھیاروں کا ڈھیر سا لگ تھا۔ مادھو نے سب ساتھیوں میں ہتھیار تقسیم کر دیئے تھے۔

امونیشن بھرا جا چکا تھا اور سارے ساتھی اپنی اپنی جگہیں سنبھال چکے تھے۔ مادھو، چونی اور سنتو امونیشن کے پاس جو ایک گڑھا کھود کر رکھا ہوا تھا بیٹھے تھے۔ چونی نے مادھو کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے اندیشے کا اظہار کیا۔

سردار اور یوسف کسی وجہ سے اگر وقت پر نہ پہنچ سکے پھر

مادھو کے چہرے پر سختی چھا گئی۔

پولیس جب یہاں سے گزرے اور چوکیدار زمین پر چھلانگ لگا دے
فوراً فائر کھول دو۔

سنتو نے کہا۔

سردار کی سکیم بھی یہی تھی۔

مادھو نے کہا۔

ہاں مجھے تو اس نے اسی طرح ہی کہا تھا۔ مگر ایک شرط بھی ہے۔

کیا چونی نے پوچھا۔

پولیس کا کوئی سپاہی بچ کر نہ جانا چاہیئے۔

سنتو نے چھاتی پر ہاتھ مارا۔

کیسے بچ کر جائے گا۔ ایک ایک کو بھون دینگے۔

مادھو کھڑا ہو گیا۔

سردار کے آنے سے پہلے ایک دفعہ سارے ساتھیوں کو دیکھ کر تسلی
کر لینا چاہیئے کہ ہر کسی کی پوزیشن ٹھیک ہے یا نہیں۔

تینوں اُٹھ کر اوکھ کے کھیتوں میں گھومنے لگے اور ساتھ ساتھ ساتھیوں
کو ہدایات بھی دیتے جا رہے تھے۔

پنڈت اپنے گھر چلا گیا۔ سلطان یوسف کو لے کر اپنی باہر والی حویلی میں
آیا۔ نیلی پر زین ڈالی۔ اور لگام پکڑے گاؤں سے باہر آئے۔ نارنگ کی طرف
جانے والی کچی سڑک پر سلطان نیلی پر بیٹھا اور یوسف کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

دونوں تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ راستے میں پولیس کے دو سپاہی جو
شاید گشت پر تھے سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ہاتھ ہلا کر انہوں نے
سلطان کو رکنے کے لیے کہا۔

سلطان نے ان کے پاس آکر گھوڑی روک لی اور نرمی سے پوچھا۔

کیا بات ہے۔

کدھر جا رہے تم ایک سپاہی نے پوچھا۔

سلطان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

نارنگ جا رہے ہیں

کس کے ہاں

سلطان جواب دینے ہی والا تھا کہ دوسرا سپاہی بول پڑا۔

جانے دو یہ سلطان ہے۔ اپنا آدمی ہے۔

دوسرے سپاہی نے حیرت کا اظہار کیا

اچھا تم سلطان ہو؟

سلطان مسکرا دیا۔

ہاں

فیضو کا سر تم نے ہی کاٹا تھا۔

سلطان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

سپاہی نے اس سے ہاتھ ملایا۔

میں نے پہلے تمہیں نہیں دیکھا ہوا تھا۔ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ معاف کرنا

بس نے بے خبری کی وجہ سے تمہیں روک لیا تھا۔

سلطان مسکرا کر ٹال گیا۔

کوئی بات نہیں تم نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔

سپاہی نے یوسف کی طرف اشارہ کیا۔

یہ کون ہے۔

میرا دوست ہے۔ اس کے ساتھ تو میں نے فیضو کو ختم کیا ہے۔

سپاہی نے یوسف سے بھی ہاتھ ملایا۔

تم دونوں قابل فخر ہو۔

سلطان نے سپاہی کو اور پھونک دی۔

ہم اب جا سکتے ہیں۔

پوچھنے کی کیا ضرورت ہے جاؤ تم لوگ

دونوں آگے بڑھ گئے۔

سلطان نے انہیں چکمہ دینے کی خاطر پہلے نارنگ کی سیدھ میں برساتی نالہ عبور کیا پھر کنارے کنارے کھیتوں کی اوٹ لے کر اس ٹٹی بنگلہ کی سیدھ میں پھر نالے کے اس طرف آیا اور ادھر کے انہی کھیتوں کی طرف بڑھا۔ جہاں اس کے ساتھی اس کے منتظر تھے۔

ایک کھیت کے کنارے وہ نیچے اترے اور گھوڑی سمیت اندر چلے گئے۔

وہ تھوڑا سا ہی آگے بڑھے تھے کہ سامنے مادھو، چونی اور سنتو کھڑے تھے کہ
انہوں نے اپنی اپنی سٹین گن کا رُخ اُن کی طرف کیا ہوا تھا۔

سلطان اور یوسف کو دیکھ کر انہوں نے ہتھیار نیچے کر لیے۔ سلطان مادھو کے
پاس آ کھڑا ہوا۔

تیار ہوں ؟

مادھو نے بڑی تسلی سے جواب دیا۔

بالکل۔ ایک نظر سب ساتھیوں کو دیکھ لو اگر کوئی تبدیلی کرنا ہوئی تو ابھی
کر لیتے ہیں۔

سنتو نے نیلی کی باگ پکڑی اور اپنے گھوڑوں کے ساتھ جا کر باندھ آیا۔ سلطان
نے ایک دفعہ سب ساتھیوں کو دیکھا۔ پھر مادھو، چونی، سنتو اور یوسف کے
ساتھ کھیت کے اس کنارے کے پاس آ کر لیٹ گیا۔ جہاں سے پولیس نے گزرنا تھا
سب دم سادھے پولیس کی آمد کا انتظار کر رہے تھے کہ پولیس کے بے شمار
سپاہی نالے کی طرف سے آتے ہی دکھائی دیئے آگے آگے دونوں تھانیدار
اور ان کے پیچھے سلطان کا چوکیدار اور اس کے پیچھے ان گنت سپاہی دھول
اڑاتے ہوئے آ رہے تھے۔

سلطان نے منہ میں انگلیاں ڈالیں اور ایک زوردار سیٹی ماری۔ اس کے
ساتھ ہی اس کے سارے ساتھیوں کے ہتھیار کاک ہو گئے اور نالیاں دشمن سے
دو بدو ہاتھ کرنے لگیں۔

پولیس جب ادکھ کے کھیتوں کے پاس سے گزر رہی تھی تو چوکیدار اچانک اپنے گھوڑے سے گرا اور زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی کھیت سے بارش کی طرح فائرنگ شروع ہوگئی۔ پہلے ہی حملے میں بے شمار پولیس والے ہلاک ہوگئے۔ جو بچے وہ فوراً زمین پر لیٹ گئے اور جوابی فائرنگ کرنے لگے۔

سلطان اور اس کے ساتھیوں نے اب ان پر دستی بم پھینکنے شروع کردیئے تھے جس سے باقی ماندہ پولیس والے بھی ختم ہوگئے۔ دونوں تھانیدار جو کسی طرح بچ گئے تھے اٹھے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگ نکلے۔

سلطان نے فوراً یوسف کی طرف دیکھا۔

یوسف! تم یہیں رہ کر ساتھیوں کو کنٹرول کرو ہم چاروں ان کا تعاقب کرتے ہیں۔ سلطان، مادھو، چونی اور سنتو بھاگے بھاگے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور تعاقب کرنے لگے۔

چاروں کھیت سے نکلے ہی تھے کہ پولیس کے دو سپاہی جو کسی طرح بچ گئے تھے اپنی رائفلوں سے سلطان اور مادھو کا نشانہ لے لیا۔ سب سے پہلے سنتو کی نگاہ ان پر پڑی اس نے اپنے گھوڑے سے لمبی جست لگائی اور سلطان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ چونی بھی دیکھ چکا تھا۔ وقت ضائع کیے بغیر اس نے بھی چھلانگ لگائی اور مادھو کے پیچھے بیٹھ گیا۔ فضا میں دو فائر ہوئے اور سنتو اور چونی دونوں ڈھیر ہوگئے۔

قبل اس کے دونوں سپاہی اور گولیاں برساتے یوسف انہیں دیکھ چکا تھا۔ اس نے ان پر سٹین کی باڑھ ماری اور دونوں کو ڈھیر کردیا۔

سلطان اور مادھو رک گئے اور سنتو اور چونی کو سنبھالنے لگے۔ چونی مر چکا تھا مگر سنتو ابھی آخری سانس گن رہا تھا۔

سلطان جب نیچے اتر کر اسے سنبھالنے لگا تو سنتو نے اکھڑتی ہوئی آواز میں کہا،

مجھے چھوڑ دو سردار ان کا پیچھا کرو۔

سلطان نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔

تمہیں موت کی دہلیز پر چھوڑ کر کیسے چلا جاؤں۔

سنتو نے بڑی عاجزی سے کہا۔

سردار! تمہیں تمہارے خدا اور رسول کا واسطہ مجھے چھوڑ دو اور ان کا پیچھا کرو۔ ورنہ ہمارے گروہ پر تباہی آجائے گی اور تم عیاں ہو جاؤ گے۔

سلطان شش و پنج میں پڑ گیا۔

سنتو نے اسے پیچھے ہٹایا۔

وقت ضائع نہ کرو سردار جلدی کرو۔

سلطان جلدی سے نیلی پر سوار ہوا اور مادھو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

مادھو تم ان کا خیال رکھو میں نپٹتا ہوں ان سے۔

سلطان بڑی تیزی سے ان کا تعاقب کرنے لگا۔

مادھو جو مردہ چونی کو اپنی گود میں لیے بیٹھا تھا اٹھ کر سنتو کے پاس آیا مگر سنتو دور سے ہی چلا پڑا۔

مادھو تمہیں گروہ کی قسم میرے نزدیک مت آنا۔ سردار کی مدد کرو وہ دو ہاں
مادھو کچھ رکا پھر اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔ اتنی دیر
میں یوسف اپنے ایک ساتھی کے ساتھ کھیت سے نکلا اور دونوں کی لاشیں اٹھا کر
کھیت میں لے گیا۔

سلطان ان کے تعاقب میں کافی دور نکل گیا تھا۔ مادھو بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ نیلی ہوا سے باتیں کر رہی تھی اسے بار بار ایڑھ لگا رہا تھا۔ اس نے اپنا کلہاڑا ابھی زین سے اُتار کر ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔

ایک تھانیدار جس کا گھوڑا شاید ذرا سست تھا پیچھے رہ گیا تھا اور دوسرا ذرا آگے نکل گیا تھا۔ نالے کے کنارے پر جا کر سلطان نے ایک تھانیدار کو جا لیا۔ کلہاڑا گھما کر اس نے پوری قوت سے اس کی گردن پر مارا اور سر کاٹ کر علیحدہ کر دیا۔

دوسرا تھانیدار جو نالے کے اندر پہنچ چکا تھا بار بار مڑ کر پیچھے دیکھ رہا تھا۔ جس طرح لومڑ بھاگتے ہوئے مڑ مڑ کر پیچھے دیکھتا ہے۔

سلطان نے نیلی کو ایک زوردار ٹھوکر لگائی۔

نیلی! اگر یہ شکاری کتا بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تو میں تمہیں کبھی معاف نہ کروں گا۔

گھوڑی ہنہناتی اور ریت اڑاتی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ وہ بار بار نتھنے پھڑ پھڑا رہی تھی۔

دوسرا تھانیدار نالہ عبور کرنے کے بعد کنارے پر چڑھنے ہی والا تھا کہ سلطان نے جا لیا وہ کلہاڑے کی زد سے باہر تھا۔ سلطان نے کلہاڑے سمیت اس پر چھلانگ لگا دی۔ دی۔ دونوں نالے کی ریت پر گر گئے۔ سلطان نے تھانیدار کے دو مکے مار کر اپنے نیچے پچھاڑ لیا اور اس پر سوار ہو گیا۔

نیچے بیٹھے ہوئے تھانیدار نے پکارتے ہوئے کہا۔

تم ___ تم تو سلطان ہو؟

سلطان نے غصے میں کلہاڑا لہرایا۔

سلطان ہی ہوں کوئی بھوت تو نہیں ہوں۔

کیا تم ہی شیرو ہو

سلطان نے غصے میں جواب دیا۔

ہاں میں ہی شیرو ہوں۔

تھانیدار نے نفرت سے کہا۔

تم بہت ہی عیار ہو

تم سے کم جو ایک غیر ملکی قوم کے پٹھو بنے ہوتے ہو۔

میں نے جو کچھ کیا یہ میرا فرض تھا۔

اور میں بھی جو کچھ کر رہا ہوں یہ میرے فرض کی پکار ہے۔

تم ڈاکو لٹیرے عوام کو لوٹ لوٹ کر تم نے کبھی تباہی پھیلا دی ہے

تم بہت بے غیرت ہو۔ تم نے کبھی سنا ہے کہ شیرو نے کسی غریب کو لوٹا ہو۔

میرے ستم کا نشانہ ہمیشہ سرمایہ دار رہے ۔میں نے مسلمان، ہندوؤں اور سکھوں کو جگا کر آزادی اور حریت کے نغمے بلند کیے ۔

کچھ بھی ہو تم حکومت کو مجرم ہو ۔

میں لعنت بھیجتا ہوں تمہاری غیر ملکی حکومت پر جس نے ہمیں غلامی کی زنجیریں پہنا دی ہیں ۔تم یہ بتاؤ تھانے بلا کر تم نے نارنگ کے پیش امام اور چوکیدار کو کیوں ختم کرایا

تھانیدار کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا ۔

کیا وہ تمہارے آدمی تھے ۔

ہاں وہ دونوں ہی میرے کارکن تھے تم نے انہیں قتل کر کے اپنی تباہی کو آواز دی تھی ۔ دیکھا انہیں مارنے کا کیا انجام ہوا ۔میں اپنے کسی بھی کارکن کا بدلہ لینے سے نہیں چونکتا ۔ تمہارا ہوا انجام دیکھ کر تمہارے ساتھی بھی نصیحت پکڑیں گے ۔

سلطان نے اپنا خون آلود کلہاڑا لہرایا اور غصے میں دھاڑا ۔

بے غیرت اور ذلیل بھیڑیے میں تمہیں اسی کلہاڑے سے ذبح کر دوں گا ۔

غصے میں سلطان نے کلہاڑا لہرا کر مارا اور تھانیدار کا سر کاٹ دیا ۔

کلہاڑا ریت سے صاف کر کے جب وہ اٹھا تو مادھو اس کے سر پر کھڑا تھا سلطان نے دیکھا اس کا چہرہ اترا ہوا تھا ۔ وہ اداس سا کھڑا تھا سلطان اٹھا کلہاڑا زین میں ٹکایا پھر سوار ہوا اور اسی راستے واپس چل دیا ۔

دونوں جب کھیت میں داخل ہوئے ۔تو یوسف اپنے ایک ساتھی کے ساتھ سنتوا اور چونی کی لاشیں سامنے رکھے بیٹھا تھا ۔سلطان اور مادھو دونوں کچھ دیر یں ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے ۔پھر سلطان کی کانپتی ہوئی آواز سنائی ۔

آج کی مہم ہمیں بہت مہنگی پڑی ۔میں محسوس کرتا ہوں سنتوا اور چونی کے ختم ہو جانے سے میرے دونوں بازو کٹ گئے ہیں ۔مگر ہم ہمت ہارنے والے نہیں ندہ اگر اس سے بھی زیادہ قربانی دینی پڑی تو ہم ان غلامی کے علمبرداروں کو سبق مرور دیں گے ۔

سلطان نے یوسف سے کہا ۔

سب ساتھیوں کو جمع کرو ۔

یوسف نے منہ میں انگلیاں ڈال کر دو سیٹیاں بجائیں اور سارے ساتھی الفور وہاں جمع ہو گئے ۔سلطان نے پہلے ایک بھرپور نگاہ ان پر ڈالی پھر ہنا شروع ۔

سب ساتھی اپنے اپنے ہتھیار اپنی چادروں میں چھپا کر گھر لوٹ جاؤ ۔جب رورت ہوئی پھر بلا لیا جائے گا ۔لیکن اب ہر وقت تیار رہنا ۔ راستے میں جو ی پولیس والا نظر آئے ختم کرتے جاؤ ۔

سب ساتھی ایک ایک دو دو ہو کر کھیت سے نکل گئے ـــــ

سلطان سنتو کی گاڑی میں بیٹھ گیا اور یوسف چونی کی گاڑی ہانکنے لگا ۔ ذرا اگلے پہر دور کچھ پولیس والے فائرنگ کی آواز سن کر وہاں کھڑے ہو گئے تھے مگر قریب نہ آ رہے تھے ـــ سلطان کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر انہیں ختم کر دیا ۔

سلطان ، مادھو اور یوسف اپنی گاڑیوں میں بیٹھے۔ جب پریم پور کی طرف جا رہے تھے تو انہیں راستے میں وہی دو سپاہی ملے — یوسف نے سٹین کی باڑھ مار کر دونوں کو ڈھیر کر دیا۔ اور تینوں آہستہ آہستہ گاؤں کی طرف بڑھنے لگے —

۳۳

سلطان ، مادھو اور یوسف تینوں سر جھکاتے سنتو کے ہاں داخل ہوئے سامنے صحن میں اس کی ماں بیٹھی تھی۔ تینوں سر جھکائے مجرموں کی طرح اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تینوں کی آنکھوں میں گہری نمی جھانک رہی تھی۔ سنتو کی بوڑھی ماں کچھ دیر تک انہیں ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی۔ پھر ذرا سنبھل کر پوچھا۔

جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہہ دو — میں ہر بری خبر سننے کا حوصلہ رکھتی ہوتی ہوں تمہارے ساتھ سنتو اور رچونی نہ دیکھ کر میں بہت کچھ سمجھ گئی ہوں۔

سلطان نے دکھ سے کہا۔

افسوس ہم انہیں واپس نہ لا سکے۔

سلطان نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

میں اپنے دو بہترین ساتھیوں سے محروم ہو گیا ہوں اور تم اپنے بیٹے سے محروم ہو گئی ہو ماں !

بڑھیا کا سینہ تن گیا ۔

مجھے فخر ہے میرا بیٹا آزادی کے چراغ روشن کرتا ہوا کام آ گیا ہے نہیں ۔ میں ہمیشہ اس کی پوری زندگی پر فخر کرتی رہوں گی ۔ وہ ایک وفادار بیٹا تھا ۔ ایک غمگسار بھائی تھا ۔ ہاں ایک بات کا افسوس ہے کہ کاش اجیت انسان ہوتا اور آج مجھے اس بات کا تعلق نہ ہوتا کہ گروہ میں اب اس گھر کا کوئی فرد نہیں رہا ۔

مادھو نے اس کا حوصلہ بڑھایا ۔

ہم بھی تو تمہارے ہی بیٹے ہیں ماں

اس نے باری باری تینوں کی طرف دیکھا پھر گمبھیر لہجے میں کہا ۔

اس میں کوئی شک نہیں ۔ جس کام کے پیچھے تم لگے ہوتے ہو ۔ گرو تمہیں اس میں کامیاب کرے ۔

ہم چلتے ہیں ماں ! سلطان نے اجازت چاہی ۔ چونی کے ہاں بھی جانا ہے

جاؤ بیٹا ۔ پر سنتو کی لاش ؟

میری حویلی میں ہے ۔ میرے ساتھی ابھی لاتے ہیں ۔

تینوں باہر نکل کر چونی کے گھر کی طرف بڑھنے لگے ۔

شام تک سلطان ، مادھو اور یوسف کو گھر جانے کا موقع نہ ملا تھا ۔ سنتو کے ہاں سے نکل کر وہ چونی کے گھر گئے ۔ پھر دونوں نے کریا کرم میں لگے رہے

شام اندھیرے منہ وہ اپنے اپنے گھر گئے ۔ سلطان جب حویلی میں داخل ہوا تو صحن میں کوئی اجنبی بوڑھا بیٹھا ہوا تھا ۔ سلطان اس کے ابھی قریب ہی گیا تھا کہ چھمیا اس کے قریب آئی اور ہلکے سے اس کے کان میں کہا ۔

میرے ماموں ہیں ۔ پھر اس نے زور سے اس بوڑھے سے کہا ۔

ماموں ! سلطان آ گیا ہے ۔

بوڑھا اُٹھ کر بڑے تپاک سے ملا اور سلطان کو اپنے پاس بٹھا لیا ۔ اور چھوڑتے ہی گلہ کیا تم کبھی چھمو کو لے کر ہمارے ہاں آئے ہی نہیں ۔ تم دونوں کی شادی بھی ہوئی اور ہمیں خبر تک نہ ملی ۔ سلطان ٹال گیا ۔

نہیں کچھ ایسے ہی جلدی جلدی شادی ہو گئی ۔

چھمیا سلطان کے اس جواب پر ہنس دی ۔

میں آج ہی واپس چلے جانا تھا ۔ مگر تمہارا انتظار کرتے کرتے دیر ہو گئی ۔ اگلے ماہ کی پانچ تاریخ کو میرے بیٹے کی شادی ہے ۔ میرا ارادہ تھا تم دونوں میاں بیوی اتنا عرصہ میرے ہی پاس رہو ۔ مگر بہن سلامت بی بی نے کہہ دیا ہے کہ ان دونوں کے بغیر نہ میں رہ سکتی ہوں اور نہ ہی یہ گھر چل سکتا ہے ۔ اب تم پھر شادی کے روز تو آنا نا ؟ چھمو بیٹی تم خود سلطان کو ساتھ لے کر آنا ۔

چھمیا نے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

ضرور آئیں گے ماموں !

قبل اس کے بات چیت آگے بڑھتی ۔ گاؤں کا چوکیدار حویلی میں داخل ہوا ۔

سلطان کی اس طرف پشت تھی۔ بہر حال چھمیا نے اسے دیکھ لیا تھا۔ چوکیدار دروازے پر ہی کھڑا ہو گیا۔ چھمیا نے سلطان کا کندھا پکڑ کر ہلایا۔ سلطان نے جب اس کی طرف دیکھا تو اس نے آنکھوں سے چوکیدار کی طرف اشارہ کیا۔

سلطان کھڑا ہو گیا۔

میں آتا ہوں ماموں! ایک آدمی ملنے آیا ہے۔

سلطان چوکیدار کے پاس آیا۔

کہو

پولیس۔ نارنگ، ٹبی بنگلہ اور ہمارے گاؤں کے سب مرد، عورتوں اور بچوں کو نکال کر سائیں برکت کے باغ میں جمع کر رہی ہے۔

اپنے ساتھیوں کو فوراً پیغام بھجوا دو کہ ادھر ادھر ہو جائیں۔

چوکیدار مایوس ہو گیا۔

اب ناممکن ہے۔

وہ کیوں

پولیس نے اچانک تینوں گاؤں کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ اور ان کی تعداد بھی اس قدر زیادہ ہے کہ کوئی آدمی بچ کر نہیں جا سکتا۔ ایس پی خود بھی آیا ہوا ہے۔ وہ آج تہیہ کر کے آئے ہیں کہ شیرو کا پتہ ضرور کر کے جائیں گے۔ ان کو بہت غصہ ہے کہ شیرو نے پولیس کے اتنے زیادہ سپاہی قتل کر دیئے ہیں۔

تمہیں پتہ ہے جہاں لوگوں کو جمع کرنا ہے۔

مجھے پتہ ہے۔

اس کے قریب کھیت بھی ہیں۔ جہاں چھپا جا سکے۔

بہت ہاں

بس تم پھر دوسرے گاؤں کے ساتھیوں سے کہہ کہ اپنے اپنے ہتھیاروں کے ساتھ فوراً ان کھیتوں میں جمع ہو جائیں۔ اس سے آگے ہدایات سب کو یوسف دیگا۔ ادھو اور یوسف کو بھی میرے پاس بھیجتے جاؤ۔

چوکیدار جانے لگا۔

سلطان آواز دے کر پھر روکا۔

سنو! کسی کو معافی بھی ہو گی۔

ہاں

کس کس کو

نارنگ کے ذیلدار اور ٹبی بنگلہ کے چوہدری کو

ہمارے گاؤں میں ؟

ہمارے گاؤں میں آپ، مادھو، سنتو، اور چونی کے گھر والوں سے باز پرس نہ ہو گی ——

بہت اچھا۔ ایک بات اور بتاؤ۔

ایس۔ پی اس وقت کہاں ہے۔

اسی میدان میں کھڑا ہے۔ جہاں لوگوں کو جمع کیا جا رہا ہے۔

اب تم جاؤ جلدی کرو ۔ ایک گھوڑا ابھی ان کھیتوں میں پہنچا دینا ۔

چوکیدار چلا گیا ۔

سلطان نے ہاتھ کے اشارے سے چھمیا کو بلایا ۔ وہ جب قریب آئی تو سلطان نے ہلکے سے کہا ۔

میرے ساتھ آؤ ۔

سلطان اسے لے کر باہر والی حویلی کے کمرے میں آیا ۔ چھمیا جو گھبرا گئی تھی ۔ پریشانی سے پوچھا ۔

کیا بات ہو گئی ۔

ایک کام کرو ۔

کیا ؟

بالکل میرے جیسا ایک پتلا بناؤ ۔ کنیز کو بھی ساتھ لگا لو ۔ پرانے کپڑوں کو جوڑ کر ان میں روئی بھر کر بنانا جس طرح گڑیاں بنائی جاتی ہیں ۔ لیکن قد اور موٹاپے میں بالکل مجھ جیسا ہو ۔ اور بنانا بھی اس طریقے سے کہ اسے گھوڑے پر بٹھایا جا سکے ۔ جب وہ تیار ہو جائے تو میرے کپڑوں کا ایک جوڑا نکال کر اسے پہنا دینا اور سر پہ میری کوئی پگڑی باندھ کر پلو سے اس کا منہ بھی ڈھانپ دینا ۔ سمجھ گئی ہو ۔

بالکل سمجھ گئی ہوں ۔ چھمیا کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا ۔

کتنا وقت چاہیے تمہیں اس کام کے لیے ۔

ایک گھنٹہ تو لگے گا ہی ۔

ٹھیک ہے اگر ضرورت ہو تو ماں جی کو بھی ساتھ لگانا ۔ پر جتنی جلدی ہو سکے کرو ۔ ورنہ پولیس آج ہمیں چھوڑے گی نہیں ۔

چھمیا نے حیرت سے پوچھا ۔

پھر آگئی پولیس

ہاں ۔ ایس پی خود بھی آیا ہے اور سب لوگوں کو باہر میدان میں جمع کر دیا ہے ۔

ہمیں بھی جانا پڑے گا ۔

نہیں ۔ تم جلدی جلدی اپنا کام کرو ۔

چھمیا کو باہر نکلے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ مادھو اور یوسف آگئے ۔ اور سلطان کے سامنے آکھڑے ہوئے ۔ سلطان نے انہیں اپنے پاس بیٹھنے کو کہا ۔

دونوں خاموشی سے بیٹھ گئے ۔

سلطان نے ان کی طرف دیکھے بغیر کہا ۔

کچھ سنا ؟

مادھو نے جواب دیا ۔

ہاں پولیس لوگوں کو باہر جمع کر رہی ہے ۔

پھر ؟

جیسے کہتے ہو ۔ کفن باندھ کر کود جائیں گے ۔

سلطان نے یوسف کی طرف دیکھا ۔

آج سب سے مشکل کام یوسف کا ہے ۔

یوسف نے چھاتی پر ہاتھ مارا ۔

میں حاضر ہوں ۔ میں چونکوں کا نہیں ۔ ٹلونگا نہیں ۔ کود جاؤنگا ۔ خواہ آگ میں کہو گے ۔ میں ویسے ہی جھپٹونگا جیسے حکم ملیگا ۔

چوکیدار ساتھیوں کو ان کھیتوں میں جمع کر دیا ہے جن کے قریب میدان میں پولیس تینوں گاؤں کے لوگوں کو جمع کر رہی ہے ۔ تمہاری کام یہ ہو گا ۔ کہ ایک پتلا لے کر ان کھیتوں میں پہنچو ۔ ایک گھوڑا وہاں پہلے ہی پہنچ چکا ہو گا ۔ اس پتلے کو جو مجھ جیسا ہو گا ۔ گھوڑے پر کس کو باندھ دینا اور کھیت کے باہر کنارے پر لا کھڑا کرنا ۔ گھوڑا کوئی دوسرا ساتھی پکڑا رہے گا ۔ اتنی دیر تک میں اور مادھو بھی میدان میں پہنچ چکے ہوں گے ۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ گھوڑا کھیت کے اس کنارے کھڑا ہو جہاں سے پولیس اسے دیکھ نہ سکے ۔

تم کھیت کنارے بیٹھ کر تاک کر ایس ۔ پی کو گولی مارنا لیکن خیال رہے کہ نشانہ خطا نہ ہو ۔ ورنہ کام بگڑنے کا اندیشہ ہے ۔ تم ہم سب میں بہتر نشانچی ہو اس لیے اُمید ہے تمہارے سوا اس کام کو کوئی انجام نہیں دے سکیگا ۔ جو ساتھی گھوڑا پکڑے ہوتے ہو گا اسے سمجھا دینا کہ جس وقت گولی چلے اس وقت وہ گھوڑے کو دو تین زوردار چابک مار کر میدان کے اُلٹی سمت بھگا دے ۔ پولیس سمجھے گی کہ شیرو نے حملہ کر دیا ہے ۔

لہذا وہ فوراً اپنے گھوڑوں کی طرف لپکیں گے ۔ اس طرح وہ ایک جگہ جمع ہو جائیں گے تم فوراً کھیت میں سے ان پر فائرنگ کرا دینا ۔ اس وقت تک میں اور مادھو بھی ان پر بھرپور حملہ کر چکے ہونگے ۔ ہمارا کام یہ ہو گا کہ کوئی پولیس والا بھاگنے نہ پائے ۔

سلطان نے اطمینان کی خاطر پوچھا ۔

سمجھ گئے ہاں ۔

یوسف نے بڑے اطمینان سے کہا ۔

سب سمجھ گیا ہوں ۔ صرف ایک بات پوچھنی ہے ۔

کہو ؟

پتلا کہاں سے ملیگا ۔

اندر بن رہا ہے ۔ تھوڑی دیر تک مل جائے گا ۔ ساتھ تین چار رسیاں بھی لے جانا ۔ یہ کارروائی اس وقت شروع کی جائے گی جب پولیس سب لوگوں کو وہاں جمع کر چکی ہوگی اور گاؤں کے ارد گرد سے ہٹ جائے گی ۔ تم دونوں یہیں بیٹھو میں ذرا اندر جا کر پتلا بنانے میں مدد دیتا ہوں ۔

وہ رات چاندنی تھی ۔ پولیس نے تینوں گاؤں کے ارد گرد کو میدان میں ایک جگہ جمع کر لیا تھا ۔ بچے چیخ رہے تھے ۔ عورتیں رو رہی تھیں ۔ پولیس مردوں کو شیرو کا پتہ پوچھنے کی خاطر خوب مار پیٹ رہی تھی ۔ مگر کوئی بھی زبان نہ کھول رہا تھا ۔ ایس پی ایک طرف کرسی پر بیٹھا ہوا تھا ۔

یوسف کھیتوں میں اپنا کام مکمل کر چکا تھا ۔ سلطان اور مادھو گھوڑوں

پر سوار گاؤں سے نکلے اور اسی میدان میں ایس پی کے پاس آکر اترے۔ ایس پی نے اُٹھ کر دونوں سے ہاتھ ملایا۔

مجھے بہت افسوس ہے۔ میں نے سُنا ہے۔ شیرو نے تمہارے ساتھی سنتو اور چوپی کو قتل کر دیا ہے۔

سلطان غمگین سی آواز میں کہا۔

جی ہاں۔ اب میں اس شیرو کو زندہ نہ چھوڑونگا۔

ایس پی نے پُر اُمید ہو کر کہا۔

ہمیں پوری اُمید ہے تم اس معاملے میں ضرور کچھ کرو گے۔

ان لوگوں میں سے کسی نے شیرو کے متعلق کچھ بتایا ہے۔

ایس پی نے مایوسی سے کہا۔

کوئی بولتا ہی نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ یہ سب لوگ شیرو سے بہت دہشت زدہ ہیں۔ بہت مارا ہے ان کو مگر کچھ فائدہ نہیں۔

سلطان مادھو کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف ہٹ گیا۔

میں خود کوشش کرتا ہوں۔ شاید کوئی بتا ہی دے۔

پوچھو پوچھو۔ ایس پی اپنی کرسی کی طرف لپکا۔

عین اسی لمحہ۔ کھیت سے ایک سنسناتی ہوئی گولی آئی اور ایس پی کا سینہ چھید گئی وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا اور لوٹنے لگا۔ اسی سمے گھوڑا جس پر پتلا بندھا ہوا میدان کی مخالف سمت بھاگ نکلا۔ سلطان پولیس والوں کی طرف دیکھتے ہوئے زور سے چلایا۔ شیرو آگیا ہے شیرو۔ یہ اسی کا گھوڑا ہے۔ پکڑو پکڑو اسے اس نے ایس پی کو بھی قتل کر دیا ہے۔

سب پولیس والے بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کی طرف لپکے۔ سلطان چلا چلا کر لوگوں سے کہنے لگا۔ سب زمین پر لیٹ جاؤ تاکہ کسی کو گولی نہ لگے۔ سب لوگ فوراً زمین پر لیٹ گئے۔

پولیس والے جب اپنے گھوڑوں کے پاس جمع ہوئے۔ کھیتوں سے دھنا دھند موسلا دھار بارش کی طرح فائرنگ شروع ہوگئی۔ یوسف بڑی مستعدی سے کھیتوں میں اپنا کام انجام دے رہا تھا۔ سلطان اور مادھو جو پولیس کے قریب ہی زمین پر لیٹ گئے تھے۔ اس کی کارگزاری پر مسکرا رہے تھے۔

بے شمار پولیس والے کھیرے لکڑی کی طرح کٹ گئے جو بچے وہ زمین پر لیٹ گئے۔ اسی لمحہ سلطان اور مادھو نے اپنی جیبوں سے دستی بم نکال کر ان پر پھینکے کچھ مر گئے اور کچھ بھاگنے لگے۔ یوسف نے پھر گولیوں کی باڑھ ماری اور سب ڈھیر ہوگئے۔

سلطان نے ایک بار اطمینان کی خاطر سر اُٹھا کر دیکھا کہ شاید ابھی کوئی زندہ نہ ہو۔ وہ اٹھا پہلے ایک بار لاشوں میں گھوما پھر لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے زور سے چلایا۔

سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔

لوگ ڈرتے ڈرتے اٹھے اور سہمے سہمے اپنے گھروں کی طرف بھاگنے لگے۔

سلطان اور مادھو کھیت میں آتے۔ سامنے یوسف کھڑا تھا۔ سلطان نے اسے گلے لگا لیا۔ آج تو تم نے دل ہی خوش کر دیا ہے۔

سلطان کے بعد مادھو یوسف کو گلے لگا رہا تھا۔

یوسف سلطان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

سردار! میں نے تمہارے کہنے کے مطابق ایس پی پر صرف ایک ہی گولی خرچ کی ہے۔

سلطان نے اس گال تھپتھپایا۔

مجھے امید بھی یہی تھی کہ تمہاری ایک ہی گولی اس کے لیے کافی ہو گی۔

ساتھیوں کے لیے اب کیا حکم ہے؟

انہیں کہہ دو اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اور ہاں یہ بھی بتا دو کہ کل اسی وقت سب مندر میں جمع ہوں گے۔ انتظامیہ اب سخت ہو جائے گی۔ ہمیں بھی اپنے پینترے بدل بدل کر اپنا دفاع کرنا ہو گا۔ ویسے آج کے دن ہم نے اس کو بہت بڑا اور عبرت خیز سبق دیا ہے۔ اور ہاں یوسف تم آج رات میرے پاس ہی باہر حویلی میں سو رہنا۔

مادھو بھی بول پڑا۔

نہیں یہ میرے ہاں رہیگا۔

سلطان مسکرا دیا۔

ٹھیک ہے تم ہی لے جاؤ۔

تینوں گاؤں میں داخل ہو گئے۔ مادھو یوسف کو لے کر اپنے گھر چلا گیا۔ سلطان اپنی کھونتی حویلی میں آیا۔ چھت پر دو بستر پاس پاس لگائے گئے تھے اور ایک پر چھمیا بیٹھی سلطان کا انتظار کر رہی تھی۔

سلطان دوسرے بستر پر بیٹھ گیا۔

چھمیا نے بڑی خوش دلی سے کہا۔

میں آج کی سنہری کامیابی پر مبارکباد دیتی ہوں۔

سلطان مسکرا دیا۔

بھوک لگی ہے۔ پہلے کھانا دو۔

کوئی بچا تو نہیں۔

نہیں

اور ایس پی؟

اسے بھی ختم کر دیا ہے۔

چھمیا اٹھی اور بڑی بیباکی سے سلطان کا گال چوم لیا۔

شیرو واقعی قابل تعریف ہے۔

بابا بھوک لگی ہے پہلے کھانا دو۔

چھمیا اس کے ہاتھ دھلانے لگی۔

سلطان نے پھر پوچھا۔

ماموں کہاں ہے۔

سو گیا ہے۔

کیا کہتا تھا۔

گلہ کر رہا تھا کہ سلطان میرے پاس بیٹھا ہی نہیں۔

پھر تم نے کیا کہا۔

میں نے مطمئن کر دیا تھا کہ ایک ضروری کام سے پولیس نے بلایا ہے جس وقت فائرنگ ہوئی۔ وہ بستر پہ لیٹا کانپ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کدھر آن پھنسا ہوں

سلطان کھلکھلا کر ہنس دیا۔

بزدل نہ ہو تو

ساری عمر بچارہ بھینس چراتا رہا ہے اسے ان باتوں کا کیا علم۔

نصیر اور شبو کدھر ہیں۔

ہسپتال جا چکے ہیں۔

ماں جی اور کنیز؟

نیچے بیٹھی ہیں۔ انہوں نے تمہیں آتے ہوئے دیکھ لیا تھا شاید رو کتیں پر تم چھت پہ آ گئے۔

ہاتھ دھلا کر چھمیا نے اس کے سامنے کھانا جما دیا۔ سلطان کھانے لگا اور چھمیا اس کے پہلو میں بیٹھ کر پنکھا کرنے لگی۔

۳۴

آم اور جامن کے درخت پھل سے لد گئے تھے۔ املتاس کے ساتھ لٹکتے ہوئے پیلے پیلے رنگ کے پھول، فضاؤں میں بکھرے ہوتے تھے۔

چاروں طرف ہری ہری لہلہاتی کھیتیاں

سر پہ مٹکے رکھے پانی بھر کر کنویں سے لوٹتی ہوئی جوان اور حسین مٹیاروں کی لمبی لمبی قطاریں رہٹ پہ سرور آوازیں۔

شام کو دریا کے کنارے سناتی دیتی ہوئی بانسری کی مدھر دھنیں۔

ہلوں میں جتی ہوئی بیلوں کی جوڑیاں۔

صبح سویرے انگڑائی لے کے جاگتے ہوئے کھیت۔

بنجر زمین پہ چرتی ہوئی بھینسیں۔

شام کو کبڈی کھیلتے ہوئے جوان
چڑھے ہوئے دریا کی لہروں کا شور
کشتیوں کے ہوا میں لہراتے ہوئے سفید بادبان
کچی سڑکوں پر دوڑتے ہوئے بچے۔
کھیتوں میں کام کرتے ہوئے مرد
اُپلے تھاپتی ہوئی عورتیں
جوہڑوں میں بھینسوں کو نہلاتے ہوئے بچے۔
مکئی کے کچے بھٹوں کی سوندھی خوشبو
بند پر سے گزرتے ہوئے مسافر
کیکر کی چھدری چھاؤں
نیم کی کچی کچی اور ٹھنڈی خوشبو
لہلہاتے شیشم
اور
اور گاموں کے خراس کی گھمر گھمر کی آواز ایک سنہرے اور رنگین ماحول کا پتہ دیتے تھے۔

سلطان، مادھو اور یوسف، سائیں برکت کے پاس سے اٹھ کر اپنے گاؤں جانے کے لیے باغ سے نکلے ہی تھے کہ ٹبی بنگلہ کا چوکیدار مل گیا۔

سلطان کھڑا ہو گیا۔

کدھر؟

تمہاری طرف ہی آیا تھا۔

کیوں؟

ذیلدار کا بھائی سرور آج نجمہ کو اس وقت اٹھا کر لے گیا جب کہ وہ سسرال سے میکے آ رہی تھی۔

سلطان غصے میں سرخ ہو گیا۔

اس کے اندر ابھی تک اکرم کی گندگی موجود ہیں۔ تم واپس چلے جاؤ اور جاتی دفعہ نارنگ سے ہوتے جانا اور چوکیدار سے کہتے جانا کہ جب ذیلدار کی بہن نسرین اُپلے تھاپنے باہر آئے تو مجھے فوراً اطلاع کرے۔ چوکیدار چلا گیا۔

سلطان حویلی میں آیا اور نیلی پر زین ڈال دی۔ ایک چکر ہسپتال کا لگایا پھر واپس آ کر چھیما کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر یہی باتیں کی ہونگی کہ نارنگ کا چوکیدار آ گیا۔ یہ نیا چوکیدار تھا۔ پہلا پولیس نے ختم کر دیا ہوا تھا۔ سلطان نے بڑی آہستگی سے پوچھا——

ہوں؟

نسرین اُپلے تھاپ رہی ہے۔

تم جاؤ۔

سلطان نیلی پر سوار گاؤں سے نکلا۔ بڑی تیزی سے اس نے نالہ عبور کیا اور نارنگ کی طرف جاتی ہوئی کچی سڑک کنارے کھاد کے ایک ڈھیر کے پاس

آ رکا۔ نسرین وہاں بیٹھی اپلے تھاپ رہی تھی۔ سلطان اس کے قریب آیا۔

نسرین کچھ کہنے ہی والی تھی کہ سلطان جھپٹا اور اس کا منہ بند کر کے اٹھا لیا اور بڑی تیزی سے اس کے ساتھ گھوڑی پر بیٹھ گیا۔ گاؤں کا چوکیدار قریب ہی کھڑا تھا۔ سلطان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے زور سے کہا۔

ذیلدار سے کہنا سلطان تمہاری بہن کو اٹھا کر لے گیا ہے نجمہ کو جب واپس کرو گے تو اسے لے جانا۔

نسرین کو اپنی حویلی میں لا کر سلطان نے ایک کمرے میں بٹھا دیا۔ نسرین کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ سلطان باہر نکل گیا اور برآمدے میں کھڑی ہوئی چھیما، کنیز اور شبو کے قریب جاتے ہوتے کہا۔

تم تینوں اس کا خیال رکھنا کہیں بھاگ نہ جائے۔

پھر وہ باہر والی حویلی میں آیا۔ مادھو اور یوسف وہاں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ سلطان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ سلطان نے بڑی جلدی سے کہا۔

تم دونوں جاؤ اور حویلی کے چاروں طرف مسلح ساتھی لگا دو۔

مادھو اور یوسف باہر نکل گئے۔

سلطان پھر نسرین کے کمرے میں آیا۔ چھیما اور کنیز اس کے پاس بیٹھی تھیں شبو باہر بیٹھی چاول صاف کر رہی تھی اور سلامت بی بی تخت پوش پر ظہر کی نماز ادا کر رہی تھی۔

سلطان جب کمرے میں آیا تو نسرین کھڑی ہو گئی۔

مجھے یہاں کیوں لائے ہو بھیا۔

سلطان نے غصے میں کہا۔

تمہارا بھائی سردار ٹبی نبگلہ کی ایک لڑکی نجمہ کو جو میری بہن ہے اٹھا کر لے گیا ہے۔ اس لیے میں تمہیں اُٹھا لایا ہوں۔

نسرین رو پڑی۔

تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟

میں مانتا ہوں تم بے گناہ ہو۔ پر میں تمہارے بھائی کو یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ کسی کی بہن کو اغوا کر سکتا ہے۔ تو کوئی اس کی بہن کو بھی اُٹھا کر لیجا سکتا ہے۔

نسرین نے دکھ سے کہا۔

کاش میں اس گھر میں پیدا ہی نہ ہوتی ہوتی جس میں کوئی انسان ہی نہیں بستا۔

سلطان نے چھیما کے کان میں کچھ کہا۔ وہ باہر نکل گئی۔ اور دودھ کا ایک بڑا سا گلاس بھر لائی اور نسرین کی طرف بڑھا دیا۔

لو میری بہن

نسرین جو سر جھکائے بیٹھی تھی انکار کر گئی۔

میں نہیں پیونگی

سلطان نے پھر چھیما سے کہا۔

چھمو پہلے ہاتھ تو دھلاتے اس کے۔ بیچاری اپلے تھاپ کر آئی ہے

چھیما اسے زبردستی اُٹھا کر باہر لے گئی اور ہاتھ دھلا کر لے آئی۔

اب سلطان نے اسے دودھ پیش کیا۔

نسرین پھر انکار کر گئی۔

سلطان نے گلاس اس کے مُنہ سے لگا دیا۔

پی لو میری بہن یہ تمہارے بھائی کا ہی گھر ہے۔

نسرین نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔

پی لو! پی لو

نسرین نے گلاس لے لیا اور دودھ پی گئی۔

سلطان باہر نکلنے لگا تو نسرین نے اسے آواز دی۔

ٹھہرو بھیّا۔

سلطان رُک گیا۔

کہو؟

آج میں تمہارے ساتھ ایک بہت بڑا فیصلہ کرنا چاہتی ہوں۔

کیسا فیصلہ؟

کیا تم میرے بھائی مرید نہیں ہو؟

سلطان بے تعلق سا ہو گیا۔

یہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے۔

لیکن مجھے اس فیصلہ پر یقین نہیں۔

پھر نادان ہو تم

نسرین نے اپنے سر سے دوپٹہ اتار کر اس کے قدموں پر رکھ دیا۔

تمہیں اپنی بہن کی عزت اور ناموس کی قسم سچ کہو کیا تم مرید نہیں۔

سلطان خاموش ہو گیا اور سوچوں میں کھو گیا۔

نسرین نے ٹھوکر لگائی۔

چپ کیوں ہو۔ بہن کے دوپٹے کو پاؤں تلے روند کر کہہ دو نہیں۔ جو تمہاری عادت ہے۔

سلطان کے چہرے پر جذبات کی ہلچل مچ گئی تھی۔

نسرین جذباتی ہو گئی۔

تمہارے ہونٹ کیوں سل گئے۔

تم نے خاموشی کیوں سادھ لی۔ اس نے اُٹھ کر سلطان کے بازو پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔ بولو کیا تم مرید نہیں ہو

کیا تم میرے بھائی نہیں؟

کیا تم نے اپنے ماموں کو قتل نہیں کیا تھا؟

کیا تم سات سال جیل نہ رہے؟

بولو کب تک خاموش رہو گے۔

کب تک یہ راز اٹھائے پھرو گے۔ وہ وقت ضرور آئے گا۔ جب تم عیاں ہو گے۔ بہتر ہے بہن کے سامنے ہی اگل دو۔

سلطان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ نیچے جھکا اور نسرین کا دوپٹہ اُٹھا کر اس کے سر پہ رکھ دیا۔ پھر اس کی گھائل سی آواز سنائی دی۔

میں ہی وہ بدبخت مرید ہوں جو ماں کو ماں۔ بہن کو بہن اور بھائیوں کو بھائی کہہ کر نہیں پکار سکتا۔

اس کا سر جھک گیا۔

نسرین اس سے لپٹ گئی۔

بھیّا

وہ اس کی چھاتی پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

سلطان کے آنسو ڈھلک ڈھلک کر نسرین کی پیشانی پر گرنے لگے۔

دونوں بہن بھائی رو رہے تھے۔

چھمیا رو رہی تھی۔

کنیز رو رہی تھی۔

نسرین سنبھلی اور اپنے دوپٹے سے سلطان کی آنکھیں صاف کیں۔

بھیّا! پھر تم نے مسجد میں کھڑے ہو کر جھوٹی قسم کیوں اٹھا دی تھی کہ مرید نہیں ہوں ——

سلطان نے جھکا ہوا سر اُوپر اٹھایا۔

اس لیے کہ میں ہاجرہ کو ماں کہہ چکا تھا اور وہ مجھے اپنا سگا بیٹا سمجھ کر ہی چاہتی ہے۔ اگر میں کہہ دیتا کہ مرید ہوں تو اس کا دل ٹوٹ جاتا اور ہو سکتا ہے وہ زندہ ہی نہ رہ سکتی۔

پر تم جیل سے نکل کر سیدھے گھر کیوں نہ آتے۔

سلطان کے پھر آنسو آ گئے۔

گھر ہی تو آیا تھا۔

پھر

ماں نے دھکے دے کر نکال دیا تھا۔

نسرین غصّے میں آ گئی۔

کیا کہتی تھی۔

کہتی تھی۔ تم میرے بیٹے نہیں۔ میرے بھائی کے قاتل ہو۔ اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتے ہو۔ میں ماں کے پاؤں پڑا۔ معافی مانگی مگر وہ نہ مانی اور پاؤں کی ٹھوکر مار کر گھر سے نکال دیا۔ مجھے یاد ہے سردیوں کی وہ رات میں نے بڑی بے لبسی کے عالم میں اپنے گاؤں کی مسجد میں چٹائیوں تلے ٹانگیں سکیڑ کر گزاری تھی

نسرین سسک سسک کر رو دی۔

تم نے مجھے کیوں نہ بتایا بھیّا۔ میں اسی وقت ماں اور بیٹے کے درمیان دیوار گرا دیتی میں میں انصاف کرتی بھیّا۔ یا تمہارے ساتھ میں بھی وہ گھر چھوڑ دیتی جس نے تمہیں قبول نہ کیا تھا۔ گھر آ کر جب تم نے میرے سر سے دوپٹہ اتارا تھا۔ مجھے اسی وقت ہی تمہارے لباس سے بھائی کی بُو آتی تھی۔ مگر میں مجبور تھی۔ کچھ کہہ نہ سکی تھی تم نے اجنبیت کا لبادہ جو اوڑھ رکھا تھا۔

سلطان کا سر جھکا ہوا تھا اور آنسو بہہ رہے تھے۔

چھمیا اور کنیز دونوں سسک رہی تھیں۔

نسرین نے سلطان کا سر اُٹھایا۔

میں تمہیں آج ہی اپنے ساتھ گھر لے کر جاؤنگی بھیّا۔

سلطان چونک پڑا۔

نہیں نہیں میں جو راہ اختیار کر چکا ہوں۔ وہی میرے حق میں بہتر ہے۔ تم کسی سے اب یہ نہ کہنا کہ میں مرید ہوں۔ چھوٹی بہن ہو اس لیے میں نے تمہارے آگے راز اگل دیا ہے۔

کیوں نہیں تم گھر جاؤ گے بھیّا۔

اب یہی میرا گھر ہے۔ شاید میرا ضمیر اسی گھر کی مٹی سے بنا تھا۔ میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ میرا اگر راز کھل گیا۔ تم ہاجرہ اور ناز زندہ نہ رہ سکیں گی۔ کیا تم دو قیمتی جانوں کی قاتل بننا پسند کرو گی۔

نسرین کا سر جھک گیا۔

تم نے عجیب اُلجھن میں ڈال دیا ہے بھیّا۔

میں مجبور ہوں۔

پر تم ایک بار گھر تو آؤ نا۔ تاکہ بھائیوں کو بھی پتہ چل جائے کہ تم ان کے بھائی ہو

ہاں یہ ہو سکتا ہے۔

پھر آج میں ان سے بات کرونگی اور تم کل گھر آنا۔

کل نہیں پھر کبھی

کیوں

کل میں اور چھمیا نے سنچیت گڑھ جانا ہے۔

کیوں ؟

وہاں چھمو کے ماموں زاد بھائی کی شادی ہے اور ہم دونوں کو بارات میں شامل ہونا ہے۔ وہاں سے واپسی پر پھر آؤ گے۔

ضرور آؤنگا۔

نسرین نے ڈرتے ڈرتے رُخ بدلا۔

اگر سرور نے نجمہ کو واپس نہ کیا پھر

سلطان کے چہرے پر وحشت پھیل گئی۔

میں اسے زندہ نہ چھوڑونگا۔

بھائی کو مار دو گے۔

سلطان نے مُنہ دوسری طرف کر لیا۔

مجرم بھائی ہو یا غیر بہر حال مجرم ہی ہے ۔۔ اور جرم کی سزا سب کے لئے ایک جیسی ہے۔

اور میں ـــــ

اس وقت تک واپس نہ جانے دونگا۔ جب تک نجمہ نہیں آ جاتی۔

نسرین نے آگے بڑھ کر سلطان کی پیشانی چوم لی۔

مجھے تم جیسے بھائی پر فخر ہے جس نے کسی بھی میدان میں شکست قبول نہیں کی۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور سلمیٰ اندر داخل ہوئی۔ اس کے ایک ہاتھ میں پیچھے پیچھے چلتی ہوئی گھوڑی کی باگ تھی اور دوسری میں نجمہ کا ہاتھ تھا۔ سلطان، نسرین، چھمیا اور کنیز اُٹھ کر باہر آ گئے۔ سلامت بی بی اور شبو بھی کھڑی ہو گئیں۔

سلمیٰ صحن میں آ کر رک گئی اور سلطان کی طرف دیکھا۔

آج میں تم سے ایک سودا کرنے آئی ہوں۔

سلطان پھر اجنبیت کا لبادہ اوڑھ چکا تھا۔

کہو بی بی!

میں نجمہ کو لے آئی ہوں — تم میری بیٹی واپس کر دو۔

چھمیا نے نجمہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے لے کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

سلطان نے کچھ سوچا پھر بولا۔

بی بی! تمہاری جگہ اشرف یا سرور کو آنا چاہیئے تھا تمہارے ابھی دو بیٹے زندہ ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے تم نے یہ تکلیف کیوں کی

وہ ڈرتے نہیں آتے کہ شاید تم ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔

بی بی! ایک بات ان کے ذہن میں ڈال دینا اگر دوبارا انہوں نے ایسی حرکت کی تو یا میں نہ ہونگا یا ذیلدار اور اس کا بھائی نہ ہو گا۔

سلمیٰ کا سر جھک گیا۔

میں نے تمہاری شرط پوری کر دی ہے۔ اب میری بیٹی مجھے واپس کر دو۔

سلطان نے مُنہ دوسری طرف کر لیا۔

لے جاؤ اپنی بیٹی کو۔

نسرین ماں کی طرف بڑھی۔

سلطان اچانک گھوم کر بولا۔

ٹھہرو!

نسرین رُک گئی۔

سلطان نے چھمیا کے کان میں کچھ کہا اور اندر سے کچھ نئے کپڑے اور پچاس روپے لے آئی اور سلطان کو تھما دیئے۔

سلطان نسرین کے پاس آ رکا۔

میری بہن! یہ تمہارے کپڑے پچاس روپے ہیں۔ بہن بھائی کے گھر سے خالی ہاتھ کیسے جا سکتی ہے۔ سلمیٰ اور نسرین دونوں رو پڑی تھیں۔ سلطان نے منہ دوسری طرف کر لیا تھا۔

نسرین نے ہچکیوں میں کہا۔

جہاں بھی رہو خوش رہو بھیا۔

دونوں ماں بیٹی آنکھیں خشک کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

۳۵

دوسرے روز کی صبح بڑی ہی اداس تھی فضاؤں میں پنچھی روزی کی تلاش میں بڑی تیزی سے مشرق کی سمت اُڑے جا رہے تھے۔ ہوا خاصی تیز تھی۔ ۔ ہٹ کی موسیقی آمیز آواز اور گاموں کے خراش کی گھر گھر صاف سنائی دے رہی تھیں

سلطان چھمیا، نصیر اور شبو گھر سے نکلے۔ سلامت بی بی اور کینز انہیں دروازے تک چھوڑنے آئیں۔ اور وہ چاروں گاؤں سے نکل کر دریا کی سمت بڑھنے لگے۔

سلطان نے نیلی کی باگ پکڑ رکھی تھی۔ اس کے دائیں طرف چھمیا اور بائیں طرف کینز اور شبو چل رہے تھے۔

نسرین بھاگتی ہوئی سلمیٰ کے پاس آئی اور گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

ماں! دونوں بھائی گھر نہیں ہیں اور ان کے ہتھیار بھی نہیں۔ یہی وقت مرید بھائی کے بھی جانے کا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دونوں ——— اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔ کچھ ہونے والا ہے ماں! دیکھو تو کتنا منحوس دِن دکھائی دے رہا ہے۔ آسمان پہ چیلیں گھوم رہی ہیں۔

سلمیٰ گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

کہیں وہ دونوں میرے مرید کو نقصان نہ پہنچائیں۔

نسرین پیلی ہوگئی۔

ماں تم دریا کے پتن کی طرف بھاگو میں جاکر مادھو بھائی کو اطلاع کرتی ہوں۔

دونوں ماں بیٹی بھاگتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

سلطان چھمیا، نصیر اور شبو دریا کے کنارے آکر رک گئے۔ نصیر نے پہلے چھمیا کے سر پہ ہاتھ پھیرا پھر سلطان سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

جلدی لوٹنا تم دونوں کے بغیر دل نہیں لگے گا۔ کوشش کرو تو کل آسکتے ہو۔

سلطان نے مسکرا کر چھمیا کی طرف دیکھا جو نئے کپڑوں میں خوبصورت گڑیا بنی ہوئی تھی۔ کل ہی واپس آنے کی کوشش کریں گے۔

شبو آگے بڑھ کر چھمو سے گلے ملی۔

جاؤ اب

سلطان پہلے گھوڑی پہ بیٹھا پھر چھمو کا ہاتھ پکڑ کر اپنے آگے بٹھا لیا۔

نصیر اور شبو ہاتھ ہلانے لگے۔

سلطان نے گھوڑی دریا میں ڈال دی۔

نصیر اور شبو ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے کنارے پر کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے۔ دریا میں وہ تھوڑا سا ہی آگے گئے تھے کہ کنارے پر کاتی اور سرکنڈوں کے جھنڈ سے کئی گولیاں چلیں اور سلطان کا جسم چھد کر رہ گیا۔

نصیر اور شبو گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔

سلطان پانی میں لٹک گیا تھا۔ چھمیا نے اسے سنبھالا۔

کیا ہوا سلطان۔ یہ کس نے چلائی گولی۔

میرے بھائیوں کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ میرا پورا جسم چھد گیا ہے چھمو تم بیلی جلدی جلدی کنارے لگا کر بھاگ جاؤ۔

چھمیا رو پڑی اور اسے پکڑ کر پھر زمین پر بٹھانے لگی۔

سلطان بڑی تلخی سے مسکرا دیا۔

پاگل نہ بنو بھاگ جاؤ میں مر رہا ہوں صرف چند لمحوں کا مہمان ہوں اپنی جان بچاؤ۔

چھمیا نے اسے اپنی گود میں سمیٹ لیا۔

کون بدبخت عورت اپنے سوامی کو چھوڑ کر بھاگ جائیگی۔ میرا تو مرنا جینا ہی تمہارے ساتھ ہے۔ چھمیا نے دیکھا سلطان کا پیٹ پھٹا ہوا تھا۔ اور انتڑیاں نکل کر زمین پر بکھر گئی تھی۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

گولیوں کی ایک اور بوچھاڑ آئی اور چھمیا بھی گولیوں سے چھد کر دوہری ہو کر زمین پہ [illegible] کے اوپر جھک گئی۔ ایک بار پھر گولیاں چلیں اور شاید گھوڑی کو لگیں وہ بدک گئی۔ سلطان اور چھمیا دونوں جو ختم ہو چکے تھے۔ دریا میں گر کر ڈوب گئے۔

اشرف اور سرور سرکنڈوں سے نکل کر نصیر اور شبو کے پاس آ کھڑے ہوتے۔

دیکھا ہماری بہن کو اغوا کرنے والے کا انجام!

نصیر نے ایک تلخ قہقہہ بلند کیا۔

کون سا معرکہ سر کیا ہے۔

اشرف نے حیرت سے پوچھا۔

کیوں

اپنے ہی بھائی کو قتل کر چکے ہو۔

سرور نے پریشانی سے پوچھا۔

بھائی!

ہاں! جس کو تم نے سلطان سمجھ کر قتل کیا ہے۔ وہ تمہارا بھائی مرید ہے۔ جو سات برس کی سزا کاٹ کر جیل سے باہر نکلا تو تمہاری ماں نے گھر داخل نہ ہونے دیا اور کتے کی طرح دھتکار کر باہر نکال دیا اور وہ بیچارہ ٹبی بنگلہ کی ہاجرہ کا بیٹا بن کر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا۔

اتنے میں گاؤں کی طرف سے مادھو اور یوسف اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے آتے دکھائی دیتے۔ اشرف اور سرور دونوں سرکنڈوں میں کھڑے کھڑے ہوتے اپنے گھوڑوں کی طرف بھاگے۔ مادھو اور یوسف، نصیر اور شبو کے پاس آ کھڑے ہوتے۔

مادھو نے گھبراتے ہوتے انداز میں پوچھا۔

سلطان اور چھمو کہاں ہیں ۔

نصیر رو پڑا تھا ۔

اشرف اور سرور نے انہیں قتل کر دیا ہے ۔

کہاں ؟

وہ دونوں دریا میں ڈوب گئے ہیں ۔ وہ دیکھو ان کی زخمی گھوڑی ابھی تک دریا کے اس پار جا رہی ہے ۔ نصیر اچانک چلایا ۔

وہ اشرف اور سرور بھاگ گئے ہیں ۔ دونوں بھائی گھوڑوں پر سوار بڑی تیزی سے سرکنڈوں کے جھنڈ سے نکل کر بھاگے تھے ۔ مادھو اور یوسف ان کے پیچھے ہو لئے ۔ جلد ہی دونوں نے اشرف اور سرور کو جا لیا ۔ پھر یک لخت دونوں نے ریوالور نکالے اور ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی ۔ اشرف اور سرور خون میں لت پت گھوڑوں سے گر کر زمین پر لوٹنے لگے ۔

مادھو اور یوسف اپنے گھوڑوں سے دونوں کی لاشوں کو روند رہے تھے کہ ایک طرف سے سلمٰی اور دوسری طرف سے نسرین بھاگتی ہوئی آئیں ۔ مادھو اور یوسف نے اشرف اور سرور کی لاشوں کو اس قدر مسخ کر دیا تھا کہ دونوں ماں بیٹی پہچان ہی نہ سکیں ۔

سلمٰی نے مادھو سے پوچھا ۔

میرے مرید کو تو کچھ نہیں ہوا ۔

مادھو گھوڑے سے اتر پڑا ۔

تمہارے بیٹوں نے ان دونوں میاں بیوی کو قتل کر دیا ہے ۔

کدھر ہیں ۔

دریا میں ڈوب گئے ہیں ۔

سلمٰی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی ۔

میرا مرید مر گیا ۔

نسرین ماں کے گلے سے لگ کر زور زور سے رونے لگی ۔

مادھو بیچارہ بھی روتے ہوئے بولا ۔

تمہارا تو صرف بیٹا ہی مرا ہے ماں مگر ۔ ہمارا گھر ہی لٹ گیا ۔ ہمارے بازو کٹ گئے ۔ ہم تباہ و برباد ہو گئے ۔ ہمارا رہبر نہ رہا ۔ آزادی کی شمعیں بجھ گئی ہیں ۔ ہمارا کچھ بھی نہیں رہا ۔ ہم اپنے عظیم سرمائے سے محروم ہو گئے ہیں ۔

مادھو اور یوسف دونوں سر جھکائے رو رہے تھے ۔

اچانک سلمٰی زور سے چلائی ۔

میرا بیٹا ٹھیک ہی کہتا تھا ۔ میری تربیت ہی غلط تھی ۔ پھر وہ زور زور سے قہقہے لگانے لگی ۔ پاگل ہو گئی تھی بیچاری ۔

نسرین اسے سنبھالنے لگی ۔

دوسری طرف شبو نصیر کے سینے سے چمٹی ابھی تک رو رہی تھی ۔ نصیر خود بھی رو رہا تھا ۔

مادھو سر جھکائے دریا کے کنارے آیا ۔ یوسف بھی اس کے پیچھے پیچھے

تھا۔ کنارے پر آکر مادھو بیٹھ گیا۔ یوسف اس کے پیچھے کھڑا رہا۔ مادھو نے چلو میں پانی بھر کر ہوا میں اچھالا۔

سروار! قسم ہے مجھے گرو کی۔ ہندؤں کے بھگوان اور تمہارے خدا رسول کی میں تمہاری تحریک کو مٹنے نہ دونگا۔ قسم ہے مجھے سوہنی کے اس خونی چناب کی میں اپنے خون سے تمہاری مضبوط تحریک میں رنگ بھرتا رہونگا۔

مادھو اٹھا بوجھل بوجھل اور بھیگی بھیگی پلکوں سے ایک بار یوسف کی طرف دیکھا جو بت بنا کھڑا ہو کر رو رہا تھا۔ دونوں پہلو سے پہلو ملاتے اور سر جھکائے گاؤں کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کے گھوڑے ان کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے نصیر بھی شبو کو سہارا دیتا ہوا گاؤں کی طرف لے جا رہا تھا ان دونوں میاں بیوی کی حالت قابل رحم تھی۔ دونوں روتے جا رہے تھے۔ نسرین بیچاری خود بھی رو رہی تھی۔ اور پاگل ماں کو سہارا بھی دیتی ہوئی نارنگ کی طرف جا رہی تھی۔

سُنا ہے اب بھی جب چاندنی راتیں ہوتی ہیں تو اسی جگہ جہاں سلطان اور چھمیا ڈوبے تھے دو سائے نمودار ہوتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور اس سمے سوہنی کا یہ خونی ساگر لہر لہر رونے لگتا ہے۔

اسلم راہی

ویران ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہے
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے